اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر اردو

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

پارہ قال الم اقل لک ۱۶

(شائع کردہ)

ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور یو۔ پی ۲۴۷۰۰۱

فہرست مضامین آسان تفسیر اردو پارہ ۱۶

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا موسیٰ نے

صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ

فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بے شک آپ

عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِۣ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ

میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے

يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ

کو مانگا سو انھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ

لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ

نے اس کو سیدھا کردیا موسیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔ ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت

مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

حضرت موسیٰؑ کا دوسری مرتبہ عذر کرنا

معصوم بچے کے قتل پر حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کو ٹوکا تھا جس پر حضرت خضرؑ نے فرمایا میں نے آپ سے پہلے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر میرے حالات و واقعات دیکھ کر صبر نہیں کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا آپ اس مرتبہ اور درگذر کیجئے اور اگر میں اس کے بعد بھی آپ کے کسی کام میں روک ٹوک یا پوچھ تاچھ کروں تو پھر آپ میرا عذر قبول نہ کیجئے اور مجھے اپنے سے جدا کردیجئے۔ پھر دونوں حضرات چلے اور ایک بستی میں پہونچے اس بستی کا نام حضرت ابن عباس رضؓ سے انطاکیہ منقول ہے اور حضرت ابن سیرین سے ایکہ مروی ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ یہ شہر اندلس کی کوئی بستی تھی۔ غرضیکہ یہ دونوں حضرات بستی والوں سے ملے اور چاہا کہ بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں مگر یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ تھی، انھوں نے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام جیسے برگزیدہ نبی اور مقربین خدا کی مہمان نوازی سے انکار کردیا یہ معاملہ دیکھ کر ان خسیس و بخیل اور بداخلاق لوگوں پر غصہ آنا چاہئے تھا مگر حضرت خضرؑ نے بجائے غصہ کے ان پر احسان کیا کہ اس بستی میں ایک بہت بڑی دیوار جس کی لمبائی پانچ سو ہاتھ اور اونچائی سو ہاتھ اور چوڑائی

بکاس ہاتھ بعض مفسرین سے منقول ہے وہ اس قدر جھک چکی تھی کہ گرنے کو تیار تھی۔ لوگ اس کے قریب سے نہیں گذرتے تھے حضرت خضرؑ نے اپنے ہاتھ سے سہارا لگا کر اس کو سیدھا کر دیا جس سے اس کے گرنے کا خطرہ بالکل جاتا رہا (یہ بھی حضرت خضرؑ کا ایک اہم معجزہ تھا) یہ معاملہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ سے فرمانے لگے کہ بستی والوں نے مہمانی کا حق ادا نہیں کیا اور آپ نے ان کی دیوار مفت میں سیدھی کر دی اگر کچھ اجرت و معاوضہ لے کر ٹھیک کرتے تو ہمارے کھانے پینے کا بھی کام چل جاتا اور ان تنگ دل بخیلوں کو بھی تنبیہ ہو جاتی، شاید اپنی بداخلاقی و بے مروتی پر شرماتے اور آئندہ کسی ضرورت مند اور مسافر کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرتے، یہ سن کر حضرت خضرؑ نے فرمایا اب آپ کے اور میرے درمیان جدائی کا وقت آگیا آپ حسب وعدہ مجھ سے علیحدہ ہو جائیے اور جانے سے پہلے ان چیزوں کی حقیقت سنتے جائیے جن پر آپ سے صبر و ضبط نہ ہو سکا (اگلی آیات میں ان کا ذکر ہے)

جناب نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کاش حضرت موسیٰؑ تھوڑا صبر اور کرتے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے اسرار و تکوینی علوم کی مزید معلومات ہو جاتیں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں

وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ

اور ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار

مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا

تھے سو ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر ڈال دے۔ پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا

رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى

پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور ماں باپ کے ساتھ محبت کرنے میں اس سے بڑھ

الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ

کر ہو اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون

تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی

اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ

کو پہونچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں (اور یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں) ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی

تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ؇

رائے سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

کشتی توڑنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تختہ توڑ کر کشتی کو عیب دار اس لئے بنایا کہ آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر اچھی (بلا عیب) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا کر بادشاہ کے ہاتھوں سے بچا دیا کیونکہ یہ کشتی چند مسکین لڑکوں کی تھی جو اس سے روزی کماتے تھے۔ حضرت کعب بن احبار سے منقول ہے کہ یہ دس بھائی تھے پانچ ان میں اپاہج تھے اور پانچ اس کشتی پر کام کرکے ان اپاہجوں کا خرچہ چلاتے تھے

معصوم بچہ کے قتل کا راز

اور جس لڑکے کو ہم نے قتل کیا اس کے والدین ایمان والے تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس لڑکے کی کفر و سرکشی کا اثر اسکے والدین پر نہ پڑے کیونکہ والدین اس بچہ سے بہت محبت کرتے تھے اس کی محبت میں وہ اس کے خیالات کو اختیار کر کے بددین نہ بن جائیں، حضرت خضر کا یہ اندیشہ اپنی عقل سے نہ تھا بلکہ اللہ کی طرف سے حضرت خضرؑ کو وحی آگئی ہوگی کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اس کے مومن والدین گمراہ اور کافر ہو جائیں گے اس لئے اس کو قتل کر دیا جائے حضرت خضرؑ فرماتے ہیں اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان نیک مومن والدین کو اس لڑکے کے بدلے اس سے بہتر اولاد عطا فرمادے جو دیندار بھی ہو اور اعمال و اخلاق میں بھی پاکیزہ ہو اور والدین کے حقوق بھی ادا کر سکے، چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ اس لڑکے کے بدلے اسکے والدین کو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک نبی پیدا ہوئے اور حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق دو نبی پیدا ہوئے۔ بعض مفسرین رہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نکاح ایک نبی سے ہوا اور پھر ان سے ایک نبی پیدا ہوئے جن کے ذریعہ اللہ نے ایک بڑی امت کو ہدایت فرمائی، بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ کے حکم و فیصلہ پر راضی رہے، مومن کو اللہ کا جو فیصلہ ناگوار لگتا ہے وہ بھی اس سے بہتر ہوتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اس لئے ہر حال میں اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیئے،

دیوار سیدھی کرنے کی مصلحت

جس دیوار کو میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے سیدھا کیا اس کے نیچے خزانہ دفن تھا وہ دو یتیم بچوں اصرم اور صریم کا تھا جو اسی بستی میں رہتے تھے، ان کا باپ بڑا ہی نیک و صالح تھا ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نے دیوار سیدھی کرا کر ان کے خزانہ کی حفاظت کرائی تاکہ وہ جوان ہو کر اپنا خزانہ حاصل کر سکیں اگر دیوار ان کے جوان ہونے سے پہلے گر جاتی تو بدنیت لوگ اس مال کو اٹھا لیتے اور یہ بچے محروم ہو جاتے۔

دیوار کے نیچے جو خزانہ دفن تھا اس کے متعلق حضرت ابو درداءؓ نے حضور علیہ السلام کا فرمان نقل کیا ہے کہ وہ سونے اور چاندی کا ذخیرہ تھا اور حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر چند نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

۲۔ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے اور پھر بھی رنجیدہ و غمگین ہوتا ہے۔

۳۔ تعجب ہے اس شخص پر جو اس پر ایمان رکھتا ہے کہ رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے پھر ضرورت سے زیادہ مشقت اور فضول قسم کی کوشش میں پڑتا ہے

۴۔ تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر خوش کیسے رہتا ہے۔

۵۔ تعجب ہے اس شخص پر جو آخرت کے حساب پر ایمان رکھتا ہے پھر آخرت سے غافل کیوں رہتا ہے۔

۶۔ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کے فنا ہونے کا یقین رکھتا ہے پھر وہ اس پر مطمئن ہو کر کیسے بیٹھ جاتا ہے

۷۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اخیر میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے یہ تمام کام (کشتی توڑ دینا، لڑکے کو قتل کر دینا، دیوار کو سیدھی کر دینا) اللہ کے حکم سے کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا اس کے بعد حضرت خضرؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہو گئے

کیا حضرت خضرؑ ابھی زندہ ہیں

حضرت خضرؑ ابھی حیات ہیں کہ نہیں اس سلسلہ میں کچھ محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت خضرؑ ابھی تک حیات ہیں اس کے ثبوت کے لئے وہ ایک تو حضرت انس رضؓ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے انتقال پر وہ تشریف لائے اور حضرات صحابہ کو تسلی دی دوسرے یہ کہ امام بغوی سے منقول ہے کہ حضرت خضرؑ و الیاسؑ دونوں زندہ ہیں اور ہر سال حج میں دونوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے، تیسرے یہ کہ حضرت خضرؑ نے الگ الگ ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علی رضؓ سے ملاقات کی اور ان کو مندرجہ ذیل دعا بتائی کہ جو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھے گا اس کے لئے بہت بڑا ثواب اور مغفرت و رحمت ہے۔

یَا مَنْ لَّا یَشْغَلُہٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَّیَا مَنْ لَّا تُغَلِّطُہُ الْمَسَائِلُ وَیَا مَنْ لَّا یَتَبَرَّمُ مِنْ اِلْحَاحِ

اے وہ ذات جس کو ایک کلام کا سننا دوسرے کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا اور اے وہ ذات جس کو بیک وقت ہونے والے (بے شمار) سوالات میں سے کوئی مغالطہ نہیں لگتا، اور اے وہ ذات جو دعا میں

الْمُلْحِيْنَ اَذِقْنِيْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ مَغْفِرَتِكَ	الحاح واصرار کرنے اور بار بار کہنے سے ملول نہیں ہوتا، مجھے عفو وکرم کا ذائقہ چکھا دیجئے اور اپنی مغفرت کی حلاوت نصیب فرما دیجئے۔

اور بہت سے عجیب وغریب واقعات اولیاء اللہ سے منقول ہیں کہ ان کی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی اور حضرت خضرؑ نے اس اس طرح لوگوں کی مدد فرمائی وغیرہ۔ مگر ان سب کے باوجود جمہور علماء امت کا اجماع ہے کہ حضرت خضرؑ وفات پا چکے ہیں، ان کی سب سے مضبوط دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (سورۃ انبیاء ع ۳)	اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کو حیات ابدی عطا نہیں کی۔

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ حضرت خضرؑ حیات نہیں وفات پا چکے ہیں، اسی طرح دوسری دلیل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی یہ روایت ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس رات سے ایک سو سال گذرنے پر کوئی شخص ان میں سے زندہ نہیں رہیگا جو آج زمین کے اوپر ہے، اس ارشاد نبوی سے بھی صاف واضح ہے کہ حضرت خضرؑ وفات پا چکے ہیں، تیسرے یہ کہ سورۂ آل عمران رکوع ۹ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا ہے کہ محمد عربیؐ کی بعثت کے وقت تم میں سے جو بھی موجود ہو اس کا فرض ہے کہ وہ ہمارے اس رسول پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے، پس اگر حضرت خضرؑ حیات ہوتے تو ان کا فرض تھا کہ وہ علی الاعلان حاضر خدمت ہو کر آپ پر ایمان لاتے اور تمام غزوات میں آپ کی مدد کرتے مگر کسی صحیح حدیث میں کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ حضرت خضرؑ نے آپ سے ملاقات کی ہو جب کہ غزوۂ بدر وحنین وغیرہ میں حضرت جبرئیل اور دوسرے فرشتوں کا مدد کرنا صریح طور پر احادیث پاک میں موجود ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت خضرؑ کی حیات یا وفات کا بہترین اور صحیح حل وہ ہے کہ جو حضرت سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح کو مکاشفہ کے ذریعہ معلوم ہوا حضرت مجدد صاحبؒ سے جب حضرت خضرؑ کی حیات و وفات کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور بارگاہ صمدی میں اس کا جواب ملنے کی دعا کی چنانچہ عالم مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضرت خضرؑ سامنے آ گئے ہیں، حضرت مجدد رح نے حضرت خضرؑ سے ہی ان کی حالت دریافت

اقوال وتحقیق:- مَلِكٌ يَّاْخُذُ الخ یہ بادشاہ کافر تھا بخاری شریف میں اس کا نام ہَدَدُ بن بَدَدُ بیان کیا گیا ہے یہ جزیرۂ اندلس کے شہر قرطبہ کا بادشاہ تھا، ابو اللیث سے مروی ہے کہ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے دریا میں فساد اور ظلم برپا کیا اور زمین میں سب سے پہلے فساد قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے کیا۔

کی، حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں اور الیاسؑ دونوں وفات پا چکے ہیں لیکن اللہ نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ اپنے جسم میں داخل ہو کر بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاتے اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں، ہم نے ان کو

لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا

روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا چنانچہ وہ ایک راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۥ

غروب آفتاب کے موقع پر پہونچے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ

اس موقع پر انھوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار

اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا

کرو ذوالقرنین نے عرض کیا کہ لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝ؕ

جائیگا پھر وہ اسکو سخت سزا دیگا اور جو شخص ایمان لے آویگا اور نیک عمل کریگا تو اس کیلئے بدلے میں بھلائی ملیگی اور ہم اپنے برتاؤ میں اسکو

آسان بات کہیں گے۔

شان نزول قریش مکہ نے یہود کے مشورہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کئے تھے ۱: روح کیا ہے؟ اس کا جواب سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں گذر چکا، ۲: اصحاب کہف کا قصہ کیا ہے؟ اس کا جواب اسی سورت پارہ ۱۶ میں دیا جا چکا۔ ۳: تیسرا سوال تھا ذوالقرنین کے متعلق جس کا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے۔

اقوال وتحقیق دنیا میں ذوالقرنین نام کی کئی اہم شخصیتیں ہوئی ہیں اور اتفاق سے سبھی کے ساتھ سکندر بھی لگا ہوا ہے، یہاں ہم دو شخصیتوں کا ذکر کر رہے ہیں، اول وہ بادشاہ جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے ہوا اس کو ذوالقرنین، سکندر، یونانی، مقدونی وغیرہ القاب سے یاد کیا جاتا ہے (باقی بر صفحۂ آئندہ)

کیا ذوالقرنین نبی تھے

بعض علماء کا فرمان ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے لیکن اکثر علماء فرماتے ہیں کہ نبی نہیں تھے البتہ ایک انصاف پسند اور اعلیٰ درجہ کے دیندار و متقی و پرہیزگار بادشاہ تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ذوالقرنین اللہ کا مخلص و فرمانبردار بندہ تھا، ایک دوسرے موقع پر حضرت علی رض نے فرمایا کہ ذوالقرنین نہ نبی تھے نہ فرشتہ بلکہ وہ ایک نیک و صالح مومن تھے۔

ذوالقرنین کب اور کہاں ہوئے

ذوالقرنین حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ملک روم میں ہوئے ہیں، چنانچہ وہب بن منبہ جو تاریخ کے بہت بڑے عالم ہیں لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین رومی تھا یہ ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا تھا اس کا نام سکندر تھا۔ امام تفسیر ابن کثیرؒ سے منقول ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے پیدل حج کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو ان کے آنے کا علم ہوا تو آپ نے مکہ مکرمہ سے باہر آکر آپ کا استقبال کیا اور ان کو دعائیں دیں اور کچھ اہم نصیحتیں فرمائیں، ان دعاؤں ہی کا نتیجہ تھا کہ ذوالقرنین نے پوری دنیا پر حکومت کی، حضرت خضرؑ ان کے خاص وزیر تھے شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے دونوں کا قصہ ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے، ان کا ذوالقرنین لقب اس وجہ سے پڑا کہ ان کو حق تعالیٰ نے ظاہر و باطن کا علم عطا کر رکھا تھا۔ نیز انھوں نے مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا۔

ذوالقرنین کا واقعہ

قرآن کریم کسی بھی واقعہ کا صرف وہی اہم حصہ بیان کرتا ہے جس سے دین و دنیا کا فائدہ اور عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہو، چنانچہ واقعہ ذوالقرنین کا صرف اسی قدر حصہ بیان فرمایا ہے۔

ارشاد ہے کہ ذوالقرنین انصاف پسند اور نیک بادشاہ تھے جو مشرق و مغرب میں پہونچے اور ان کے ملکوں کو فتح کیا اور ان میں امن و انصاف کی حکومت قائم کی، ان کو اللہ نے ہر طرح کی وہ سہولیات مہیا فرمائی تھیں جن سے وہ شاہی منصوبوں کو بآسانی پورا کرسکیں انھوں نے فتوحات حاصل کرتے ہوئے

بقیہ احوال و تحقیق صفحہ گذشتہ:۔ اس کا وزیر ارسطو تھا اس کی جنگ دارا سے ہوئی اور اس کو قتل کرکے اس نے اس کا ملک فتح کرلیا اسی سکندر کے زیادہ تر قصے لوگوں میں مشہور ہیں، بعض حضرات نے قرآنی اس قصہ ذوالقرنین کو اسی ذوالقرنین یونانی سے جوڑ دیا ہے جبکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ یہ بادشاہ آتش پرست اور مشرک تھا۔

قرآن میں جس ذوالقرنین کا قصہ ہے یہ وہی ذوالقرنین رومی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ہوئے ہیں اسی کو ہم نے صحیح اور راجح ہونے کی وجہ سے تفسیر میں اختیار کیا ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

تین طرف سفر کئے ۱- مغرب اقصیٰ تک ۲- مشرق اقصیٰ تک ۳- شمال میں پہاڑوں تک۔ اس جگہ انھوں نے دو پہاڑوں کے درمیانی درّے کو ایک عظیم الشان آہنی دیوار کے ذریعہ بند کردیا تھا جس سے یاجوج و ماجوج کے ظلم و ستم سے یہاں کے لوگ محفوظ ہوگئے

تفسیر ان آیات پاک میں قریش مکہ کے سوال کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو روئے زمین پر حکومت عطا فرمائی اور اور اس کے لئے حکومت کرنے کی ہر ضروری چیز مہیا فرمائی۔

ذوالقرنین کا پہلا سفر جانب مغرب ذوالقرنین نے ملک فتح کرنے کی غرض سے مغرب کی جانب سفر شروع کیا اور درمیان کے ملکوں کو فتح کرتے کرتے جانب مغرب کی اس حد تک پہونچ گئے جس سے آگے کوئی آبادی نہیں تھی وہاں انھیں سورج ایک سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین سمندر کے کنارے پہونچ گئے جہاں ان کو آفتاب پانی میں ڈوبتا نظر آیا، کیونکہ جب سمندر سے آگے نظر نہ جاتی ہو تو پھر سمندر ہی میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے اگرچہ حقیقت میں آفتاب سمندر میں غروب نہیں ہوتا یہاں انھوں نے ایک قوم دیکھی، قاضی بیضاوی رح نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ قوم کافر تھی کھال کا لباس پہنتی تھی اور سمندر جو مردہ مچھلیاں یا دوسرے بحری جانور کنارہ پر پھینکدیتا تھا وہ ان کی غذا تھی، اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ الہام یا کسی پیغمبر کے ذریعہ یہ فرمان بھیجا کہ اے ذوالقرنین چاہے تو تم اس قوم کو قتل وغیرہ کے ذریعہ سزا دو اور چاہے اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو مطلب یہ ہے کہ پہلے انھیں ایمان کی دعوت دو اگر قبول نہ کریں تو پھر سزا دو اور چاہو تو بغیر دعوت ایمان کے ہی اسکو قتل کرسکتے ہو کیونکہ انھیں اس سے پہلے دعوتِ ایمانی دی جا چکی جس کو انھوں نے ٹھکرا دیا تھا، قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت ذوالقرنین نے عرض کیا اے میرے مالک میں پہلے ان کو ایمان کی دعوت پیش کردوں گا اگر قبول نہیں کریں گے تو پھر سزا دوں گا چنانچہ آپ نے اس قوم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم کفر و شرک چھوڑ کر اپنے حقیقی معبود اللہ کی بندگی اختیار کرلو اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گذارو، اسمیں تمھاری زبردست بھلائی اور کامیابی ہے، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ذوالقرنین کی دو وجہ تسمیہ تو ہم تفسیر میں قلمبند کرچکے ہیں، تین کو یہاں سپرد قرطاس کیا جارہا ہے۔ ۱- اس نے خواب دیکھا تھا کہ میں نے آفتاب کے دونوں کناروں کو پکڑ لئے ہیں ۲- اسکے دو خوبصورت گیسو تھے ۳- اسکے سر میں دو سینگ یعنی سر کے دونوں طرف کچھ ابھار تھا جس کو یہ عمامہ میں چھپا کے رکھتا تھا، واللہ اعلم بالصواب محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ۔

اگر تم ایسا نہیں کروگے کفر و شرک پر ہی جمے رہوگے تو پھر ہم تمہیں سخت سزا دیں گے قتل کردینگے اور پھر مرکر اللہ کے یہاں پہونچ کر تم کو اس سے بھی زیادہ سنگین سزا ہمیشہ دی جاتی رہے گی۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

پھر ایک راہ پر ہولئے۔ یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہونچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع

لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب کے اوپر کوئی آڑ نہیں رکھی یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا ہمکو اس کی پوری خبر ہے۔

دوسرا سفر جانب مشرق

شاہ ذوالقرنین جانب مغرب کے ممالک کی فتوحات سے فارغ ہوکر اب اپنا رخ مشرق کی جانب شروع کرتے ہیں، اس سفر کا سبب بعض مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ جانب مشرق کی آخری حدود میں کچھ وحشی اور صحرانشین قبائل نے سرکشی اور بغاوت کر رکھی تھی ان کی سرکوبی کے لئے ذوالقرنین اپنے لشکر کو لیکر وہاں پہونچے قرآن کریم کہتا ہے کہ وہاں جاکر انھوں نے ایک ایسی قوم کو پایا جو دھوپ وغیرہ سے بچنے کے لئے مکان یا خیمہ وغیرہ نہیں بناتی تھی، بہت ممکن ہے لباس بھی نہ پہنتے ہوں اور جانوروں کی طرح کھلے میدان میں رہتے ہوں، بعض مفسرین رہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے زمین میں سرنگ بنا رکھی تھی، سورج نکلنے کے وقت سے غروب تک اسی میں چھپے رہتے تھے۔ ذوالقرنین نے اس قوم کے ساتھ کیا معاملہ کیا قرآن کریم نے اس کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف كَذٰلِكَ (یعنی یہ قصہ اسی طرح ہے) کہکر ختم کردیا ہے جس سے واضح طور پر اس طرف اشارہ ہوگیا ہے کہ یہ قوم بھی کافر تھی ان کے ساتھ ذوالقرنین نے وہی معاملہ کیا جو مغربی قوم کے ساتھ کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ذوالقرنین کے پاس جو سامان تھا ہمیں اس کی پوری خبر تھی یعنی کتنی فوج تھی، کتنے جنگی ہتھیار تھے اور کس قدر دوسرے سامان تھے وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین کے پاس اتنا لشکر اسلحہ اور دیگر سامان تھا کہ اس کا کسی کو علم نہیں صرف ہم ہی اس سے واقف تھے، اس سے درحقیقت شاہ ذوالقرنین کی طاقت و وسعت کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم نے اس کو ہر طرح کی زبردست طاقت عطا فرما رکھی تھی

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ

پھر ایک اور راہ پر ہولئے یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا

يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہونچتے انھوں نے عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج وماجوج اس سرزمین میں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ

بڑا فساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنادیں

رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ

ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو ہاتھ پاؤں سے مدد کرو میں تمھارے اور انکے درمیان

حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ

خوب مضبوط دیوار بنادوں تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لیکر آؤ یہاں تک کہ جب انکے دونوں سروں کے بیچ کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ

آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿۹۷﴾

دھونکو یہانتک کہ جب اسکو لال انگارہ کر دیا حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں سو نہ تو یاجوج

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿۹۸﴾

وماجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب دے سکتے ہیں ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر

جس وقت میرے رب کا وعدہ آوے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔

تیسرا سفر جانب شمال

شاہ ذوالقرنین مغرب ومشرق کی فتح وکامرانی کے بعد شمال کی جانب سفر کرتے ہیں، قرآن وحدیث نے کسی سمت کو بیان نہیں کیا البتہ حضرات مفسرین نے جانب شمال کی تصریح کی ہے اور مورخین نے بھی اسی سمت کا ذکر کیا ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اسی طرف آبادی زیادہ ہے۔

بہرحال سفر کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہونچے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ یہ دونوں پہاڑ آرمینیا اور آذربیجان کے تھے، پہاڑوں کے دروں میں ایک ایسی قوم ملی جو نہ اپنی بات سمجھا سکتے تھے اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتے تھے کسی ترجمان کے مہیا ہوجانے پر انھوں نے شاہ ذوالقرنین سے کہا کہ پہاڑ کے اس پار ایک قوم یاجوج ماجوج رہتی ہے، ہم اس سے بے حد پریشان ہیں وہ یہاں آکر تباہی مچاتی ہے، قتل وغارت گری کرتی ہے اور ہماری کھیتیوں کو اجاڑ دیتی ہے، بعض مفسرین رح نے لکھا کہ موسم بہار میں یاجوج

وماجوج آتے ہیں، تمام سبز چیزیں مثلاً پھل سبزی وغیرہ کھا جاتے ہیں اور خشک چیزیں غلہ وغیرہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور یہ لوگ خالی رہ جاتے ہیں، اس قوم نے شاہ ذوالقرنین سے درخواست کی کہ آپ ہمیں ان سے نجات دلانے کے لئے درمیان میں کوئی ایسی چیز بنا دیجئے جس سے وہ لوگ ہم تک نہ آسکیں اس کے لئے ہم آپ کو کچھ مال چندہ کرکے دیدیں گے، شاہ ذوالقرنین نے ان کی پریشانی کو محسوس کیا اور فرمایا مجھے میرے رب نے اپنے فضل سے مال و دولت خوب عطا فرما رکھا ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ البتہ محنت و مزدوری کے لئے مجھے تمہاری ضرورت ضرور پڑے گی اس میں تم مجھے مدد دینا۔ میں تمہارے لئے ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا پھر یاجوج وماجوج تمہاری بستی میں نہیں آسکیں گے

اس قوم یاجوج وماجوج کے درمیان دو پہاڑ تھے جن پر چڑھنا ممکن نہ تھا البتہ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ ایک درہ کھلا ہوا تھا، یہیں سے یاجوج وماجوج آتے تھے، شاہ ذوالقرنین نے اسی درّہ کو بند کرنے کا پروگرام بنایا اور اس قوم سے کہا کہ لوہے کی چادریں لاؤ قیمت ہم دیں گے اسی کے ساتھ ضروریات کی دوسری چیزیں بھی منگائیں مگر قرآن کریم نے صرف چادروں کا ذکر غالباً اس لئے کیا کہ اس وحشی ملک میں لوہے کی چادروں کا ملنا مشکل ہوگا، بہرحال جب تمام چیزیں مہیا ہوگئیں تو ان کو پورے درّہ میں تہ بہ تہ لگوا کر دونوں پہاڑوں کی چوٹی کے برابر کردیا، تو حکم دیا کہ اس کے چاروں طرف آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار انگارے کی طرح بالکل سرخ ہوگئی تو پگھلا ہوا تانبا جو پہلے سے تیار تھا آلات کے ذریعہ اس دیوار کے چاروں طرف ڈالنے کا حکم دیا یہ پگھلا ہوا تانبا تپتی ہوئی دیوار کی تمام درازوں میں گھس گیا جس سے پوری دیوار مثل پہاڑ کے مضبوط و مستحکم ہوگئی۔

خلیفہ واثق باللہ نے اپنے چند امراء کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر مسلسل دو سال ملک در ملک گھومتا ہوا آخر اس دیوار کے پاس پہونچا اور پھر واپس آکر خلیفہ کو خبر دی کہ یہ دیوار لوہے اور تانبے کی بنی ہوئی ہے بہت ہی مستحکم اور بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے اس پر چڑھنا ناممکن ہے، اس دیوار میں ایک نہایت پختہ اور عظیم الشان دروازہ بھی ہے جس میں منوں وزن کے تالے لگے ہوئے ہیں۔ اس دیوار سے ملا ہوا دونوں طرف پہاڑوں کا سلسلہ برابر چلا گیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی عجیب و غریب چیزیں خلیفہ کو بتائیں۔

شاہ ذوالقرنین نے جب اپنی بنوائی ہوئی اس دیوار کو مکمل ہوجانے پر دیکھا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھ حقیر سے اتنا اہم کام انجام دلا دیا اور پھر اس قوم کو مخاطب کرکے فرمایا اس دیوار کے چکنی اور اونچی ہونے کی وجہ سے نہ تو یاجوج وماجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں سوراخ کرسکتے ہیں کیونکہ یہ بے پناہ مضبوط ہے، البتہ جب میرے رب کا وعدہ یعنی اس دیوار

کے فنا ہونے کا وقت آجائے گا تو وہ اس کو گرا کر زمین کے ہموار کر دے گا، بلا شبہ میرے رب کا وعدہ برحق ہے وہ اپنے وقت مقررہ پر ہو کر رہے گا، مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ کا وعدہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت پورا ہوگا۔

یاجوج وماجوج کا خروج

علامہ بغوی رحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مرفوع بیان نقل کیا ہے کہ یاجوج وماجوج روز دیوار کو کاٹتے ہیں اور اتنا کھود دیتے ہیں کہ سورج کی کرنیں (دوسری طرف کی) چمکنے کے قریب ہوجاتی ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے کہ اب لوٹ چلو باقی کل کھود لیں گے یہ واپس چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ رات میں دیوار کو پھر پہلی حالت پر کر دیتے ہیں وہ اگلے دن پھر اس کو اتنی ہی کھود کر چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پھر اس کو پہلی حالت پر کر دیتے ہیں، روزانہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے، جب اللہ کا مقررہ وقت آجائے گا اور حسب معمول یہ دیوار کو کھودیں گے اور جب ایک ورق کے برابر موٹی رہ جائے گی تو ان کا سردار کہے گا، اب واپس چلو انشاء اللہ ہم اس کو کل کھودیں گے، انشاء اللہ کہنے کا یہ اثر ہوگا کہ جس حالت پر یہ دیوار کو چھوڑ کر گئے تھے اگلے دن اسی حالت پر اس کو پائیں گے اور پھر اس ورق جیسی دیوار کو توڑ کر دوسری طرف نکل آئیں گے اور جہاں جہاں پانی ہوگا تلاش کر کے وہاں پہونچیں گے (غرضیکہ تمام تالابوں، کنوں، چشموں جھرنوں وغیرہ کا پانی پی جائیں گے) لوگ ان کے خوف سے پختہ ومضبوط عمارتوں اور قلعوں میں چھپ جائیں گے (جو ان کو ملیں گے وہ ان کے ہاتھوں مارے جائیں گے) جب ان کو یقین ہوجائے گا کہ زمین کے تمام لوگوں کو ہم مار چکے) تو پھر یہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو خون آلود کر کے واپس کرے گا جس سے یہ خوش ہوں گے کہ ہم زمین والوں اور آسمان والوں پر غالب آگئے ہیں (غرضیکہ خوب اتراتے اور گھمنڈ کرتے ہوئے پھریں گے) تو اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں گلٹیاں پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے تمام یاجوج ماجوج مر جائیں گے۔

یاجوج وماجوج کون ہیں؟

یاجوج ماجوج ہم انسانوں کی طرح انسان ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، جمہور محدثین ومورخین ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے یافث کی اولاد قرار دیتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شاہ ذوالقرنین کے زمانہ تک دور دور تک مختلف آبادیوں، مختلف قبیلوں اور مختلف قوموں میں پھیل چکی تھی، یاجوج ماجوج جن قوموں کا نام ہے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ تمام ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے پیچھے بند ہوں بلکہ کچھ قبیلے باہر بھی ہوں گے البتہ ان میں سے جو قتل وغارتگری کرنے والے وحشی تھے ان کو اس دیوار کے پیچھے قید کر دیا گیا ہے، مورخین عام طور سے ان کو ترک اور مغول یا منگولین لکھتے ہیں مگر ان میں سے یاجوج وماجوج صرف ان ہی وحشی

غیر متمدن ظالم لوگوں کا نام ہے جو دیوار ذو القرنین کے پیچھے قید ہیں اور ان کی برادری کے جو لوگ دیوار کے اس طرف ہیں وہ تمدن اور شعور و سلیقہ سے آشنا ہو گئے ان کو ترک اور مغول یا منگولین کہا جاتا ہے۔

یاجوج ماجوج کی تعداد

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے تمام انسانوں کے دس حصے کئے ہیں ان میں سے نو حصے یاجوج وماجوج ہیں (جن میں ترک اور مغول یا منگولین بھی شامل ہیں) اور ایک حصہ میں دنیا کے تمام انسان ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عام انسانوں کے مقابلہ میں یاجوج ماجوج کی برادری کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یاجوج وماجوج جو دیوار کے پیچھے قید ہیں وہ قیامت کے قریب اس وقت تک قید رہیں گے جب کہ دجال آئیگا اور اس کو حضرت عیسیٰ قتل کریں گے اس کے بعد یہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور زمین کے ہموار ہو جائے گی اس وقت تمام یاجوج وماجوج سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے اور وہ اپنی بے شمار تعداد کی وجہ سے پہاڑوں سے اترتے ہوئے ایسے معلوم ہو رہے ہوں گے کہ گویا پہاڑوں سے پھسل پھسل کر گر رہے ہیں اور عام انسانی آبادیوں کو تباہ وہلاک کر ڈالیں گے اس وقت حضرت عیسیٰؑ باذن خدا اپنے مؤمن ساتھیوں کو لے کر کوہ طور پر جا کر اس ظالم قوم سے پناہ لیں گے اور اس ظالم قوم کی ہلاکت کے لئے اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام وبائی بیماری بھیج کر اس پوری قوم کو ہلاک کر دیگا پوری زمین پر ان کی لاشیں بکھری پڑی ہونگی ان میں بدبو کی وجہ سے زمین پر بسنا مشکل ہو جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دعا کریں گے کہ یا اللہ اس بدبو سے بھی نجات دے تو حق تعالیٰ بڑے بڑے پرندے بھیجیں گے جن کی گردنیں اونٹ کی گردنوں جیسی ہوں گی یہ ان لاشوں کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیں گے اور پھر پوری زمین پر بارش ہوگی جس سے دھلائی ہو کر پوری دنیا پاک وصاف ہو جائے گی۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ

اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب

جَمْعًا ۙ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ

کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے

فِيْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۧ

پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہ سکتے تھے۔

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ اس دن ہم ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گھس جائے گا۔ گڈمڈ ہو جائے گا، بعض مفسرین نے فرمایا یہ وہ دن ہوگا جب کہ دیوار ٹوٹ جانے پر یاجوج ماجوج ایک دوسرے میں گھستے ہوئے اور ایک ایک سے آگے بڑھتے ہوئے آپس میں گڈمڈ ہو جائینگے بعض مفسرین نے فرمایا یہ واقعہ اس وقت ہوگا جب کہ قیامت بپا ہوگی اور لوگ قبروں سے باہر آجائیں گے اور جنات بھی انسانوں کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں گے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ الخ اور پھر صور پھونکا جائے گا، جس سے مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑیں گے، ان سب کو اللہ تعالیٰ میدان محشر میں حساب وکتاب اور سزا وجزا کے لئے جمع کریں گے اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں کے روبرو کر دیں گے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، دنیا میں تو اللہ کی وحدانیت و ربوبیت کے سننے سے ان کے کان اور آنکھیں بند تھیں جس کی وجہ سے انھوں نے اللہ کی قدرت کو نہ مانا نہ دیکھا اور دوزخ کا بھی انکار کر دیا، آج جبکہ اللہ ان کو دوزخ دکھائینگے کہ یہ ہے وہ تم جس کا انکار کرتے تھے، اب اپنے انکار کی سزا بھگتو۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز قرار دیں، ہم نے کافروں

لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے، آپ کہئے کہ کیا ہم تمکو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

میں ہیں یہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گذری ہوئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں،

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیتوں کا اور اسکے ملنے کا انکار کر رہے ہیں سو ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز

وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کرینگے ان کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انھوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور پیغمبروں

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ

کا مذاق بنایا تھا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہوں گے

فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نہ وہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔

تفسیر ان کافرین نے جنھوں نے میرے بجائے میرے بندوں حضرت عزیرؑ و عیسیٰؑ وغیرہ کو اپنا معبود اور کارساز بنالیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ میرے مقابلہ میں ان کی حمایت کریں گے یا ان کو کچھ نفع پہونچائیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو تمھاری اس بے ہودہ حرکت کفر و شرک سے نفرت فرمائیں گے، بس وہاں تو ہم تمھاری مہمان نوازی کریں گے دوزخ میں پہونچاکر تمھیں طرح طرح کے عذاب دیں گے، یہ بطور طنز کے حق تعالیٰ ان کافرین سے فرمارہے ہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ قیامت کے دن خسارہ میں وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں اعمال اچھے سمجھ کر کیے مگر وہ ایمان نہ ہونے کے سبب سے بیکار گئے، حضرت ابن عباسؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا اس آیت کی رو سے سب سے زیادہ خسارہ والے یہودی و عیسائی ہوں گے کہ وہ دین موسیٰ و عیسیٰ کو حق سمجھ کر اعمال کرتے رہے حالانکہ دین اسلام آجانے کے بعد تمام دین منسوخ ہوگئے اس لئے ان کے تمام اعمال ضائع گئے اور یہ خسارہ میں رہ گئے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اعمال دو وجہ سے ضائع ہوتے ہیں ۱۔ اعتقاد کے بگاڑ کی وجہ سے پس جس کا عقیدہ و ایمان درست نہیں وہ کتنے ہی اچھے کام کرے سب ضائع ہوجاتے ہیں ۲۔ ریاکاری، جو شخص کسی کو خوش کرنے اور دکھاوے کی غرض سے نیک اعمال کرتا ہے وہ بھی عنداللہ مقبول نہیں ان پر کوئی ثواب نہیں ملیگا وہ ضائع اور بیکار جاتے ہیں، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان لوگوں کے اعمال جو بظاہر بڑے بڑے نظر آئیں گے مگر یہ بالکل بے وزن ہوں گے کیونکہ یہ اعمال کفر و شرک اور ریا کی وجہ سے بیکار اور بے وزن ہوگئے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بہت سے لوگوں کی نظر میں ان کے اعمال اتنے بڑے ہوں گے جیسے تہامہ کے پہاڑ لیکن جب ان کو میزان میں تولا جائے گا تو اس میں کچھ بھی وزن نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان کافرین نے چونکہ ہماری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق اڑایا اور کفر و شرک اختیار کیا اس لئے ان کو دوزخ میں سنگین سزا دی جائے گی اور اس کے برخلاف وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا ہمارے احکام کی پیروی اور ہمارے پیغمبروں کی فرماں برداری کی اور نیک اعمال کیے ان کی مہمان نوازی کے لئے جنت فردوس کے باغ ہوں گے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، یہاں سے کہیں اور جانے کی خواہش نہ کریں گے۔ کیونکہ جنت میں ان کو وہ اعلیٰ قسم کا راحت و آرام اور سکون ملے گا جن کی نظیر نہیں، نیز جنت سے زیادہ عمدہ و نفیس کوئی

دوسری جگہ نہیں ہے کہ وہاں جانے کی خواہش کریں۔

جنت فردوس

بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے (جنت کی) دعا مانگو تو جنت الفردوس ملنے کی دعا کیا کرو کیونکہ وہ جنت کے بالکل بیچ میں ہے اور جنت کا سب سے اعلیٰ وافضل درجہ ہے اس کے اوپر عرش خداوندی ہے اسی سے جنت کی تمام نہریں نکلتی ہیں

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ

آپ کہدیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ

ختم ہوجاوے اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر مدد کے لئے ہم لے آدیں اور آپ کہدیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک

رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

تفسیر

قریش نے حضور ﷺ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا قرآن کریم میں اللہ نے اس کا جواب دے کر فرمایا کہ تم کو علم کا تھوڑا سا حصہ دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی علم وحکمت کی باتیں بے انتہا ہیں، جو باتیں تمہارے ظرف واستعداد اور ضرورت کی تھیں وہ بتلادیں، یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے اتنی بھی نہیں جتنا کہ سمندر سے ایک قطرہ، فرض کرو اگر پورے سمندر کا پانی روشنائی بن جائے اور اس سے اللہ کے علم وحکمت کی باتیں لکھی جائیں تو سمندر خشک ہوجائے گا مگر اللہ کے علم وحکمت کی باتیں پوری نہ ہوں گی اور اگر اسی طرح ایک اور سمندر بلکہ کئی سمندر کی روشنائی سے حق تعالیٰ کے علم وحکمت کی باتیں لکھی جائیں تو تمام سمندر خشک ہوجائیں مگر اللہ کے صفات وکمال اور علم وحکمت کی باتیں پوری نہیں ہوسکیں گی اور پوری بھی ہوں کیسے جبکہ وہ باتیں غیر محدود ہیں اور سمندر خواہ کئی ہوں وہ محدود ہیں بس محدود شئی غیر محدود شئی کا کیسے احاطہ کرسکتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں تمہاری

طرح ایک انسان ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر مجھے تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، البتہ علوم و معارف حق تعالیٰ شانہ بذریعہ وحی مجھے عطا فرماتا ہے جن میں اصل علم توحید کا ہے اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جس کو اللہ سے ملنے کا شوق ہو یا اس کے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو تو اس کو چاہیئے کہ کچھ اچھے کام دین اسلام کے مطابق کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی قسم کا شرک نہ کرے، یہاں شرک سے مراد شرک خفی یعنی ریا ہے جیسا کہ اس آیت کے شان نزول کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

شان نزول ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک صحابیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں بعض اوقات کسی نیک کام کے لئے یا عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ اس سے اللہ ہی کی رضا ہوتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ دل میں یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ لوگ اس حالت میں (عبادت کرتا ہوا) مجھے دیکھیں، حضورؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموشی اختیار کی اس پر یہ آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ الخ نازل ہوئی۔

ریا کے نقصانات جو اعمال و عبادات ریا کاری اور دکھاوے کے لئے کئے جاتے ہیں وہ عنداللہ مقبول نہیں ہوتے ان کو منہ پر مار دیا جاتا ہے، شرک خفی یعنی ریا کاری کے بہت سے مضر اثرات اور نقصانات کا، روایات حدیث میں بیان ہے بعض کو یہاں لکھا جاتا ہے۔ جو اعمال و عبادات ریا کاری اور دکھاوے کے لئے کئے جاتے ہیں وہ عنداللہ مقبول نہیں ہوتے ان کو منہ پر مار دیا جاتا ہے، حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جس چیز کا تم پر سب سے زیادہ خوف ہے وہ شرک خفی (اصغر) ہے، صحابہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ریا کاری، بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو نقل کرکے اس میں یہ زیادتی بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب بندوں کے اعمال کا بدلہ دیں گے تو ریاکاروں کو فرمائیں گے کہ تم اپنے اعمال کا بدلہ لینے انھی کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم نے اعمال کئے تھے پھر دیکھو وہ تمھیں کچھ بدلہ دیتے ہیں یا محروم واپس کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ وہ کیا بدلہ دیں گے وہ تو خود بدلہ لینے کے محتاج ہیں)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے نیک اعمال کو لوگوں میں شہرت کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں وہ حقیر و ذلیل ہوجاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے صحیفے (رسائل) جو مہر لگاکر بند کئے ہوئے ہوں گے خدا کے سامنے پیش

کئے جائیں گے حق تعالیٰ فرمائیں گے اس کو پھینک دو، قبول مت کرو، فرشتے عرض کریں گے، تیری عزت کی قسم ہم تو ان اعمال کو نیک ہی سمجھتے ہیں، حق تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ اعمال ہیں جو صرف میری رضا کی خاطر نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان میں ریاکاری تھی، آج میں صرف وہی اعمال قبول کروں گا جو صرف میرے لئے کئے گئے ہیں (اس میں کسی دوسرے کی شرک وریاکاری شامل نہیں ہے)

ریا سے بچنے کی دعا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا بیان فرمایا کہ وہ تمہارے اندر ایسے خفیہ انداز سے آجاتا ہے جیسے چیونٹی بغیر آواز کی رفتار (چال) کے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح چیونٹی کے چلنے کی آواز کا احساس نہیں ہوتا اسی طرح انسان اپنے بہت سے اعمال وافعال میں ریاکاری کر بیٹھتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوتا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی دعا بتلاتا ہوں جو اسے تین مرتبہ روزانہ پڑھے گا وہ شرک اکبر اور شرک اصغر (ریاکاری) سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ بِمَا لَا اَعْلَمُ۔

ریا کی تین علامتیں

امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ ریاکار کی تین علامتیں ہیں ۱۔ جب اکیلا عبادت کرے تو کاہلی وسستی اس پر چھائی ہوئی ہو
۲۔ عبادت کرتے وقت جب لوگوں کو دیکھے تو خوش ہو کہ لوگ مجھے عبادت کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔
۳۔ جب لوگ اس کی عبادت وعمل کی تعریف کریں تو عبادت وعمل زیادہ کرے اور جب اسکے عمل وعبادت کی مذمت کی جائے تو اس عبادت وعمل کو بہت کم کردے

حضرت قتادہ رح بیان کرتے ہیں کہ بندہ جب ریاکاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو بندہ مجھ سے مذاق ودل لگی کر رہا ہے (جو اسے زیبا نہیں) حضرت امام غزالی رح نے عبادت میں ریاکاری کو گناہ کبیرہ بتلایا ہے اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کے نزدیک ریاکاری دل کی سب سے بڑی بیماری ہے، اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کو اس مہلک مرض سے نجات دے۔

الحمدللہ آج مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۹۱ء شب دوشنبہ کو سورۂ کہف کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۱۹) (۴۴)

آیاتها ۹۸ — رکوعاتها ۶
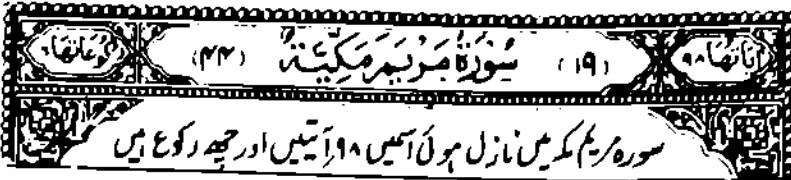
سورہ مریم مکہ میں نازل ہوئی اسمیں ۹۸ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝۲ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳

کہیعص ، یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا ؑ پر جبکہ انھوں نے اپنے

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ

پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور آپ سے مانگنے

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا

میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو ۝۵

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دیدیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اسکو اے میرے رب پسندیدہ بنایئے

قصہ حضرت زکریا

ان آیات میں خالق دوجہاں نے حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے حضرت زکریا بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں، بخاری شریف میں ہے کہ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کما کر کھاتے تھے. ارشاد ہے کہ حضرت زکریا ؑ نے اپنے رب سے پوشیدہ طور پر دعا کی (اس طرح دعاء کرنا ریا سے دور اور اخلاص سے بھرپور ہوتا ہے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اگرچہ میرے بدن کی ہڈیاں کمزور ہوچکی ہیں اور سر کے بال سفید ہوچکے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں بالکل بوڑھا ہوچکا ہوں اور بظاہر مرنے کے قریب ہوں اس وقت حضرت زکریا ؑ کی عمر ایک سودس سال اور آپ کی بیوی کی عمر اٹھانوے سال تھی، بہر حال آپ نے عرض کیا اے میرے رب میں کبھی بھی آپ سے دعاء کرکے نامراد نہیں ہوا ہوں بلکہ آپ کے فضل وکرم سے ہمیشہ آپنے میری دعا قبول فرمائی ہے اس وقت بھی میں آپ سے ایک دعا کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خاص اپنی رحمت سے مجھے ایک لڑکا عنایت فرمادیجئے اگرچہ میری بیوی بانجھ ہے مگر آپ کی قدرت کے سامنے ہر کام آسان ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کو اس عمر میں لڑکا مانگنے کا کیا شوق ہوا؟ اس کا جواب خود قرآن کریم نے اس جگہ مرحمت فرمایا ہے، حضرت زکریاؑ کو یہ اندیشہ ہوا کہ میرے بعد میرے چچا زادہ لوگ جو میری امت کی اصلاح کے متولی اور جانشین ہوں گے وہ میری جانشینی صحیح طور سے نہیں کر سکیں گے، نااہل ہوں گے، دین کی صحیح تبلیغ نہ کر سکیں گے اس لئے میری آپ سے دعا ہے کہ مجھے ایک ایسا صالح لڑکا عنایت فرما دیجئے جو آپ کا پسندیدہ ہو اور وہ اس دولت کا وارث بن سکے جو دینی و روحانی خزانہ حضرت یعقوبؑ کے خاندان سے منتقل ہوتا ہوا مجھ تک پہونچا ہے یعنی وہ لڑکا علم وحکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوی کا وارث بنے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ

اے زکریاؑ ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ

ہم صفت نہیں نہ بنایا ہوگا، زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور

عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ

میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں، ارشاد ہوا کہ حالت یونہی رہے گی تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ مجھ کو آسان ہے

تَكُ شَيْئًا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ

اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر کر دیجئے ارشاد

سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

ہوا کہ تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین رات آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے

تفسیر زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی دعا قبول ہونے کی خوش خبری سنائی کہ ہم آپ کو ایک لڑکا عنایت فرمائیں گے اور پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا نام یحییٰ تجویز فرما دیا، نام بھی ایسا نرالا جو اس سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا جیسے نام نرالا ویسے ہی اس میں بعض صفات بھی ایسی نرالی جو پچھلے انبیاء میں سے کسی میں نہ تھیں، اس سے حضرت یحییٰؑ کی جزوی فضیلت ثابت ہوتی ہے نہیں تو آپ سے پہلے حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کا افضل ہونا تمام علماء کے نزدیک مُسلَّم ہے۔

یہ خوش خبری سنکر حضرت زکریاؑ نے دریافت کیا اے میرے رب لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ

میری بیوی بانجھ ہے، اور میں بالکل بوڑھا ہو چکا ہوں، مطلب یہ ہے کہ کیا ہم دونوں جوان ہوں گے یا مجھے دوسرا نکاح کرنا ہوگا یا اسی حالت میں لڑکا پیدا ہوگا، جواب ملا کہ اسی حالت میں آپ کے لڑکا ہوگا، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، ہم تم کو اس سے پہلے عدم سے وجود بخش چکے ہیں یعنی انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے ایک زمانہ پہلے اس کا وجود ہی نہ تھا پھر حضرت آدمؑ کو عدم سے وجود میں لاکر انسان کی ہستی کو وجود بخشا۔

انسان کی فطرت ہے جب اس کو کوئی غیر متوقع اور اہم چیز ملنے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کی خوب تحقیق کرتا ہے، اس میں اس کو ایک خاص قسم کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ بس اسی بناء پر حضرت زکریاؑ نے ایک سوال اور کیا کہ اے میرے رب مجھے یہ بھی بتا دیجئے، عرض کیا میرے رب مجھے آپ کے وعدے پر پورا پورا اطمینان ہے بس ذرا میری تسلی کے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے جس سے میری بیوی کا حاملہ ہونا معلوم ہو جائے۔ جواب ملا کہ آپ تین رات دن تک کسی سے بات نہ کر سکیں گے حالانکہ تندرست ہوں گے کوئی بیماری آپ کو نہ ہوگی، چنانچہ یہی ہوا کہ جب آپ کی بیوی حاملہ ہوئیں تو تین رات دن تک کسی سے آپ بات نہ کر سکے حالانکہ جب ذکر کرتے تھے تو زبان روانی کے ساتھ چلتی تھی۔

بہر حال جب یہ وقت آیا تو آپ کی زبان گفتگو سے رک گئی، آپ حجرے سے باہر تشریف لائے اور اشارہ سے لوگوں سے فرمایا کہ صبح و شام خوب تسبیح پڑھو، تسبیح کا حکم دینا یا تو آپ کا معمول ہوگا، اب زبان سے نہ کہہ سکے تو اشارہ سے سمجھا دیا، یا پھر ان کو تسبیح کا حکم دیا ہو کہ اللہ کی ایک عظیم نعمت ملنے والی ہے اس کے لئے مجھے خوب تسبیح پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ لہذا تم بھی تسبیح پڑھو۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ

اے یحییٰؑ کتاب کو مضبوط ہو کر لو اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی عطا فرمائی تھی اور

تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ

وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ سرکشی کرنیوالے نافرمانی کرنیوالے نہ تھے اور ان کو سلام پہونچے جس دن کہ وہ

يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾

پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے

حضرت یحییٰؑ کی فضیلت :- خوشخبری کے مطابق حضرت زکریاؑ کے یہاں حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے

ابھی ان کی عمر بچپن ہی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توریت سکھا دی، اس وقت توریت ہی پر عمل ہوتا تھا، توریت ہی کے متعلق حضرت یحییٰؑ کو حکم ہو رہا ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لو یعنی خوب شوق و لگن سے اس کو سیکھو اور سمجھو اور پھر پوری کوشش کے ساتھ اس پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں سے بھی عمل کراؤ۔

حضرت یحییٰؑ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کی صحیح سمجھ، علم و حکمت عطا فرما دی تھی، تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ تین سال کی عمر میں آپ نے توریت پڑھ اور سمجھ لی تھی، حضرت یحییٰؑ کو ایک مرتبہ بچوں نے کھیلنے کے لئے بلایا تو آپ نے جواب دیا ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عام عادت کے خلاف اللہ نے ان کو بچپن ہی میں نبوت عطا فرما دی تھی، اللہ پاک نے آپ کو خاص طور پر رقت و نرم دلی، شفقت و رحمت اور محبت عطا فرمائی تھی، اسی طور پر اعلیٰ قسم کے پاکیزہ اخلاق سے نوازا تھا، اپنے والدین کے نہایت فرمانبردار اور خدمت گذار تھے، اعلیٰ قسم کے متقی و پرہیز گار تھے، حدیث پاک میں ہے کہ حضرت یحییٰؑ سے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ کبھی گناہ کرنے کا ارادہ کیا، خشیت خداوندی آپ پر اس قدر طاری تھی کہ روتے روتے آنسوؤں سے رخسار پر نالیاں سی بن گئیں تھیں۔

حضرت یحییٰؑ اللہ کے نزدیک اس قدر مکرم و باعزت تھے کہ اللہ نے ان پر سلام بھیجا ارشاد ہے کہ یحییٰؑ کو ہمارا سلام پہونچے جس دن کہ وہ بیدار ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن کہ زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے، یعنی قیامت میں، مطلب یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک اور موت سے لے کر قیامت تک وہ ہماری پکڑ سے محفوظ و مامون رہیں گے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ

اور اس کتاب میں مریمؑ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ

گئیں پھر ان لوگوں کے سامنے سے انھوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبرئیلؑ کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے فرشتہ نے کہا کہ میں تمھارے رب کا

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ

بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح ہو جاویگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں

ربع

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا

لگایا اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتہ نے کہا کہ یوں ہی ہو جاوے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ

مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

کو آسان ہے اور اس طور پر اسلئے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کیلئے ایک نشانی بنادیں اور باعث رحمت بنادیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے

قصہ حضرت مریمؑ

حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا، آپ اپنے خالو حضرت زکریاؑ کی پرورش و تربیت میں یہیں رہا کرتی تھیں اور ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتیں، آپ کا زہد و تقویٰ لوگوں میں مشہور تھا، ابتدائی عمر یعنی بچپنہ ہی میں حضرت مریمؑ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں مثلاً آپ کے پاس بے موسم پھلوں کا آنا وغیرہ،

ان آیات میں ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ بیت المقدس کے مشرقی جانب ایک مکان میں چلی گئیں، ان کا جانا کس مقصد سے تھا اس میں احتمالات اور اقوال مختلف ہیں، بعض مفسرین نے فرمایا کہ غسل کرنے کے لئے گئی تھیں اور بعض نے فرمایا کہ حسب عادت عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونے گئی تھیں، امام قرطبی نے اسی آخری قول کو زیادہ بہتر مانا ہے، غرضیکہ حضرت مریم ایک گوشہ میں مشغول عبادت تھیں کہ اچانک ایک فرشتہ ان کے پاس آپہونچا، یہ حضرت جبرئیلؑ تھے جو مرد کی شکل میں آئے تھے، چونکہ فرشتے کو اصل صورت میں دیکھنا انسان کے لئے آسان نہیں اس کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے اس لئے حضرت جبرئیل انسانی شکل میں تشریف لائے، حضرت مریم نے ایک اجنبی مرد کو پردہ کے اندر اپنے پاس دیکھا تو گھبرا گئیں اور سمجھیں کہ اس کا ارادہ برا معلوم ہوتا ہے تو اپنی حفاظت کی فکر ہوئی اور بولیں کہ میں تجھ سے اپنے خدا کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تیرے دل میں خدا کا ذرا بھی خوف ہو تو یہاں سے چلا جا، بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے مریم علیہا السلام کی یہ بات سنی تو خدا کے نام کی تعظیم کے لئے تھوڑا پیچھے ہٹ گئے، اور پھر فرمایا کہ میں انسان نہیں ہوں جو تم مجھ سے ڈرتی ہو، بلکہ میں تو آپ کے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں، مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو ایک نیک و صالح لڑکا دوں، آپ کے گریبان میں پھونک ماردوں جس سے بحکم خدا تم کو حمل قرار پاجائے گا۔

اب حضرت مریم کے دل میں اللہ نے یقین جمادیا کہ بلاشبہ یہ فرشتہ ہے، تو تعجب سے کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح پیدا ہوجائے گا، حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں یعنی نہ ہی جائز طور پر کیونکہ میرا نکاح نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے بدکاری کی ہے، فرشتہ نے جواب دیا کہ

اللہ تعالیٰ اسی حال میں بغیر باپ کے آپ کو لڑکا عطا فرمائے گا، آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ بغیر باپ کے لڑکا پیدا کرنا میرے لئے کچھ مشکل نہیں، اور اے مریم تم خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب مت کرو آپ کا رب جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کر دیتا ہے نہ وہ مادہ کا محتاج ہے اور نہ اسباب کا پابند

اسکے بعد ارشاد ہے کہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ لڑکا اسی حالت میں ضرور پیدا ہوگا تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی بنادیں اور اس لڑکے کو لوگوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنا کر رحمت کا سامان بنادیں۔

پیدائش انسان میں اللہ کی قدرت انسان کو چار طریقوں سے پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ کبھی مرد و عورت کے ملنے سے جیسے عام طور پر بچوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ اور کبھی بغیر عورت و مرد کے جیسے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا، اور کبھی صرف مرد سے جیسے حضرت حوا کو آدم سے پیدا فرمایا اور کبھی صرف عورت سے جیسے حضرت مریمؑ سے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا فرمایا

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ

پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ

آئیں کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی، پھر جبرئیلؑ نے ان کے پائیں

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ

سے پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں سے ایک نہر پیدا کر دی ہے اور اس کھجور کے تنہ کو اپنی طرف کو ہلاؤ اس

رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ

سے تم پر تر و تازہ کھجوریں گریں گی پھر کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی اعتراض

اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ۚ

کرتا ہوا دیکھو تو کہہ دینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی

تفسیر حضرت مریمؑ جب فرشتہ کی زبانی اللہ کا فیصلہ سن چکی کہ بچہ اس طرح ضرور ہوگا تو انھوں نے گردن جھکادی اور حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریم کے کرتے کے گریبان میں پھونک مار دی جس سے انھیں حمل قرار پا گیا۔

جب حضرت مریمؑ کو اپنے وقت پر بچہ کی پیدائش کے آثار محسوس ہوئے تو وہ شرم کے مارے کسی دور جگہ جنگل پہاڑ میں ایک طرف چلی گئیں، جب درد زہ شروع ہوا تو ایک درخت کی طرف آئیں تاکہ اس سے سہارا لگا کر بیٹھیں، ابن ابی حاتم نے فرمایا ہے کہ یہ درخت بالکل سوکھا کھڑا تھا۔ حضرت مریمؑ نے اس کو ہلایا تو اس کی چوٹی پر شاخیں بھی پتوں کے ساتھ نکل آئیں اور کھجوریں بھی۔

بہرحال حضرت مریم ایک طرف درد سے بے چین اور تنہائی و بیکسی اور راحت و ضرورت کے سامان نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھیں اور دوسری طرف یہ مشہور پاکدامن عورت دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کے تصور سے گھبرائی ہوئی تھیں، اس پریشانی و بے چینی کے عالم میں کہہ اٹھیں کہ کاش میں اس حالت سے پہلے مرچکی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی، اسی وقت اللہ کے حکم سے حضرت جبریلؑ آپہونچے اور احترام کی وجہ سے حضرت مریمؑ کے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں وہ بلندی پر تھا اور حضرت جبریلؑ نے اس کے نیچے سے آڑ میں سے حضرت مریم کو پکارا، حضرت مریمؑ نے پہچان لیا کہ یہ اسی فرشتے کی آواز ہے، حضرت جبریل نے کہا کہ تم ضرورت کے سامان نہ ہونے اور بدنامی کے خوف سے غمگین نہ ہو کیونکہ تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے کی جانب پانی کا ایک چشمہ یا نہر جاری فرمادی ہے یہ تو پینے کے لئے پانی کا انتظام ہے اور کھانے کے لئے اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ اس سے پکی اور تازہ کھجوریں گریں گی، بس کھجوریں کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو اور اپنے بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو، آگے کا غم مت کرو اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔

قاضی بیضاوی رح و دیگر مفسرین رح نے لکھا ہے کہ بطور خرق عادت نہر یا چشمہ جاری کرکے اور بے موسم سوکھے درخت سے تازہ کھجوریں گرا کر ایک طرف حضرت مریم کے خوف کو دور کرکے انھیں تسکین قلب عطا فرمایا گیا اور دوسری طرف ان سے ان کے کھانے پینے کی ضرورت کو پورا کیا گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدنامی سے بچنے کا طریقہ بتایا کہ جب کوئی تم سے اس بچہ کے متعلق سوال کرے تو تم کچھ جواب مت دینا بلکہ اشارہ سے کہہ دینا کہ میں روزہ سے ہوں بات نہیں کرسکتی بس تم اتنا جواب دے کر بے فکر ہوجانا اللہ تعالیٰ تمہارے اس بچے کو خرق عادت بولتا کردے گا جس سے تمہاری پاکدامنی ثابت ہوجائے گی، اس وقت کی شریعت میں نہ بولنے کا روزہ تھا، ہماری شریعت میں اس طرح کا روزہ نہیں ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ

پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، لوگوں نے کہا اے مریمؑ تم نے بڑے غضب کا کام کیا، اے ہارون

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا

کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کردیا

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے ، وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں

نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ

اس نے مجھ کو کتاب دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ

حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر

وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز میں زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔

حضرت مریمؑ کی اپنے گھر واپسی

جب حضرت مریمؑ کو حضرت جبرئیل کی بشارت دینے پر اطمینان ہوگیا اور یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے رسوائی و بدنامی سے بچائیں گے تو اپنے بچے (حضرت عیسیٰ) کو لے کر اپنے گھر واپس آگئیں، یہ واپسی کتنے دن بعد ہوئی ایک روایت کے مطابق پیدائش کے فوراً بعد ہوئی، دوسری روایت حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ مروی ہے کہ پیدائش کے چالیس دن بعد جب نفاس سے فراغت وطہارت ہوچکی اس وقت ہوئی، کلبیؒ کا بیان ہے کہ یوسف نجار نے حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو چالیس دن تک ایک غار میں رکھا۔

غرضیکہ جب حضرت مریم بچہ گود میں لئے ہوئے اپنی بستی میں آئی تو ان کی قوم کے لوگ کہنے لگے اے مریم تونے یہ بہت برا کام کیا کہ بدکاری کرکے بچہ جنا، تمہارے ماں باپ اور خاندان والوں میں کوئی ایسی بات نہ تھی وہ تو اعلیٰ درجہ کے دیندار اور متقی تھے پھر یہ اثر تم میں کس سے آیا۔ تمہارے بھائی ہارون کس قدر نیک اور پرہیزگار تھے، یہ وہ ہارون نہیں جو حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے بلکہ حضرت مریم کے رشتہ کے بھائی ہیں اور بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہی حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون ہیں، اگرچہ وہ حضرت مریم سے سینکڑوں برس پہلے گذر چکے تھے مگر چونکہ حضرت مریم حضرت ہارون کی نسل سے تھیں اس لئے قوم ہارون کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہدیا گیا اے قوم ہارون کی بہن۔

حضرت عیسیٰ ؑ کا بچپنے میں گفتگو کرنا

حضرت مریم ؑ نے قوم کی کڑوی کڑوی باتیں سنکر کوئی جواب نہ دیا، بلکہ بچہ کی طرف اشارہ کردیا کہ جو کچھ کہنا ہے اس سے کہو یہ جواب دے گا، اس سے لوگوں کو غصہ آگیا کہ ایک تو تو نے شرمناک حرکت کی اور پھر ہم سے مذاق بھی کررہی ہے کہ بچے سے پوچھ لو۔ بھلا یہ بچہ کس طرح بول سکتا ہے، بس اسی وقت بچہ بول اٹھا کہ بلا شک وشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس پہلے ہی جملے سے حضرت عیسیٰ ؑ نے اس غلط فہمی کی طرف اشارہ کردیا کہ اگرچہ میری پیدائش بغیر باپ کے بطور معجزہ ہے مگر میں خدا کا بیٹا نہیں اور نہ ہی خود خدا ہوں کہ لوگ میری بندگی کرنے لگیں۔ جیساکہ بعد میں جاہل نصاری اس گمراہی میں مبتلا ہوئے حضرت عیسیٰ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ مجھے کتاب (انجیل) دی اور نبی بنایا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت ان کو نہ کتاب دی گئی تھی اور نہ نبوت، کسی بھی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر سے پہلے نہ کتاب مرحمت فرمائی نہ نبوت، حضرت عیسیٰ نے اپنے متعلق کتاب ونبوت کی خبر دی اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے متعینہ وقت پر اللہ تعالیٰ مجھے کتاب ونبوت عطا فرمائیں گے، بعض علماء مفسرین ؒ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کی اطلاع دی کہ میں لوح محفوظ کی تحریر کے بموجب نبی بنایا جاچکا ہوں۔

اور اللہ نے مجھے برکت والا بنایا۔ یعنی مجھ سے مخلوق کو دینی فائدہ پہونچے گا بس میں جہاں کہیں ہوں گا مجھ سے لوگوں کو تبلیغ دین کا فائدہ ہوگا چاہے میری اس دینی تبلیغ کو کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی تاکید کے ساتھ نماز اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں، نماز و زکوۃ دونوں ایسی اہم عبادتیں ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی و رسول کی شریعت میں فرض رہی ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو زکوۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ ان کے پاس کبھی مال جمع ہی نہیں ہوا جو زکوۃ نکالتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اے عیسیٰ تیری شریعت میں ہم نے یہ قانون بنادیا ہے کہ جسکے پاس بقدر نصاب مال ہو تو اس پر زکوۃ فرض ہے، حضرت عیسیٰ ؑ بھی اس کے مخاطب ہیں کہ جب بھی بقدر نصاب مال جمع ہوجائے تو زکوۃ ادا کریں، اور مجھے اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کروں اور ان کی خدمت کروں۔ یہاں صرف والدہ کا ذکر ہے چونکہ آپ بغیر باپ کے صرف ماں سے بطور معجزہ پیدا ہوئے۔

اللہ نے مجھے سرکش وبدبخت نہیں بنایا کہ اپنے پروردگار اور اپنی والدہ کے حقوق ادا نہ کروں

اخیر میں فرمایا کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز میں قیامت میں زندہ ہوکر اٹھایا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا مطلب یہ ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی جانب سے سلامتی و حفاظت میں ہیں، پیدائش کے وقت شیطان کے کچوکا دینے سے اور مرنے کے بعد عذاب قبر سے اور قیامت کے دن قیامت کی گھبراہٹ دہولناکی سے اور عذاب جہنم سے محفوظ و مامون رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ اپنی قوم سے یہ کلام و گفتگو کر کے خاموش ہو گئے اور پھر اس عمر تک کوئی بات نہیں کی جس عمر تک عموماً بچے بولتے ہیں، علامہ بغوی رح نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے اس کلام کے بعد سب لوگوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مریمؑ بالکل بے گناہ اور پاک و صاف ہے۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریمؑ میں سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ

يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحٰنَهٗ ۚ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾

وہ اولاد اختیار کرے وہ پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا

وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ

ہے اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے سو مختلف گروہوں

مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ

نے باہم اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے جس روز یہ لوگ ہمارے پاس

يَوْمَ يَأْتُونَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

آویں گے کیسے کچھ سنوا اور بینا ہو جاویں گے لیکن یہ ظالم آج کیسی صریح غلطی میں ہیں اور آپ ان لوگوں کو حسرت

إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ

کے دن سے ڈرایئے جبکہ آخر فیصلہ کر دیا جاویگا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے تمام زمین

وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾

اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاوینگے

تفسیر:- حضرت عیسیٰ کی شان و صفت یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا نبی ہوں، اس سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگ خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں، کوئی ان کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور کوئی

خدا جیسا کہ عیسائی اور کوئی انکو جھوٹا اور فریبی کہتا ہے اور کوئی ان کے نسب پر طعن و تشنیع کرتا ہے جیسا کہ یہودی
یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کے قول کا رد تو نہیں فرمایا کیوں کہ اس سے نبی کی شان میں عیب لگنا
ظاہر ہے اس کو ہر شخص سمجھ کر بچ سکتا ہے البتہ عیسائیوں کے عقیدے میں بظاہر نبی کے لئے کمال ظاہر
ہوتا ہے اس کی طرف جلد توجہ نہ جاتی، نیز اس سے توحید کا انکار بھی لازم آتا ہے اس لئے اس کا رد فرمایا
کہ اللہ کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے وہ اس سے بالکل پاک وصاف ہے کیونکہ اس کی
شان و قدرت تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو فرما دیتا ہے کن (ہوجا) وہ فوراً ہی وجود
میں آجاتا ہے۔

اسکے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو بلاشبہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی تمھارے
عقیدے کے مطابق میں اس کا بیٹا نہیں اور نہ ہی خدا ہوں، پس میں بھی اس کی عبادت و بندگی کرتا ہوں
تم بھی صرف اسی کی عبادت و بندگی کرو، اور یاد رکھو یہی سیدھا راستہ ہے مگر افسوس حضرت عیسیٰ ؑ
کے واضح طور پر سمجھانے کے باوجود بھی ان میں مختلف فرقے بن گئے اور توحید کا انکار کرکے طرح طرح
کے مذہب ایجاد کر لئے، ان گمراہ لوگوں کو قیامت کے دن ہلاکت و بربادی پیش آنے والی ہے، اس
دن ان کی حالت قابل تعجب ہوگی دنیا میں تو بالکل اندھے بہرے بنے رہے نہ حق بات سنی اور نہ دیکھی
اور قیامت کے دن دیکھنا اور سننا کچھ فائدہ نہ دیگا ان کی آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے،
اس وقت وہ باتیں سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں گے اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ
ہوجائیں گے۔

مرنے کے بعد کافرین و مشرکین کو پچھتانے اور حسرت سے آہ بھرنے کے بہت سے مواقع پیش
آئیں گے آخری موقع وہ ہوگا جب کہ تمام مخلوق کا حساب و کتاب ہوچکے گا جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم
میں چلے جائیں گے اس وقت موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لاکر جنت و دوزخ کے بیچ سب
کو دکھا کر ذبح کردیا جائیگا اور ندا آئے گی کہ اب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ
یوں ہی رہیں گے اب کسی کو موت نہیں آئے گی، اس وقت بالکل ہی ناامید ہوکر حسرت سے اپنے
ہاتھ کاٹیں گے مگر اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

اقوال و تحقیق

۱۱ احزاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں، عیسائیوں کے تین بڑے
فرقے ہیں ۱۔ نسطوریہ اس کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ ؑ اللہ کے بیٹے ہیں،
۲۔ یعقوبیہ اس کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ خدا ہے یعنی بعینہٖ خدا کی ذات ہے جو آسمان سے زمین پر اتر آئے پھر
آسمان پر چڑھ جائیں گے ۳۔ ملکائیہ اس کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اسکے سچے رسول ہیں۔

آج دنیا میں یہ کافرین غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ان کافرین کو اس بات کا یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن بھی آنے والا ہے، بس وہ غفلت کے نشے میں چور پڑے ہوئے ہیں، جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اس سے بھی غافل اور آخرت میں اس گمراہی کی وجہ سے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اس سے بھی غافل، کاش اس وقت یہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے اور سمجھداری سے کام لے کر ایمان قبول کرتے تو قیامت کے حسرت اور دوزخ کے عذاب سے بچتے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں یاد رکھو ایک دن وہ آنے والا ہے کہ جب تم سب کو ہم موت دیدیں گے اس وقت تمام روئے زمین اور اسکے رہنے والوں اور اس کی ہر چیز کے ہم تنہا وارث ہوں گے، مطلب یہ کہ دنیا کی جن چیزوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے یہ تمام فنا ہو کر تم سے چھوٹ جائیں گی اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاؤ گے یعنی مرنے کے بعد میدان حشر میں اللہ تعالیٰ سب کو اپنے سامنے حاضر کرلیں گے اور پھر ہر ایک کے کفر و شرک کی سزا کا فیصلہ سنائیں گے اس کے بعد کافرین کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالا جائیگا جہاں ان کو کبھی موت نہ آئے گی

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ

اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے جب کہ انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ

باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے اے میرے باپ

مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ

میرے پاس ایسا علم پہونچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا اے میرے باپ

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ

تم شیطان کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا

الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ

حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو دعوتِ ایمان

پچھلے رکوع میں حضرت عیسیٰ و مریم کا قصہ بیان فرما کر نصاریٰ کے عقیدہ کو رد فرمایا گیا تھا جو ایک

آدمی (یعنی حضرت عیسیٰ) کو خدا بنا رہے تھے، اس رکوع میں مشرکین مکہ کو شرمانے اور شرک سے بچانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا کہ انھوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شرک و بت پرستی سے روکا اور آخر کار وطن و اقارب کو چھوڑ کر اللہ کے لئے ہجرت اختیار کی، مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد ہیں اور انھیں کے دین پر ہیں، انھیں تبلایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ ابراہیم کا کیا ردیہ تھا اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو، اور مشرک باپ داداؤں سے ایسے ہی بیزار ہو جاؤ جیسے حضرت ابراہیم ہو گئے تھے۔

حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے والد بزرگوار کو دینی دعوت پیش کرتے ہوئے عرض کیا ابا حضور آپ اپنے ہاتھ سے پتھر کی تراشی ہوئی مورتی کی کیوں پوجا کرتے ہیں، جبکہ یہ نہ دیکھتی ہے نہ سنتی ہے کہ کوئی نفع و نقصان پہونچانے کی اس میں صلاحیت، غرضیکہ یہ ہمارے کسی کام نہیں آسکتی، پوجا تو اس ذات کی کرنی چاہیئے جو خود کسی کی محتاج نہ ہو اور دوسروں کے کام آسکے اس کو ہر چیز پر پوری قدرت ہو

اس کے بعد بڑے احترام سے محبت بھرے لہجہ میں عرض کیا، ابا جان میرے پروردگار نے مجھے وحی کے ذریعہ صحیح بندگی کا طریقہ تبلایا ہے جس میں غلطی کا کوئی احتمال ہی نہیں بس آپ میرے کہنے پر چلئے میں آپ کو سیدھا اور صحیح راستہ بتلاؤں گا جو ہم سب کے خالق و مالک کی رضا تک پہونچانے والا ہے، یعنی توحید، صرف ایک ذات برحق کی بندگی، ابا جی آپ شیطان کی پوجا مت کیجئے، آپ بھی شیطان کو اور اس کی بندگی کو برا سمجھتے ہیں اور بت پرستی سے شیطان پرستی لازمی اور یقینی ہے، شیطان ہی یہ حرکت کراتا ہے اور اس سے بہت خوش ہوتا ہے اس لئے آپ بت پرستی مت کیجئے اور بلاشک و شبہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور سرکش ہے اس کی نافرمانی کا ظہور سب سے پہلے اس وقت ہوا جب اس نے آپ کے باپ آدم ؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے روگردانی کی اسی لئے یہ راندۂ درگاہ ہوا، غرضیکہ شیطان پوری قوم انسانی کا ازلی دشمن ہے اس لئے ہمیں اس کی اطاعت نہیں بلکہ مخالفت کرنی چاہیئے، میرے والد بزرگوار مجھے خوف ہے کہیں رحمٰن کی طرف سے آپ پر کوئی عذاب نہ آجائے یعنی اگرچہ اللہ کی ذات اپنے بندوں پر بے پناہ شفقت و رحمت کرنے والی ہے مگر آپ کی بت پرستی و اطاعت شیطان کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ کہیں عذاب کی بجلی آپ پر نہ گر جائے، پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں، شیطان پر جو لعنت دنیا میں ہے وہ آپ پر بھی ہو جائے گی اور آخرت میں جو عذاب اس کو ہوگا وہ آپ پر بھی ہوگا

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم، اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے

وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

سنگسار کردوں گا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ سے برکنار رہو ابراہیم نے کہا میرا سلام لو اب میں تمھارے لئے اپنے رب سے

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَأَدْعُوا رَبِّي ۖ عَسٰى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ

مغفرت کی درخواست کروں گا بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت

رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ

کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا،

وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ

پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہو گئے ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب

لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع

عطا فرمایا اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا

باپ کا بیٹے کی نصیحت سے روگردانی کرنا اور والد کا جواب

ابراہیم علیہ السلام کی مذکورہ نصیحتیں سن کر آپ کے باپ آذر نے جواب دیا، اے ابراہیم معلوم ہوتا ہے تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ اور بیزار ہے اسی لئے مجھے بھی اسکی پوجا سے منع کرتا ہے بس اپنے اس وعظ و نصیحت کو رہنے دے۔ یاد رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا اور اسی طرح ہمارے معبودوں کو برا کہتا رہا تو میں تجھ پر پتھراؤ کر کے قتل کردونگا بس تو میری نظروں سے دور ہو جا۔

باپ کی اس ترش کلامی اور بداخلاقی کے باوجود حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، اگر یہ بات ہے تو آپ میرا سلام لیجئے میں آپ سے رخصت ہو جاتا ہوں اور فرمایا کہ میں آپ کے لئے اپنے رب سے دعا کرونگا

اقوال و تحقیق

سوال مشرکین و کافرین کے لئے دعاء مغفرت کرنا جائز نہیں پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کیلئے کیوں دعا مغفرت فرمائی، جواب اکثر مفسرین نے یہ دیا ہے۔۔۔۔

کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعاء مغفرت کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں دعاء کروں گا کہ میرا رب آپ کو شرک و کفر سے بچا کر ایمان عطا فرمائے جو مغفرت کا ذریعہ ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اپنے والد کیلئے دعاء مغفرت اسوقت کی جبکہ اسکی ممانعت کا آپ کو علم نہ تھا اسکا ناجائز ہونا آپ کو معلوم ہو گیا تو پھر آپ نے اپنے والد کے حق میں دعاء مغفرت کرنا چھوڑ دی

کردہ آپ کے گناہ بخش دے اور ہدایت کی توفیق دے ۔ میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے اس نے مجھے ایمان داخلاص کی دولت سے نوازا ہے ۔ پھر فرمایا کہ جب آپ اور آپ کے ہم مذہب بتوں کے پجاری میری حق بات نہیں مانتے تو تم میں رہنا بیکار ہے ، لہٰذا میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو یعنی بت ان سے دور چلا جاتا ہوں ، تاکہ اطمینان سے تم الگ ہو کر اپنے رب کی بندگی کر سکوں میں اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا جیسا کہ بت پرست اپنے باطل معبودوں کی عبادت کر کے محروم رہتے ہیں ، الغرض اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم اپنے باپ اور قوم سے علیحدہ ہو کر ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے باپ سے علیحدہ ہوتے ہوئے آپ نے سلام کیا یعنی آپ پر سلامتی ہو مطلب یہ ہے کہ میری طرف سے آپ کو کبھی دکھ اور تکلیف کی بات نہیں پہونچے گی ۔ جب آپ ہجرت کر کے ملک شام تشریف لے آئے تو کافر رشتہ داروں کے عوض حق تعالیٰ نے آپ کو حضرت اسحاق ؑ جیسا پاکیزہ بیٹا اور حضرت یعقوب ؑ جیسا پوتا مرحمت فرمایا جو خود بھی پیغمبر ہوئے اور ان کی اولاد در اولاد پیغمبری کا سلسلہ چلتا رہا ، یہاں تک کہ نبی آخر الزماں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر یہ سلسلہ مکمل ہوا ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ

اور اس کتاب میں موسیٰ ؑ کا بھی ذکر کیجئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو

جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کیلئے مقرب بنایا اور ہم نے انکو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا ۔

حضرت موسیٰ ؑ کا کوہِ طور پر جانا

ارشاد خداوندی ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، جو حال حضرت موسیٰ ؑ کا قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے وہ آپ لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے

اس آیت میں جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے یہ اس وقت کا ہے جب حضرت موسیٰ ؑ آگ کی تلاش میں طور پہاڑ کے داہنی طرف آگ کی چمک دیکھ کر پہونچے تھے (یہ تفصیلی واقعہ اگلی سورۃ طٰہٰ میں آرہا ہے) حضرت موسیٰ ؑ مدین سے آرہے تھے اور مصر جا رہے تھے ۔ پہاڑ کی داہنی جانب حضرت موسیٰ ؑ کے اعتبار سے ہے کہ پہاڑ ان کے داہنے ہاتھ کی طرف جانب مغرب میں واقع تھا ۔ اَیْمَنْ کے معنی بعض مفسرین نے برکت والا کئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ پہاڑ کی اس جانب تھے جو برکت والی تھی یعنی جس سمت سے اللہ کا کلام آرہا تھا ۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے راز اور بھید کی باتیں کرنے کے لئے موسیٰ ؑ کو اپنے قریب بلایا ، حضرت موسیٰ ؑ اس وقت ہر سمت سے اللہ کا کلام سن رہے تھے جو بلا واسطہ فرشتہ کے ہو رہا تھا ۔

حضرت موسیٰ کی خواہش وتمنا کے مطابق حضرت ہارون م کو نبی بنا کر آپ کی مدد وتقویت کے لئے ساتھ کردیا حضرت ہارون م آپ کے بڑے بھائی تھے، کہتے ہیں جیسی دعا حضرت موسیٰ م نے اپنے بھائی حضرت ہارون م کے لئے کی ایسی دنیا میں کسی نے کسی کے لئے نہیں کی (یعنی ان کے لئے نبوت طلب کی جو اللہ نے قبول فرمائی،

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۚ وَكَانَ

اور اس کتاب میں اسمٰعیل م کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ دعدے کے سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے، اور اپنے

يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝

متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

ایفارِ عہد ایک شریفانہ عادت ہے

حضرت اسمٰعیل م حضرت ابراہیم م کے بیٹے اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں، ان کے متعلق یہاں ایک صفت یہ مذکور ہے کہ آپ دعدے کے بڑے سچے، پکے تھے، ایفارِ عہد یعنی وعدہ پورا کرنا ایسی عادت ہے جس کو ہر شریف آدمی اپنے لئے ضروری سمجھتا ہے، اور یہ صفت تمام انبیار علیہم السلام میں ہوتی ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں یہ صفت خصوصی اور امتیازی شان کی تھی اس لئے ان کے ساتھ اس صفت کو خاص طور پر بیان فرمایا، حضرت اسمٰعیل اللہ سے یا بندے سے جو وعدہ کرتے تھے اس کو ہر حال میں پورا کرتے تھے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت و پریشانی جھیلنا پڑے، چنانچہ آپ نے اپنے پروردگار سے دعدہ کیا تھا کہ میں اپنے آپ کو ذبح و قربانی کے لئے پیش کردوں گا چنانچہ اس دعدہ کو آپ نے بخوشی مکمل صبر کے ساتھ پورا کرکے دکھادیا، اسی طرح آپ نے ایک شخص سے کسی جگہ ملنے کا وعدہ فرمایا وہ نہیں آیا تو آپ ایک رات دن اس کا وہیں انتظار کرتے رہے، وہ آیا، اس نے عرض کیا کہ میں بھول گیا تھا، آپ اس وقت سے یہاں موجود ہیں فرمایا جب وعدہ کرلیا تھا تو کیسے جاتا، بعض روایات میں تین رات دن مذکور ہے، سفیان ثوری رح سے تو یہاں تک مروی ہے کہ ایک سال مکمل اس کے انتظار میں وہیں رہے، ابن شوذب کہتے ہیں کہ وہیں آپ نے رہنے کا ٹھکانا بنالیا تھا۔

اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے، حضرت عبداللہ بن ابی الحمسار کہتے ہیں حضور م کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی معاملہ کیا تھا، میں یہ کہہ کر آپ یہیں ٹھہرے میں ابھی آتا ہوں، پھر مجھے کسی وجہ سے بالکل خیال ہی نہ رہا، یہاں تک کہ وہ دن بھی گذر گیا، اور رات بھی اور پھر اگلا دن بھی تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں، آپ نے فرمایا تم نے ہمیں مشقت میں ڈالدیا، میں نے معذرت کی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے کوئی وعدہ کیا ہو میں اسے پورا کروں گا اور پھر آپ نے اس پر عمل کر کے دکھایا

حضرت اسمٰعیل کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے کیونکہ گھر والے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اول مستحق ہیں اور پھر ان کے ذریعہ تعلیم و تبلیغ اور اصلاح کا سلسلہ بآسانی زیادہ پھیلتا ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام کو بھی یہی ہدایت فرمائی گئی تھی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ، یعنی اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھے، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل کو پسند فرمایا تھا اسی لئے آپ کے نسب سے نبی آخر الزماں کو پیدا فرمایا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۟ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝

اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہونچایا

حضرت ادریس کا تذکرہ

حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس میں صرف دو آیتوں میں کیا گیا ہے۔ ایک تو یہی آیت ہے اور دوسری آیت سورۂ انبیاء میں ہے

راجح قول کے مطابق حضرت ادریس حضرت آدم و نوح کے درمیانی زمانہ میں گذرے ہیں، اللہ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے، علم نجوم وحساب آپ کو بطور معجزہ عطا فرمایا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے قلم سے لکھا، ناپ تول کے طریقہ ایجاد کرنا اور اسلحہ بنانا شروع کیا، آپنے اسلحہ تیار کرکے بنو قابیل سے جہاد کیا، آپ سے پہلے لوگ کپڑے کے بجائے جانوروں کی کھال پہنا کرتے تھے آپ ہی نے کپڑا بننے کا فن ایجاد کیا مروی ہے کہ آپ ہر ٹانکے پر سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ادریس (علیہ السلام) کا مقام بلند کیا یعنی کمالات کے بلند مرتبہ تک پہونچایا کہ رسالت ونبوت اور قرب الٰہی کا خاص مقام عطا فرمایا، شب معراج میں حضور علیہ السلام کی آپ سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی۔

تنبیہ:۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور اب تک زندہ ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ آسمان پر لے جا کر ان کی روح قبض کی گئی، صاحب تفسیر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ سب اسرائیلی روایات ہیں جو قابل اعتبار نہیں اور ان پر اس آیت کی تفسیر کا سمجھنا بھی موقوف نہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے منجملہ انبیاء کے آدم کی نسل سے جن کو ہم نے نوح ؑ کے ساتھ

مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾

مقبول بنایا جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ جن اشیاء کا ابتدار سورۃ سے یہاں تک ذکر ہوا ہے یعنی حضرت زکریا ؑ سے حضرت ادریس علیہ السلام تک ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کی بارش فرمائی ہے، یہ سب آدم کی اولاد ہیں اور حضرت ادریس کے علاوہ باقی تمام ان کی اولاد میں سے ہیں، جو حضرت نوح ؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے جیسے حضرت ابراہیم ؑ اور بعض حضرات ابراہیم ؑ کی اولاد میں سے ہیں جیسے حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت اسمٰعیل علیہم السلام۔ اور بعض حضرت یعقوب ؑ کی اولاد میں سے ہیں جیسے حضرت موسیٰ ؑ حضرت ہارون ؑ، حضرت زکریا ؑ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت و نبوت کے لئے پسند فرمایا تھا۔ اس عالی مقام کو پہونچنے کے باوجود یہ حضرات بندگی میں کامل تھے، اللہ کا کلام سنکر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اس کو یاد کرکے روتے ہیں۔

علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے تاکہ ان مقربین انبیاء کے طرز عمل کو یاد کرکے ان کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت اختیار کی جا سکے۔

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب

غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ

خرابی دیکھیں گے ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ جنت میں جاویں گے اور

شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾

ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاویگا اور ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلٰمًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ

اور اسکے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے

الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام ملا کریگا یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اسکا مالک ایسے لوگوں کو بنا دینگے جو کہ خدا سے ڈرنے والے ہوں

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ پھر ان انبیاء مذکورین کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ دنیا کی لذتوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا کی عبادت سے غافل ہو گئے حتی کہ نماز جیسی اہم عبادت کو بھی ضائع کر دیا، بعض تو فرضیت کا ہی انکار کر بیٹھے، بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں، بعض نے پڑھی تو مگر جماعت و وقت کی پابندی اور اسکے حقوق و آداب کی رعایت نہ کی، ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کی سزا پائیگا حتی کہ ان میں سے بعض کو جہنم کے اس بدترین غار میں پھینک دیا جائے گا جس کا نام غیؔ ہے خود جہنم بھی اس غار سے پناہ مانگتی ہے۔

جنت کے مستحق

اِلَّا مَنْ تَابَ الخ ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گنہ گار سچے دل سے توبہ کرکے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرے جنت کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اور چونکہ یہ حضرات بلا دیکھی چیزوں پر پیغمبر کے کہنے پر ایمان لائے اور اللہ کو بلا دیکھے اس کی عبادت و بندگی کی تو ان سے اللہ نے جنت کی ایسی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو انھوں نے دیکھا نہیں اور اللہ کا وعدہ اپنی جگہ پر اٹل ہے جو ضرور پورا ہوتا ہے جس جنت کا اللہ نے نیک عمل کرنے والے مومنین سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایسی پرسکون جگہ ہوگی کہ اس میں کوئی غلط بات سننے کو نہیں ملے گی، وہاں شور و شغب اور گالم گلوچ یا کوئی ایسی بات نہ ہوگی جس سے انسان کی طبیعت کو رنج ہو وہاں جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور فرشتے بھی ان جنتیوں کو سلام کریں گے بعض مفسرین نے فرمایا کہ سلام کے معنی سلامتی کے ہیں لہٰذا وہاں مکمل سلامتی نصیب ہوگی اور جنت میں ان کو صبح و شام کھانا دیا جائے گا، جنت میں دنیا کی طرح سورج کے طلوع و غروب سے صبح و شام نہیں ہوگا وہاں تو ہر وقت ایک خاص قسم کی روشنی اور نور پھیلا ہوا رہے گا، اور صبح و شام کا علم کسی خاص علامات سے ہوگا

یہاں صبح و شام، کھانے کا ذکر انسان کی عام عادت کی وجہ سے فرمایا گیا ہے نہیں تو جنت میں اس قدر فراخی ہوگی کہ جس وقت جس چیز کو جی چاہا وہ فوراً حاضر ہو جائے گی، آخر میں فرمایا کہ جنت کے دائمی وارث وہی بنیں گے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں یعنی ان کی زندگی اللہ و رسول کے احکامات کے مطابق گذرتی ہے۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا

اور ہم بدون آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے اسی کی ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے

كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین

لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں سو اسکی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے ۔

واقعۂ شان نزول صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے آرزو ظاہر فرمائی کہ آپ ذرا زیادہ آیا کیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کئی روز تک نہ آئے تو آپ دل گیر ہوئے اس پر کفار نے آپ پر طنز کرنا شروع کر دیا کہ محمدؐ کا رب ان سے ناراض ہوگیا ہے، اس سے آپ کو مزید تکلیف پہونچی، جب جبرائیلؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے نہ آنے کی وجہ معلوم کی، اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے ماتحت ہیں اس کے حکم کے بغیر ایک پر بھی نہیں ہلا سکتے، ہمارا زمین پر آنا اور آسمان پر جانا سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے جس وقت اللہ اپنی حکمت سے مناسب جانتا ہے ہمیں آپ کے پاس بھیجدیتا ہے کیونکہ ہر زمانے یعنی ماضی مستقبل حال کا اس کو صحیح علم ہے اور اسی طرح ہر مکان یعنی آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کا بھی صحیح اور مکمل علم اسی کو ہے اور وہی ہر چیز کا حقیقی مالک اور اس پر پورے طور پر قادر ہے، بس وہی بہتر جانتا ہے کہ فرشتے کو کس وقت پیغمبر کے پاس بھیجنا ہے، کسی مقرب ترین فرشتے اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے، یا جب چاہے کسی کو اپنے پاس بلالے۔ بس اللہ کا ہر کام ٹھیک وقت پر ہوتا ہے، آپ کا رب بھولنے والا نہیں یعنی ایسا نہیں کہ کہیں ہمارا جانا اس کی مصلحت کے مطابق ضروری ہو اور وہ نہ بھیجے، بھول جائے حاصل یہ کہ میرا کچھ روز نہ آنا نہ تو اللہ کی بھول یا غفلت کی وجہ سے ہے نہ ناراضگی کی وجہ سے بس جب اسکی مصلحت ہوئی بھیجدیا۔

اخیر آیت میں اپنے رسول کو مخاطب فرما کر آپ کی امت کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب مقدس ترین فرشتے اور پیغمبر اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو بس آپ بھی اسی کی ہمیشہ بندگی کیا کیجئے اور کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس میں اس جیسی صفات موجود ہوں، پھر اسکے علاوہ کوئی عبادت کے بھی لائق نہیں، صرف وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک مستحق عبادت و بندگی ہے۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا (۶۶) أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا

اور انسان یوں کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کرکے نکالا جاؤں گا کیا انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ

خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ

اس کو اسکے قبل وجود میں لاچکے ہیں اور یہ اس وقت کچھ بھی نہ تھا سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو جمع کریں گے اور شیاطین

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (۶۸) ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى

کو بھی پھران کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہونگے پھر ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جب

الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا (۶۹) ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا (۷۰) وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا

کریں گے جوان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتا تھا پھر ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق

وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۷۱) ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ

ہیں اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گذر نہ ہو یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو پورا ہو کر رہے گا پھر ہم ان لوگوں

الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا (۷۲)

نجات دیدیں گے جو خدا سے ڈرتے تھے اور ظالموں کو اسمیں ایسی حالت میں رہنے دینگے کہ گھٹنوں کے بل گرپڑیں گے

مرکر دوبارہ زندہ ہونا ضروری ہے

پچھلے رکوع میں نیک و بد لوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا، یہاں ان لوگوں کے شبہات کا جواب دیا جارہا ہے جو مرکر زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے ہیں، چنانچہ یہ منکرین کہتے ہیں کہ جب مرکر ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئیں تو کیا پھر ہم قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے، نہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ جب ان کا کوئی وجود نہ تھا اس وقت ہم نے ان کو بنادیا، زندہ کرکے اٹھادیا تو بھلا جب ہم نے ایک معدوم چیز کو وجود بخش دیا تو پھر اس مادہ میں دوبارہ جان ڈال کر بنادینا ہمارے لئے کیا مشکل ہے، افسوس ہے ان احمقوں پر جو اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے،

اس کے بعد فرمایا ہم ان کو قیامت کے دن زندہ کرکے میدان حشر میں جمع کریں گے اور ان کے ساتھ ان شیاطین کو بھی لائیں گے جو ان کو دنیا میں بہکاتے تھے پھر ان کو دوزخ کے گرد اس حالت میں جمع کریں گے کہ یہ مارے دہشت کے گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے، علامہ بغوی نے

لکھا ہے کہ ہر کافر کو ایک شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ کر میدان حشر میں لایا جائیگا
صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ خوش نصیب ہوں یا بد نصیب، مومن ہوں یا کافر سب کو
جہنم کے گرد اللہ تعالیٰ جمع کریں گے، نیکوں کو یہ بات دکھا کر خوش کرنے کے لئے کہ اللہ نے ان کو جہنم سے
بچالیا، اور بدوں کو زیادہ حسرت و تکلیف ہو بچانے کے لئے کہ نیک لوگ جہنم سے لوٹ کر جنت کی
طرف چلے گئے اور ہم کو جہنم کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔
منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ سرکش تھے انھیں عام مجرموں سے الگ کرلیا جائے گا اور
پھران میں بھی جو سب سے زیادہ سزا کا مستحق اور دوزخ کا حقدار ہوگا اس کو دوسرے مجرموں
سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔
اللہ تعالیٰ قسم کھاکر فرمارہے ہیں کہ ہم فیصلہ کرچکے ہیں ہر نیک و بد، مجرم و بری، مومن و کافر
کو ضرور دوزخ پر سے گذاریں گے، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر کو گیا ہے جسے عام محاورات میں
پلصراط کہتے ہیں، خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سالم گذر جائیں گے اور
گنہ گار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے پھر کچھ مدت بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء وصلحاء کی شفاعت
سے اور آخر میں ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہ گار جنھوں نے سچے اعتقاد سے کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے
نکالے جائیں گے صرف کافر باقی رہ جائینگے اور دوزخ کا منھ بند کردیا جائے گا،
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر آدمی کو داخل کیا جائیگا مگر جو نیک لوگ
ہوں گے ان پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اور وہ بے فکر ہو کر اس میں آرام سے گذر جائیں گے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ

اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں

الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ

مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں

اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ

جو سامان اور نمود میں ان سے کہیں اچھے تھے آپ فرمادیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جارہا ہے

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو خواہ قیامت کو سو ان کو معلوم ہوجاویگا کہ برا

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ

مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھاتا ہے اور جو نیک کام ہمیشہ

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

کیلئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں

کافرین کا مغالطہ

کافرین ومنکرین قرآن کریم کی وہ آیتیں سنکر جن میں ان کا برا انجام بیان کیا گیا ہے ہنستے ہیں اور غریب مسلمانوں سے بطور مذاق اور فخر کے کہتے ہیں کہ ہم مال و دولت اور عزت وشہرت میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں، تم ہر طرح سے مجبور ہو اور تم میں سے بہت سے لوگ ہم سے خوف کھا کر کوہ صفا کی گھاٹی میں نظر بند ہیں، بس لو انعام واکرام اس شخص پر ہوتا ہے جس سے اس کا مالک خوش ہو، معلوم ہوا پروردگار عالم کے ہم محبوب وپسندیدہ ہیں تم نہیں لہذا ہم حق پر ہوئے تم باطل پر۔

کافرین کے اس مغالطہ کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ دنیا کی چند روزہ دولت وشہرت نہ پروردگار عالم کے نزدیک محبوب وپسندیدہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی وہ دنیا میں کسی ذاتی کمال کی علامت سمجھی جاتی ہے تم سے پہلے بہت سی ایسی قومیں گذر چکی ہیں جو دنیوی ساز وسامان اور شان وشوکت میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں، لیکن جب انھوں نے انبیاء کے مقابلے میں سرکشی وتکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ونشان ہی مٹا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ گمراہ لوگوں کو ہم نے ابھی ڈھیل دے رکھی ہے، جب عذاب کا مقررہ وقت آجائے گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں تب ان کو پتہ چلے گا کہ دولت وشہرت اور جماعت وپارٹی کچھ کام نہ آئے گی بس اصل دولت ایمان وعمل صالح ہیں، یہی ہمیشہ کام آنے والی چیز ہے، ہر شخص کو اس میں کوشش کرکے اپنی دنیا وآخرت کو کامیاب بنانا چاہیے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا کہ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو مال اور اولاد ملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ

ہوگیا ہے کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے ہرگز نہیں ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اسکے

الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اسکی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جاویں گے اور وہ ہمارے

اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ

پاس تنہا ہو کر آوے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ باعث عزت ہوں

ضِدًّا ﴿۸۲﴾

ہرگز نہیں وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے

تفسیر:- بخاری و مسلم شریف میں حضرت خبابؓ بن ارت کا بیان ہے کہ میں لوہار کا کام کرتا تھا میں نے عاص بن وائل کا کچھ کام کیا اور جب اس سے اپنی مزدوری لینے گیا تو اس نے کہا جب تک تو محمد کی پیروی نہیں چھوڑے گا میں اس وقت تک تیری مزدوری نہیں دوں گا۔ میں نے کہا جب تو مر کر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اس وقت تک بھی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں چھوڑونگا اس نے کہا کہ کیا میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا؟ میں نے کہا ہاں ضرور زندہ ہوگا۔ اس نے کہا کہ پھر وہاں میرا مال واولاد بھی میرے پاس ہوگا اسی وقت میں تیری مزدوری ادا کردوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ کیا اس کو غیب کا علم ہے یا اللہ نے اس سے کوئی وعدہ کر لیا ہے جو اتنے یقین سے کہہ رہا ہے کہ تیری مزدوری اس وقت دوں گا، ایسا ہرگز نہیں، اس کا مال ودولت یہیں رہ جائے گا اس کے صرف ہم مالک ہوں گے، قیامت کے روز یہ اکیلا ہمارے دربار میں حاضر ہوگا ہم اس کی سزا بڑھادیں گے، ایک کفر کی سزا اور دوسرے ہماری آیات کا مذاق اڑانے کی سزا، غرضیکہ اس کو ڈبل سزا دی جائے گی۔

ان کافرین کو اپنے مال واولاد سے بڑھ کر اپنے باطل معبودوں (بتوں) پر گھمنڈ ہے اور ان سے امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ آخرت میں ہمیں بڑے بڑے درجات دلائیں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ ان کے مخالف ہوجائیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے الہ العالمین تو ان کو سخت عذاب دے کہ انھوں نے تجھکو چھوڑ کر ہمیں اپنا معبود بنالیا تھا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو خوب ابھارتے رہتے ہیں، سو آپ ان کے

عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ

لئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کرینگے اور مجرموں کو

إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس اجازت لی ہے۔

تفسیر:- ان آیات میں کفار کے متعلق ارشاد ہے کہ شیاطین ان کو بُرے کاموں پر ابھارتے ہیں اور پھر خود اپنے اختیار سے شیطان کی اطاعت اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں آپ ان کے لئے عذاب جلد آنے کی دعا نہ کیجئے اللہ نے ان کو گنے چنے دنوں یعنی دنیوی زندگی تک کی ڈھیل دے رکھی ہے اس کے بعد عذاب ہی عذاب ہے ان کا ایک ایک عمل ہمارے یہاں لکھا ہوا ہے جس کی ان کو پوری پوری سزا دی جائے گی اور ان مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکا جائیگا اور وہاں کوئی ان کا سفارشی بھی نہ ہوگا، کیونکہ شفاعت خاص ہے مومنین کے لئے، یہ حال تو کافرین کا بیان ہوا کہ ان کو ذلت آمیز سزا دی جائے گی اور جو مومنین متقین ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ حضرات احکم الحاکمین کے دربار میں نہایت عزت واکرام کے ساتھ اپنی اپنی پسندیدہ سواری پر پہونچیں گے اور بعض روایات میں ہے کہ جنت کی طرف جائیں گے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر رکھی ہے تم نے یہ ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اسکے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان

وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن

پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت

يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَّقَدْ أَحْصَاهُمْ

کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں اس نے سب کو احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے روز سب اسکے پاس تنہا تنہا حاضر ہونگے

اللہ اولاد سے بے نیاز ہے :- کافرین کی ایک جماعت غیر اللہ کو معبود مانتی ہے اور ایک جماعت اس کے لئے

اولاد مانتی ہے چنانچہ نصاریٰ حضرت مسیح ؑ کو اور یہود حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں، ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ان کافرین نے یہ ایسی سخت گستاخانہ بات منہ سے نکالی ہے جسے سنکر اگر آسمان وزمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں، ان کی اس بھاری گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے اور دونوں جہاں تہس نہس ہو جائیں اور آسمان وزمین کے پرخچے اڑجائیں تو بجا ہے مگر یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ وہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا، جس خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی توحید پر آسمان وزمین، پہاڑ اور دونوں جہاں کا ذرہ ذرہ گواہی دیتا ہے اس کے لئے اس کمزور وحقیر انسان کی یہ جرأت کہ وہ اس کے لئے اولاد ثابت کرتا ہے جبکہ اللہ کی ذات اولاد سے بالکل بے نیاز ومستغنی ہے

انھی آیات میں کافرین کو سمجھانے کے لئے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی آسمان وزمین میں ہے وہ سب اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر قیامت کے دن پوری مخلوق اسکے سامنے حاضر ہوگی، پھر وہ اولاد کیسے ہو سکتے ہیں اور جس ذات کے سب محتاج ہوں اسے اولاد بنانے کی کیا ضرورت۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دیگا سو ہم نے اس قرآن کو آپ

بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ

کی زبان میں اسلئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلادیں

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں

تفسیر ان آیات میں ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر اعمال صالحہ کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ اخروی نعمتوں کے علاوہ دنیا میں یہ نعمت بھی عطا فرمائے گا کہ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دے گا، چنانچہ بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیل ؑ سے فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبرئیل ؑ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں اور تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر یہ محبت زمین والوں میں اترآتی ہے تو زمین والے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ بعض مفسرینؒ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت ڈال دیتا ہے یا خود ان سے محبت کرنے لگتا ہے یا مخلوق کے دل میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ قرآن عظیم خوب کھول کھول کر آسان و عام فہم زبان میں پرہیزگاروں کو خوشخبری سناتا ہے اور جو قرآن کو نہیں مانتے ان کو انجام بد سے ڈراتا ہے انھیں پچھلی ان قوموں کے واقعات سناتا ہے جن کو ان کی نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا آج ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں اللّٰہم احفظنا منہ

الحمد للہ سورہ مریم کی تفسیر بتوفیقہ تعالیٰ پوری ہوئی

آیاتہا ۱۳۵ (۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۴۵) رکوعاتہا ۸

سورہ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۳۵ آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ

طٰہٰ۔ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے اتارا جو ڈرتا ہو یہ

خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝۴ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اسکی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں،

السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝۷ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝۸

اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی بات کو اور اس سے زیادہ خفی کو جانتا ہے اللہ ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسکے،

سورہ طٰہٰ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے بھی دو ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور یٰسٓ کی تلاوت فرمائی جسے سنکر فرشتے کہنے لگے وہ امت بڑی خوش نصیب اور مبارک ہے جس پر یہ سورتیں نازل ہوں گی اور مبارک ہیں وہ سینے جو ان کو حفظ کریں گے اور مبارک ہے وہ زبانیں جو ان کی تلاوت کریں گی یہی وہ مبارک سورت ہے جس نے حضور علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرکے نکلنے والے عمر بن خطاب کو ایمان قبول کرنے

اور حضورؐ کے قدموں میں گرنے پر مجبور کر دیا جس کا واقعہ مشہور ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو غریب بتلایا ہے۔

طٰہٰ حروف مقطعات میں سے ہے اس کی تفصیل سورۂ بقرہ کے شروع میں گذر چکی ہے۔ جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو آپ اور صحابۂ کرام تمام رات عبادت میں کھڑے رہتے اور تلاوت قرآن کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر ورم آگیا اور پھر دن بھر اس فکر اور جد و جہد میں رہتے کہ کسی طرح کفار و مشرکین ہدایت پر آجائیں، ایمان قبول کرلیں، اس آیت میں آپ کو ان دونوں قسم کی مشقتوں سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت و تکلیف میں پڑ جائیں تمام رات جاگنے اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کا معمول بن گیا کہ شروع رات میں آرام فرماتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے تھے۔

اسی طرح اس آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ آپ کا فرض صرف دعوت و تبلیغ ہے یہ فکر آپ کے ذمہ نہیں کہ کون ایمان لایا اور کس نے دعوت قبول نہیں کی۔

کفار آپ کی محنت و ریاضت دیکھ کر بطور طنز کہنے لگے کہ قرآن کیا نازل ہوا بیچارے محمدؐ سخت تکلیف اور مشقت میں پڑ گئے، اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے انھی آیات میں دیا ہے کہ قرآن محنت و مشقت نہیں بلکہ رحمت و نور ہے جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اور فرمایا گیا کہ یہ قرآن مقدس اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا وہ تنہا مالک ہے اور عرش پر اپنی شایان شان جلوہ افروز ہے، عرش کے متعلق روایات میں ہے کہ اس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اٹھانے والے ہیں اور عرش آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ عرش سے متعلق تفصیلات سورۂ اعراف میں گذر چکی ہیں۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت و بندگی کی مستحق صرف وہی ذات ہے جو ہر چیز کی خالق و مالک اور قادر مطلق ہے اس کے بڑے اچھے اچھے نام ہیں جو اس کی اعلیٰ صفات و کمالات پر دلالت کرتے ہیں اسماء الحسنیٰ کی تفصیل سورۂ اعراف میں مذکور ہے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰىۘ ﴿٩﴾ إِذْ رَأٰى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوٓا إِنِّيٓ آنَسْتُ نَارًا

اور کیا آپ کو موسیٰؑ کی خبر بھی پہونچی ہے جبکہ انھوں نے ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ

لَّعَلِّيٓ آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتٰىهَا نُودِيَ يٰمُوسٰىٓ ﴿١١﴾

دیکھی ہے، شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے سو وہ جب اس کے پاس

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ

پہونچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں بس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو اور میں نے

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ

تم کو منتخب فرمایا ہے سو جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور

لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا

میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو کہ بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے

يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

کیے کا بدلہ مل جائے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم تباہ نہ ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰؑ کی مدین سے مصر واپسی

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو قصہ بیان کیا جا رہا ہے یہ اس وقت کا ہے جب حضرت موسیٰؑ شہر مدین سے ملک مصر کو روانہ ہوئے، مدین میں حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہو گیا تھا، تقریباً دس سال کے بعد آپ نے اپنے سسر حضرت شعیبؑ سے اجازت چاہی کہ میں اب اپنی والدہ اور بہن سے مصر ملنے جاتا ہوں دس سال کا عرصہ بیت جانے کے بعد ان فرعونی سپاہیوں کا خطرہ بھی سر سے ٹل گیا ہے، غرضیکہ آپ اپنی حاملہ بیوی کو ساتھ لے کر چل دیئے، بکریوں کا گلہ بھی ساتھ تھا سردی کی اندھیری رات تھی، آپ راستہ بھول گئے بکریاں اِدھر اُدھر ہو گئیں اور بیوی کو دردِ زہ شروع ہو گیا، اندھیرے اور سردی کی وجہ سے سخت پریشان تھے چقماق سے آگ جلانا چاہی مگر نہ جل سکی، پہلے زمانے میں ماچس نہیں ہوتی تھی، لوگ ایک پتھر سے دوسرے پتھر کو رگڑ کر اس کی چنگاری سے آگ جلاتے تھے اسی کو چقماق کہتے ہیں، اس کس مپرسی کے عالم میں ایک آگ نظر آئی جو حقیقت میں ایک نور تھا، حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں یعنی بیوی اور خادم سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے لئے آگ لے کر آتا ہوں اور ممکن ہے وہاں کوئی راستہ بتلانے والا مل جائے، غرضیکہ آپ کوہ طور کے داہنی جانب کے حصہ میں پہونچے جس کا نام طویٰ ہے وہاں آپ نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں خوب زور کی آگ لگ رہی ہے اور جس قدر یہ آگ بھڑکتی ہے اسی قدر درخت کی شاخیں سرسبز و شاداب ہو کر لہلہاتی ہیں، آپ اس درخت کے جب بھی قریب جاتے کہ کوئی شاخ جلتی ہوئی گرے تو میں اس کو لے کر واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاؤں تو اسی وقت وہ نورانی درخت پیچھے ہٹتا چلا جاتا، آپ گھبرا کر پیچھے لوٹتے تو وہ درخت پھر آپ کے قریب آجاتا اس حیرانی

کے عالم میں اس درخت سے آواز آئی، اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں، یہ آواز سن کر حضرت موسیٰؑ نے کئی مرتبہ لبیک کہا اور عرض کیا اے میرے رب میں آپ کی آواز سن رہا ہوں اور آہٹ بھی محسوس کر رہا ہوں، مگر یہ نہیں دیکھ پا رہا ہوں کہ آپ کہاں ہیں، جواب آیا، اے موسیٰؑ میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیری جان سے زیادہ قریب ہوں، حضرت موسیٰؑ یہ آواز ہر سمت سے اور اپنے بدن کے ہر عضو سے سن رہے تھے جو ایک معجزہ تھا، حضرت موسیٰؑ کو جب یقین ہوگیا کہ یہ میرے رب کی آواز ہے اور آپ مطمئن ہوگئے تو آواز آئی اے موسیٰؑ اپنی جوتیاں اتار دو تم اس وقت ایک پاک میدان طُویٰ میں ہو، آپ نے فوراً اپنی جوتیاں نکال دیں، پھر آواز آئی اے موسیٰؑ ہم نے تم کو اپنی نبوت و رسالت کے لئے تمام جہان والوں میں سے منتخب فرمالیا ہے ۔

خدا کے دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال؛ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے ۔

لہٰذا آگے تم سے جو کہا جارہا ہے اسے پوری توجہ سے سنئے پھر آواز آئی میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میرے ہی لئے نماز پڑھا کرو اور سنو قیامت آنے والی ہے اور میں اس کو تمام مخلوق سے چھپا کر رکھنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ انبیاء اور فرشتوں سے بھی، تاکہ لوگ قیامت اور آخرت کی فکر سے ایمان و عمل صالح پر قائم رہیں کہ نہ جانے قیامت کب آجائے۔ اور قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے تاکہ ہر شخص کو اسکے اچھے برے کئے کا پورا پورا بدلہ مل جائے۔

اخیر میں حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرکے پوری امت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیا پرست کافرانہ چاپلوسی سے آپ کو قیامت پر یقین رکھنے کے سلسلہ میں ـــــ غفلت میں نہ ڈالدیں اور آپ آخرت کے لئے کچھ تیاری نہ کرسکیں اور ہلاکت میں پڑجائیں۔

وَمَا تِلۡكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ

اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰؑ انھوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں

وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلۡقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ﴿۲۰﴾

پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام نکلتے ہیں ارشاد ہوا کہ اس کو ڈال دو اے موسیٰؑ سو انھوں نے اس کو ڈال

قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ

دیا یکایک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ اسکو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کردیں گے اور تم

تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى ﴿۲۳﴾ اِذۡهَبۡ اِلٰى

اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دے لو وہ بلا کسی عیب کے نہایت روشن ہوکر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہوگی، تاکہ ہم تم کو اپنی بڑی

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾

نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے ۔

حضرت موسیٰؑ کی اللہ سے ہم کلامی

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے سوال کیا تمہارے داہنے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے؟ حضرت موسیٰؑ سے یہ سوال ان کو مانوس کرنے اور ان کی وحشت کو دور کرنے کے لئے کیا گیا ۔ نیز اس لاٹھی کو آئندہ بطور معجزہ سانپ بنانا تھا اسلئے سوال کیا تاکہ آپ کو خوب ذہن نشین ہوجائے کہ یہ میری لاٹھی ہی ہے ، نہیں تو اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ، وہ خوب جانتا تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے ۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا اے میرے پروردگار یہ میری لاٹھی ہے (علامہ بغوی رہ نے لکھا ہے کہ اس لاٹھی کا اوپر والا سرا دو شاخہ تھا ، اور نیچے والے سرے میں برچھی لگی ہوئی تھی) میں اس لاٹھی پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر درخت سے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میں اپنی اور بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں ۔

حضرت موسیٰؑ کو صرف اتنا جواب دینا چاہیئے تھا کہ یہ لاٹھی ہے مگر آپ نے جواب بہت لمبا دیا کہ لاٹھی کے فائدے اور کام بتانے شروع کر دیئے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب سے بات کرتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ کرتا ہی چلا جاؤں بس جب آپ کو اپنے محبوب حقیقی سے گفتگو کرنے کا موقع ملا تو آپنے اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھ کر گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا مگر ساتھ ہی جب یہ خیال آیا کہ شہنشاہ عالم کے دربار میں کھڑا ہوں کہیں لمبی گفتگو کرنا بے ادبی اور گستاخی میں شمار نہ ہوجائے فوراً ہی اپنے کو قابو میں کیا اور گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے بات ختم کر دی کہ میں اس لاٹھی سے اور بہت سا کام لیتا ہوں

ع عشق کہتا ہے جنوں کا جوش رہنا چاہیئے ، ضبط کی تاکید ہے خاموش رہنا چاہیئے
قصہ موسیٰ سبق ہے ہوش والوں کے لئے ، کس طرح عشاق کو خاموش رہنا چاہیئے

بہرحال جب یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ یہ لاٹھی ہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈالدو ، ڈالتے ہی وہ اژدہا بن کر زمین پر دوڑنے لگی ، حضرت موسیٰ یہ منظر دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوفزدہ ہوگئے ۔ اللہ نے فرمایا اس اژدہا کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیجئے یہ پھر سے آپ کی لاٹھی بن جائے گی ، یہ ایک معجزہ آپ کو عطا کیا گیا ، اور دوسرا معجزہ یہ دیا گیا کہ اپنا داہنا ہاتھ اپنی بائیں بغل میں دبا کر نکالو تو وہ (بلا کسی عیب مرض برص وغیرہ کے) خوب روشن اور چمکتا ہوا نکلے گا ، ان دو اہم معجزات سے مسلح فرما کر اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ سرکش فرعون کو جا کر ایمان کی دعوت دیں ۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا

عرض کیا اے رب میرے میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا کام آسان کر دیجئے اور میری زبان پر سے بستگی ہٹا دیجئے تا لوگ میری بات

قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾

سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری

وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا

قوت مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے کام میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی بیان کریں اور آپ کا خوب

بَصِيرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾

کثرت سے ذکر کریں بیشک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں، ارشاد ہوا کہ تمہاری ہر درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ ؑ

حضرت موسیٰ ؑ کی پانچ دعائیں

حضرت موسیٰ ؑ کو جب کلام الٰہی کا شرف حاصل ہوا اور نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو موسیٰ ؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ اس عظیم منصب کی ذمہ داریاں آپ کی مدد سے ادا ہو سکتی ہیں لہذا ہر موقع پر آپ میری بھرپور مدد فرمائیے،

ان آیات میں حضرت موسیٰ کی پانچ دعاؤں کا ذکر ہے ۱ میرا سینہ کھول دیجئے اور اس میں ایسی وسعت فرما دیجئے جو علوم نبوت کی متحمل ہو سکے۔ اور لوگوں کو ایمانی دعوت پہونچانے میں جو ناگوار واقعات پیش آئیں ان کو برداشت کر سکے ۲ اس دعوت و تبلیغ کی اہم خدمت کو انجام دینا میرے لئے آسان فرما دیجئے ۳ میری زبان کی لکنت ختم کر دیجئے تاکہ لوگ میری بات بآسانی سمجھ سکیں۔ حضرت موسیٰ ؑ کی پرورش فرعون کے دربار میں ہوئی۔ ایک روز حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور اس کے منھ پر طمانچہ مارا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ کھیل رہے تھے آپ نے وہ فرعون کے سر پر ماری جس سے فرعون کو غصہ آ گیا اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو آپ کو اور آپ کی حکومت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ ڈاڑھی پکڑ کر طمانچہ مارنے پر فرعون کو گمان ہوا کہ یہ وہی لڑکا ہے اس لئے فرعون نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا مگر فرعون کی بیوی آسیہ جو نیک عورت تھی اس نے کہا یہ بچہ ہے اس کو اچھے بُرے کی کچھ تمیز نہیں آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں اور غصہ ختم کر دیں، مگر فرعون نہ مانا تو ایک تدبیر اس کے سامنے کی گئی کہ آگ کے انگارے اور ہیرے جواہرات آپ کے سامنے رکھ دیئے چونکہ انبیاء علیہم السلام کو بچپنے ہی سے

اعلیٰ صلاحیت اور عقل و شعور سے نوازا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ ؑ کا ہاتھ ہیرے جواہرات کی طرف بڑھا مگر فوراً ہی اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل ؑ نے آپ کا ہاتھ انگارے کی طرف موڑ دیا۔ آپ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا اس سے زبان جل گئی اور لکنت کا مرض پڑ گیا۔ اس کے لئے اللہ سے دعا کی، کہ میری زبان کا یہ عیب ختم کر دیجئے تاکہ میں آپ کے احکامات لوگوں کو اچھی طرح سمجھا سکوں نیز میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارون کو میرے اس دعوت و تبلیغ کے کام میں معاون مقرر کر دیجئے، اور ان کو بھی نبوت سے سرفراز فرما دیجئے تاکہ میرے دل کو تقویت ملے اور ہم دونوں مل کر خوب آپ کے احکامات کی تبلیغ کریں اور خوب ذکر و تسبیح کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام دعاؤں کو قبول فرمایا چنانچہ انھی آیات کے آخر میں ارشاد ہے کہ اے موسیٰ ؑ ہم نے آپ کی مانگی ہوئی تمام چیزیں آپ کو دیدیں

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ

اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تم پر احسان کر چکے ہیں جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی یہ کہ

فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَ

موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈالدو پھر ان کو دریا کنارے تک لے آئیگا کہ ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو

عَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ

میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا اور تاکہ تم میری

فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

نگرانی میں پرورش پاؤ جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو

تَحْزَنَ ۚ

اس کو پالے رکھے پھر ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور انکو غم نہ رہے

حضرت موسیٰ کی فرعونیوں سے نجات

ان آیات میں فرمایا گیا ہے[1] کہ اے موسیٰ ؑ اس سے پہلے ایک بہت بڑا احسان ہم تم پر بغیر درخواست کے کر چکے ہیں جبکہ حکم بھیجا ہم نے آپ کی والدہ کے پاس ایک ایسے معاملہ کا جو

[1] حضرت موسیٰ ؑ و فرعون کے جو حالات یہاں بیان کئے جا رہے ہیں یہ قدرے تفصیل سے آسان تفسیر پارہ ۹ میں بھی بیان ہو چکے ہیں ان کا بھی مطالعہ کر لیجئے۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ۔

صرف الہام سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ فرعونی سپاہی جو اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے پر مقرر تھے اسے بچانے کے لئے آپ کی والدہ کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ ان کو ایک صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈالدیں اور ان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ کریں، ہم ان کو حفاظت سے رکھیں گے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچا دینگے جو ہمارا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی، اس سے مراد فرعون ہے اللہ کا دشمن ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتا تھا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا مگر بچہ کا دشمن ہونا ظاہر نہیں اس کا دشمن ہونا انجام کے اعتبار سے ہے کہ آخر کار ایک ایسا وقت آئیگا کہ فرعون موسیٰ ؑ کا دشمن ہوجائیگا اور پھر آپ کے پاس ہی واپس پہونچا دیں گے

چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ کی والدہ نے بچہ کو صندوق میں بڑا کر صندوق کو دریا میں ڈالدیا، اس دریا سے ایک ندی کٹ کر فرعون کے باغ میں جاتی تھی یہ صندوق اس میں بہہ کر باغ کے کنارہ پر جالگا، فرعون کی بیوی آسیہ جو ایک نیک عورت تھی جب اس نے اس صندوق کو دیکھا تو اس میں ایک صحت مند خوبصورت بچہ دیکھ کر خوش ہوگئی، اور فرعون کے پاس اس کو لے گئیں اور کہنے لگیں کہ ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں گے، فرعون نے بیٹا بنانے کا اقرار تو نہیں کیا مگر اپنی بیوی کی خاطر اس کی پرورش بیٹوں کی طرح کی، البتہ اس بچہ کو دیکھ کر فرعون کو بھی محبت آئی، آخر کیوں نہیں آتی جبکہ حق تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ ہم مخلوق کے دل میں تیری محبت ڈال دیں گے جو دیکھے گا وہ تجھ سے محبت و پیار کرے گا، یا یہ کہ تجھ پہ اپنی محبت ڈالدی یعنی موسیٰ محبوب خدا ہے اور جس سے خدا محبت کرے اس سے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔

صندوق کو دریا کے حوالے کردینے کے بعد حضرت موسیٰ ؑ کی والدہ بہت غمگین و پریشان تھیں کہ نہ جانے میرا لخت جگر کس حال میں ہے زندہ ہے یا دریائی جانوروں نے کھالیا ہے اس پریشانی کے عالم میں آپ وہ وعدہ بھی بھول گئیں جو حضرت موسیٰ ؑ کی حفاظت اور کچھ دن بعد واپس ملنے کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، بہرحال اپنی بیٹی سے کہا کہ اپنے بھائی کا خفیہ طور پر پتہ لگا کر لائے کس حال میں ہے، بہن نے دیکھا کہ بھائی کو شاہی کنیزیں لئے ہوئے ہیں اور وہ کسی انّا کا دودھ نہیں پی رہے ہیں بہن نے موقع غنیمت جانا اور کنیزوں سے عرض کیا کہ میں ایک دودھ پلانے والی کا پتہ دوں شاید یہ اسکا

اقوال و تحقیق

اَوْحَيْنَا الخ یعنی خواب میں یا بیداری میں بطور الہام کے یا اس زمانہ کے کسی نبی کی زبانی یا کسی فرشتہ کے ذریعہ آپ کی ماں کے پاس وہ حکم بھیجا جس کا بھیجا جانا مناسب تھا، والدۂ حضرت موسیٰ کے پاس جو وحی (حکم الٰہی) آئی وہ بطور نبوت کے نہ تھی جس سے ان کو نبی کہا جائے، اور پھر جس قدر نبی ہوئے ہیں وہ تمام مرد ہوئے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوئی حتیٰ کہ حضرت مریم بھی نبی نہیں ہیں جب کہ ان کے پاس فرشتہ اللہ کا حکم (وحی) لے کر آتا تھا۔

دودھ پکڑلے، کنیزیں بچہ کے دودھ نہ پینے سے پریشان ہو چکی تھیں انھوں نے کہا اس عورت کو فوراً دربار میں لے کر آؤ، یہ اپنی والدہ کو لے کر گئیں بچہ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا، فرعون کی بیوی آسیہ بہت خوش ہوئی، اس نے کہا تم دربار میں رہ کر اس کو دودھ پلاؤ آپ نے کہا میں یہاں نہیں رہ سکتی آپ بچہ مجھے دیدیجئے میں اپنے گھر لے جاکر اس کی خوب اچھی طرح پرورش کروں گی آسیہ نے اس کو منظور کرلیا، آپ شاہی اکرام کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کو اپنے گھر لے آئیں۔

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۥ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ

اور تم نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تمکو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تمکو خوب خوب محنتوں میں ڈالا پھر

مَدْيَنَ ۥ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾

مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم آئے اے موسیٰؑ اور میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں ایک فرعونی کا قتل

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کے کنارے کنارے جارہے تھے اس وقت آپ جوان ہو چکے تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ان میں ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا فرعونی، آپ کو دیکھ کر اسرائیلی چلایا، اور آپ سے مدد چاہی آپ نے قبطی (فرعونی) کے ایک گھونسا مارا جس کو وہ برداشت نہ کرسکا اور مرگیا، اس پر آپ کو بہت غم و افسوس ہوا کہ میں دنیا میں بھی پکڑا جاؤں گا اور آخرت میں بھی مواخذہ ہوگا اللہ نے ان دونوں پریشانیوں سے اس طرح نجات دی کہ آپ کو توبہ واستغفار کی توفیق بخشی، اللہ نے آپ کو معاف کر دیا اور دنیوی پریشانی سے اس طرح نجات دی کہ ملک مصر سے نکال کر شہر مدین پہونچا دیا یہاں آپ تقریباً دس سال رہے اور یہیں آپ کی شادی حضرت شعیبؑ کی بیٹی سے ہوگئی اس کے بعد اللہ نے آپ کو مدین سے نکالا اور راستہ بھلا کر کوہ طور پر پہونچا دیا جہاں آپ کو اپنا مقرب بناکر نبوت سے نوازا، یہ پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ ان شاء اللہ پارہ ۲۰ سورہ قصص میں بیان ہوگا

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

بہت نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے

تفسیر: ان آیات میں حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ اور آپ کے بھائی ہارون دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی مچا رکھی ہے، خدائی کا دعویٰ کر رکھا ہے، بس تم اپنے رب کے احکامات کی تبلیغ میں پوری مستعدی سے لگ جاؤ اور جو معجزات ہم نے تم کو دیئے ہیں ان کو بوقت ضرورت استعمال کرنا، اور ہمہ وقت اللہ کا خوب ذکر کرنا خاص طور پر تبلیغ کے وقت، اہل اللہ کے لئے کامیابی کا بڑا ذریعہ اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار ذکر الٰہی ہی ہے، فرعون کو جو دعوت پیش کرو وہ نرم لہجہ میں پیش کرنا اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں فرعون اپنے تکبر و بڑائی کی وجہ سے سرکشی پر نہ اتر آئے اس کی سرکش طبیعت کو دیکھتے ہوئے اگرچہ قبولیت کی امید نہیں مگر تم یہ سوچ کر اس کو نصیحت کرنا ممکن ہے ہماری بات پر غور و فکر کی اس کو توفیق ہو جائے اور وہ نصیحت قبول کرلے یا اللہ کے جلال و قدرت کو سنکر اس کو کچھ خوف ہو اور ایمانی دعوت پر لبیک کہہ دے۔

تنبیہ: مبلغین دعوت و تبلیغ اور نصیحت کرنے والے حضرات کو دعوت و نصیحت نرمی و خوش اخلاقی کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے ارشاد

اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا

ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، سب سنتا دیکھتا ہوں سو تم اسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار

تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ

کے فرستادے ہیں سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان

اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

لائے ہیں اور ایسے شخص کیلئے سلامتی ہے جو راہ چلے ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو جھٹلادے اور روگردانی کرے

فرعون کو تبلیغ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون کو حکم فرمایا کہ تم دونوں جاکر فرعون کو تبلیغ کرو، تو انھوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ہماری بات سننے پر آمادہ بھی ہوگا یا نہیں، ممکن ہے وہ ہماری پوری بات سننے سے پہلے غصہ میں بھر آئے اور ہم پر ظلم و زیادتی کرنے لگے جس سے تبلیغ کا کام نہ ہو پائے، یا ممکن ہے وہ پہلے سے زیادہ سرکشی پر اتر آئے اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگے، حق تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا جو باتیں تمھارے اور اس

کے درمیان ہوں گی اور وہاں جو حالات تمکو پیش آئینگے میں وہ سب دیکھتا اور سنتا رہوں گا، میں کسی وقت تم سے علیحدہ نہیں میری مدد ونصرت تمہارے ساتھ ہے، گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں، تم بلاکسی اندیشہ کے اسکے پاس جاؤ چنانچہ دونوں نبی فرعون کے پاس پہونچے اور دین وایمان کی دعوت دی، فرمایا فرعون کا اور تمام مخلوق کا کوئی رب ہے جو رسول بھیجتا ہے ہم دونوں اسی کے رسول ہیں لہذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہئے۔ اور دوسری دعوت جس کی اس وقت خاص ضرورت تھی یعنی بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی ذلت آمیز اور دردانگیز غلامی سے نجات دلانا، فرمایا اس شریف النسل خاندان پر ظلم وستم کرنا بند کرو اور ان کو ذلیل ترین غلامی سے آزادی دے کر ہمارے ساتھ جانے دے تاکہ جہاں چاہیں یہ آزادانہ زندگی بسر کرسکیں ان کو اپنی عبادت کے لئے مجبور نہ کر حقیقی رب کی عبادت آزادی سے کرنے دے۔

حضرت موسیٰؑ وہارونؑ نے فرعون سے فرمایا ہمارا نبوت کا دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر ہم خدائی نشان لے کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں معجزہ عطا فرمایا ہے بس جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ پر چلے گا اس کے لئے عذاب الٰہی سے سلامتی ہے اور جو حق کو جھٹلائیگا اور اس سے روگردانی کرے گا اس کے لئے اللہ کا سخت عذاب ہے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾

وہ کہنے لگا پھر تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ، موسیٰؑ نے کہا کہ رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکے مناسب بناوٹ عطا فرمائی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ

پھر رہنمائی فرمائی فرعون نے کہا اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا، موسیٰؑ نے فرمایا ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر

وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ

میں ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے، وہ ایسا ہے جس نے تم لوگوں کیلئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے واسطے

السَّمَاءِ مَاءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ

راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اسکے ذریعہ سے اقسام مختلف کے نباتات پیدا کئے خود کھاؤ اور اپنے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾

مواشی کو چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں

فرعون کے بعض سوال اور ان کے جواب

فرعون نے دعوت ایمان قبول کرنے کے بجائے مختلف قسم کے سوال شروع کر دیئے۔ کہنے لگا یہ بتاؤ تم

دونوں کا رب کون ہے جس کے بھیجے ہوئے تم یہاں رسول بن کر آئے ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا ہم دونوں کا بلکہ تمام مخلوق کا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر ان میں جو جاندار چیزیں تھیں ان کو ان کی ضرورت کی چیزوں کی طرف رہنمائی فرمائی چنانچہ ہر جاندار اپنی مناسب غذا رہنے کی جگہ اور اپنا جوڑا ڈھونڈ لیتا ہے۔

اس جواب میں حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب کی وہ صفت بیان فرمائی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی یہ دعوی کر سکتا ہے کہ یہ کام ہم نے یا دوسرے انسان نے کیا، بہر حال فرعون یہ جواب سنکر حیران رہ گیا اور حضرت موسیٰؑ کو الجھانے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا، اس نے ایک سوال او کیا کہ پہلی امتیں اور قومیں جو بتوں کی پوجا کرتی تھیں آپ کے نزدیک وہ کیسے ہیں، ان کا انجام کیا ہوا فرعون کا مقصد اس سوال سے یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کے جواب میں فرمائیں گے سب گمراہ اور جہنمی ہیں، (جو اس کا اصل جواب ہے) تو مجھے یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ یہ تو ساری دنیا ہی کو بے وقوف، گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں اور لوگ یہ سن کر موسیٰؑ سے بدگمان اور ان کے مخالف ہو جائیں گے بس ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا، مگر حضرت موسیٰؑ نے اس کا ایسا حکیمانہ جواب دیا جس سے اس کا پورا مقصد اور منصوبہ فوت ہو کر رہ گیا۔ فرمایا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے کہ ان کا کیا انجام ہوا ہوگا میرا رب نہ غلطی کرتا ہے، نہ بھولتا ہے وہ اس طرح کی تمام چیزوں سے پاک وصاف ہے، اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت ہے اور ان کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل بیان فرمائی، ارشاد ہے کہ تمھارا رب ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا جس پر تم آسانی سے کاشت کرتے ہو اور مکانات بناتے ہو اور تمھارے واسطے چلنے کو راستے بنائے کر دادیوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر راہیں نکالدیں جن پر چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ (اور ایک ملک سے دوسرے ملک) جاسکتے ہو، اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے مختلف قسم کے غلے سبزیاں، چارہ گھانس پھل پھول وغیرہ پیدا فرمایا، ان میں کچھ تمھارے کھانے کے لئے ہے اور کچھ تمھارے جانوروں کے لئے پھر ہر نباتات، جڑی بوٹی پھل پھول درخت چھال میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی خاصیتیں رکھی ہیں کہ علم طب اور ڈاکٹری کے ماہرین حیران ہیں اور ہزاروں سال سے اس کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہونے کے باوجود کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے متعلق جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ حرف آخر ہے، اسی لئے اس کے آخر میں فرمایا کہ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں عقل والوں کے لئے کہ وہ ان میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کو بآسانی پہچان سکتے ہیں۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝

ہم نے تمکو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لیجائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے ہم تمکو نکالیں گے۔

تفسیر:- جس طرح نباتات کو زمین سے پیدا کیا اسی طرح انسان کو بھی اسی زمین یعنی مٹی سے پیدا کیا، چنانچہ انسانوں کی اصل حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے، نیز جن غذاؤں سے آدمی پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہے، پس جس نطفہ سے بچہ وجود پاتا ہے وہ مٹی سے پیدا شدہ غذاؤں سے بنا۔

ہر بچہ کے نطفہ میں اسکے دفن کی جگہ کی مٹی شامل ہوتی ہے

بعض روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نطفہ میں مٹی ملائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہر پیدا ہونے والے انسان پر رحم مادر میں اس جگہ کی مٹی ملائی جاتی ہے جس جگہ وہ دفن ہوگا، اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے اور عطاء خراسانی نے فرمایا کہ جب رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے تو جو فرشتہ اس کی تخلیق پر مامور ہے وہ جاکر اس جگہ کی مٹی لاتا ہے جس جگہ اس کا دفن ہونا مقرر ہے اور یہ مٹی اس نطفہ میں شامل کر دیتا ہے اس لئے انسان کی پیدائش نطفہ اور مٹی دونوں سے ہوتی ہے، اور مرنے کے بعد انسان پھر اسی مٹی میں مل جائے گا، چنانچہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو مگر انجام کار وہ مٹی میں ضرور ملیگا اور قیامت کے دن پھر اس کو اسی مٹی سے نکالا جائیگا چنانچہ انسان کے جسم کے جو اجزاء مٹی میں مل چکے تھے ان کو اللہ تعالیٰ یکجا کرکے از سر نو اس کو پیدا کریں گے اور جو قبروں میں ہوں گے ان کو بھی قبروں سے باہر نکالا جائے گا۔

غرضیکہ یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا واضح ثبوت ہے کہ وہ انسان کو پہلے مٹی سے پیدا کرتا ہے پھر مٹی میں ملا دیتا ہے اور پھر مٹی سے نکال کر زندہ کر دیتا ہے۔

وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝ قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ

اور ہم نے اس کو اپنی وہ سب ہی نشانیاں دکھلائیں سو وہ جھٹلاتا ہی گیا اور انکار کرتا رہا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس

اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ۝ فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ

اس واسطے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو سے نکال باہر کرو سو اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ

ہیں، تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کا نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں موسیٰ

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝٥٩

نے فرمایا تمہارے وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں میلہ ہوتا ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

تفسیر:- ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے فرعون کو وہ تمام نشانیاں (معجزے) دکھائیں جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی تھیں یعنی لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا چمکدار ہو جانا وغیرہ مگر فرعون نے عناد و ضد کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو جھٹلایا اور آپ کو جادوگر کہا اور ایمان واطاعت سے انکار کیا، اور کہنے لگا اے موسیٰ کیا تم اسلئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے جادو کے زور سے باہر نکال دو، اور یہاں تمہاری حکومت ہو جائے۔ یہ بات فرعون نے اپنی قوم قبط کو حضرت موسیٰؑ کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کو کہی، اور کہا یاد رکھو تم اپنے اس مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں بس ہم تمہارے مقابلے میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں بس وقت اور جگہ مقرر ہو جائے جس کی خلاف ورزی نہ تم کرو نہ ہم کریں، اور یہ مقابلہ کسی ایسے وسیع میدان میں ہونا چاہئے جو کھلا اور ہموار ہو تاکہ پوری پبلک بآسانی دیکھ سکے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اسی روز دن چڑھے یہ مقابلہ ہو جائے حضرت موسیٰؑ نے دن اور وقت مقرر کرنے میں بڑی سمجھ داری سے کام لیا، ایسا دن مقرر کیا جس میں دور دور سے ہر طبقہ سے بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے اور وقت بھی تقریباً دن کے دس بجے کا جس میں تمام لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر جمع ہو سکیں اور اس وقت روشنی بھی خوب ہوتی ہے تاکہ ہر شخص مقابلہ خوب اچھی طرح دیکھ سکے اور ہار جیت (حق و باطل) کا فیصلہ کر سکے۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝٦٠ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى

غرض فرعون لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا موسیٰؑ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ارے کمبختو! اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

تعالیٰ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تمکو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے، پس جادوگر باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے،

بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوا إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيدٰنِ أَنْ يُخْرِجٰكُمْ

کہنے لگے بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے

مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ

نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں سو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو۔

ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوا يٰمُوسٰى إِمَّا أَنْ

صفیں آراستہ کر کے مقابلہ میں آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا پھر انھوں نے کہا اے موسیٰؑ آپ پہلے

تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۚ فَإِذَا حِبَالُهُمْ

ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو پس یکایک ان کی

وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ

رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰؑ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے سانپ چلتی دوڑتی ہوں

خِيفَةً مُّوسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَأَلْقِ مَا فِي

سو موسیٰؑ کے دل میں تھوڑا خوف ہوا ہم نے کہا تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو

يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ أَتٰى ﴿٦٩﴾

ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ سب کو نگل جاویگا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَمُوسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ

جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدے میں گر گئے کہا ہم تو ایمان لے آئے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پروردگار

قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ

پر فرعون نے کہا کہ بدون اسکے کہ میں تمکو اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی وہ تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انھوں نے تم

وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلٰفٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ ۖ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا

کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب

اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ﴿۷۱﴾

کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے

مقابلہ کی تیاری

مقابلہ کے لئے وقت اور جگہ طے ہوجانے کے بعد فرعون مجلس سے اٹھ گیا اور مقابلہ کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں شروع کر دیں۔ اس زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے، فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ تمام ماہر اور ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیجدیں، غرضیکہ وقت متعینہ سے پہلے پہلے تمام جادوگر جمع ہوگئے آخر کار پوری تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت مقررہ پر فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت لگواکر اس پر بیٹھا، تمام امراء وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، تمام رعایا جمع ہوگئی اور جادوگر صفیں بناکر تخت کے آگے کھڑے ہوگئے ان سے انعام واکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور حضرت موسیٰ ؑ کو ہر طرح کی شکست دینے اور حق کو مغلوب کرنے کی کوششش جاری تھیں، ادھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کرنا شروع کی کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت و بربادی مت خریدو کہ خدا کی نشانیوں اور انبیاء کے معجزات کو جادو بتاکر ان کا مقابلہ جادو سے کرنا یہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، یاد رکھو ایسے لوگوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا بلکہ اندیشہ ہے کہ ان پر عذاب الٰہی آجائے اور ان کو نیست و نابود کردے، حضرت موسیٰ ؑ کے ان سادہ کلمات کا جادوگروں پر ایسا اثر ہوا کہ ان میں باہم اختلاف ہونے لگا، کچھ کی رائے یہ ہوئی کہ موسیٰ ؑ جادوگر نہیں واقعۃً اللہ کے رسول معلوم ہوتے ہیں لہٰذا ان سے مقابلہ نہیں کرنا چاہئے، اور کچھ لوگ آپ کو جادوگر ہی سمجھتے رہے اس آپسی اختلاف کو دور کرنے کے لئے وہ خفیہ طور پر مشورہ کرنے لگے اور پھر فرعون کے اثر سے متاثر ہوکر کہنے لگے کہ یہ دونوں بہت ماہر جادوگر ہیں اپنے جادو کے زور سے ہم سب کو ہمارے ملک سے نکالکر خود حکومت کرنا چاہتے ہیں اور جادو کے فن پر بھی جو ہماری عزت وکمائی کا ذریعہ ہے خود قابض ہونا چاہتے ہیں نیز جو ہمارا دین اور رسم ورواج ہے اسکو ختم کرکے اپنا دین رائج کرنا چاہتے ہیں، فرعون جو ہمارا خدا ہے اور اسکو ہر قسم کے اختیارات ہیں وہی ہماری پرورش کرتا ہے اس کی جگہ کسی اور کو ہم سے خدا منوانا چاہتے ہیں، لہٰذا ان کے دھوکہ وفریب میں نہ آکر ہم سب کو مل جل کر ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے، بس پھر سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور جم کر مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے

مقابلہ بازی

جادوگروں نے حضرت موسیٰ ؑ سے کہا پہلے آپ اپنا کرتب دکھاتے ہیں، یا ہم دکھائیں؟ حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا پہلے تم ہی دکھالو تاکہ باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا پوری طرح غلبہ ہوجائے، چنانچہ جادوگروں نے نظر بندی کرکے رسیاں اور لاٹھیاں جو سینکڑوں کی تعداد میں وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے سب نے ایک ہی مرتبہ زمین پر ڈالدی جو سانپ بنکر دوڑتی

ہوئی نظر آنے لگیں، یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کے دل میں کچھ خوف ہوا یہ خوف اپنی جان کا نہیں تھا بلکہ اس بات کا تھا کہ ان سب کی لاٹھیاں سانپ نظر آ رہی تھیں، میری لاٹھی بھی سانپ بن جائے گی تو دیکھنے والے دونوں کو یکساں ہی سمجھیں گے، حق و باطل کے درمیان فرق کیسے ہوگا، یہ خوف آپ کے دل میں بتقاضائے بشریت ہوا، نہیں تو آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کا معقول انتظام فرمائیں گے، چنانچہ وحی آئی کہ اے موسیٰؑ ڈریے مت غالب آپ ہی رہیں گے، بس یہ جو آپ ہاتھ میں لاٹھی ہے اس کو زمین پر ڈال دیجئے یہ سانپ بن کر ان کے سب سانپوں کو کھا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی ایک بڑا اژدہا بن گئی اور اس نے ان کے تمام (جعلی) سانپوں کو نگل لیا، یہ منظر دیکھ کر تمام جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ یہ کام جادو کے ذریعہ نہیں ہو سکتا، بلاشبہ یہ معجزہ ہے جو صرف اللہ کی قدرت سے ظاہر ہوتا ہے بس تمام جادوگر سجدہ میں گر گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لے آئے، اور اس طور پر اپنی شکست اور موسیٰؑ کی فتح کا اعلان کر دیا جس سے پوری رعایا کے سامنے فرعون کو زبردست رسوائی اٹھانی پڑی، لہٰذا اس نے اپنی عزت بچانے کے لئے جادوگروں پر الزام لگایا کہ معلوم ہوتا ہے تم سب ان دونوں جادوگروں کے شاگرد ہو، اپنے استادوں کو کامیاب کرنے کے لئے تم نے جان بوجھ کر شکست مانی ہے، بس میں تم کو سخت سزا دوں گا، اب میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر اور پھر تمہیں کھجور کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں تاکہ درختوں پر بھوکے پیاسے لٹکے لٹکے تم مر جاؤ اور دیکھنے والوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس طرح ہم سے بغاوت نہ کر سکے۔

فرعون نے خدائی نشہ میں کہا کہ اس سزا کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہماری سزا سخت ہے یا رب موسیٰ کی، مطلب یہ ہے کہ ہمارا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے اس سے ڈرو، رب موسیٰ کے عذاب سے مت ڈرو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ

ان لوگوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے

قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا

ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہے کر ڈال تو جز اس کے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے بس اب تو ہم

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ

اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تاکہ ہمارے گناہ معاف کر دیں اور تو نے جو جادو میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ

مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا

بدرجہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں جو شخص مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اسکے لئے دوزخ مقرر ہے اس میں نہ مریگا نہ جیئے گا اور جو

قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ

رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کیلئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص پاک ہوا اس کا یہی انعام ہے۔

جادوگروں کا جواب

فرعون کی سنگین سزا کی دھمکی سنکر بھی جادوگر اپنے ایمان پر بڑی پختگی سے ثابت قدم رہے اور فرعون کو بڑے حوصلہ سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلہ میں جو ہمیں اب خدا کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح سے قبول نہیں کریں گے نہ تجھے اب اپنے سچے خالق و مالک اللہ جل شانہ کے سامنے کچھ سمجھیں گے۔

حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ جادوگر جب سجدہ میں گرے تو حق تعالیٰ نے ان کو جنت میں ان کے عالیشان مقامات اور نعمتوں کا مشاہدہ کرادیا جو ان کو ملنے والی تھیں، جادوگروں نے بڑی لاپرواہی اور بے فکری سے کہا کہ اب تو ہمارے لئے جو چاہے سزا تجویز کر اس سے ڈرکر ہم حقیقی معبود کو چھوڑ کر تجھے اپنا معبود ہرگز نہیں بنائیں گے تو زیادہ سے زیادہ دنیوی چند روزہ زندگی میں ہمیں سزا دیکر موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے مگر اب ہمیں اس دنیوی زندگی کے چند روزہ رنج و راحت کی فکر نہیں اب تو تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہوجائے اور ہمارے عام گناہوں کو اور خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے ہمیں زبردستی کرنا پڑا کہ حق کا مقابلہ ہم نے جادو سے کیا، معاف فرمادے اور ہمیں تیرے اس انعام واکرام کی ضرورت نہیں جس کا تونے ہم سے وعدہ کیا تھا کیونکہ اس سے ہزارہا گنا بہتر اجر ہمیں رب العلمین عطا فرمائے گا۔

جادوگر بطور نصیحت فرعون کو اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا لالچ دے رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آئے گی نہیں اور زندگی بھی بڑی مشقت والی موت سے بدتر ہوگی اور مومنین اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے یہاں بلند درجات حاصل ہوں گے اور ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

خدا کی شان قدرت دیکھئے کہ یہ نصیحتی کلمات ان جادوگروں کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں جو ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ درحقیقت یہ سب حضرت موسیٰؑ کی صحبت کی برکت اور ان کے اخلاص کا اثر

تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دین کے تمام حقائق آن واحد میں ایسے کھولدیئے کہ ان کے مقابلے میں نہ اپنی جان کی پروا اور نہ کسی بڑی سے بڑی سزا اور تکلیف کا خوف رہا، گویا ایمان کے ساتھ ساتھ ان کو ولایت کا بھی وہ مقام حاصل ہو گیا جو دوسروں کو عمر بھر کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد بھی حاصل ہونا مشکل ہے

فرعون کی بیوی آسیہ کا انجام خیر

فرعون کی بیوی حق وباطل کے اس مقابلہ کی برابر خبر رکھتی رہی کہ انجام کیا ہوا، جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ و ہارون م غالب آگئے تو اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ میں بھی رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لے آئی۔ فرعون کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ ایک بڑے پتھر کی چٹان اٹھا کر اس کے اوپر ڈالدو، آسیہ نے جب یہ دیکھا تو آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اللہ سے فریاد کی اللہ نے پتھر اس کے اوپر گرنے سے پہلے ہی اس کی روح قبض کر لی پھر پتھر اس بے جان جسم پر گرا۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى

اور ہم نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بنا دینا نہ تو تم کو

الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا تو دریا ان

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

پر جیسا ملنے کو تھا آ ملا اور فرعون اپنی قوم کو بُری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی۔

تفسیر:-

جب حق وباطل کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا ہوا اور جادوگروں نے ایمان قبول کر لیا، اور موسیٰ م نے سالہا سال تک اللہ کے احکامات پہونچا کر اور مختلف معجزات دکھا کر ہر طرح سے حجت پوری کر دی اور اس پر بھی فرعون حق قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا تب اللہ نے حضرت موسیٰ ء کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر راتوں رات مصر سے ہجرت کر جاؤ تاکہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات حاصل ہو۔

چونکہ پیچھے سے فرعون کے لشکر کا اندیشہ اور آگے سے دریائے قلزم کا خطرہ تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر آپ کو مطمئن کر دیا کہ سمندر میں اپنی لاٹھی مارنا تمھارے لئے اس میں خشک راستے بن جائیں گے چنانچہ آپ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو جن کی تعداد بعض اسرائیلی روایات میں چھ لاکھ تین ہزار بیان کی گئی ہے جمع کر کے رات کے وقت شہر سے نکل گئے، صبح سویرے جب فرعونیوں کو معلوم ہوا تو فرعون نے ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر ان کا پیچھا کیا اس وقت بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہونچ

پہونچ چکے تھے، آگے سمندر اور پیچھے لشکر دیکھ کر بنی اسرائیل گھرا گئے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور پھر سمندر میں اپنی لاٹھی ماری تو اس میں خشک راستے بن گئے اور بعافیت تمام بنی اسرائیل سمندر پار کر گئے۔ فرعون نے یہ منظر دیکھا تو اپنے گھوڑے اس میں ڈال دیئے، جب پورا لشکر سمندر کے بیچ میں پہونچ چکا تو اللہ نے دریا کو مل جانے کا حکم دیا، دریا چاروں طرف سے مل گیا اور پورا لشکر اس دریا میں غرق ہو گیا، غرضیکہ فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر ڈالا، جس کی وجہ سے وہ دنیا میں بھی غرق دریا ہو کر ہلاک ہوئے اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں گے (یہ واقعہ قرآن کریم میں اس سے پہلے بھی کئی جگہ بیان ہو چکا ہے)

يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ قَدْ أَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّورِ

اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے کوہ طور کی داہنی جانب آنے

الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔ ہم نے جو نفیس چیزیں تمکو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس

وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي

میں حد سے مت گذرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے

فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

وہ بالکل گیا گذرا ہوا۔ اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر راہ پر قائم رہیں

تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ ہم نے تم پر کیسے کیسے انعامات و احسانات کئے تمکو چاہیئے کہ ان کا حق ادا کرو، تم پر ہم نے یہ کتنا عظیم احسان کیا کہ تمہارے سخت دشمن فرعون سے تمکو آزادی دی جو برسوں سے تم کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھا اور اس کو تمہاری ہی آنکھوں کے سامنے مع اسکے لشکر کے دریا میں غرق کر دیا اور جب تم کو مکمل سکون ہو گیا تو تمہارے پیغمبر کے واسطے یہ حکم بھیجا کہ کوہ طور کی داہنی جانب آجاؤ وہاں ہم تمکو توریت عطا فرمائیں گے، اور اسی طرح وادی تیہ میں تم پر احسان کیا وہاں آسمانی کھانا من وسلویٰ تم کو عطا فرمایا (یہ واقعہ بھی سورۂ بقرہ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا) اور اسکے علاوہ اور بے شمار تمکو حلال ولذیذ نعمتیں عطا فرمئیں بس ان کو صحیح طریقہ سے استعمال کرو، حد سے آگے مت بڑھو اور کسی کام میں ہماری نافرمانی مت کرو نہیں تو ہمارا غضب تم پر نازل ہو جائے گا اور عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے اور ایسے لوگوں کو ہم خوب بخشنے والے بھی ہیں

جو کفر و معاصی سے سچی توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرے اور اسی پر آخر وقت تک قائم رہے۔

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ

اور اے موسیٰؑ اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا سبب کیا ہوا انھوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ یہیں تو ہیں میرے پیچھے پیچھے اور میں

اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ

آپکے پاس جلدی سے اسلئے چلا آیا کہ آپ خوش ہوں گے، ارشاد ہوا کہ تمھاری قوم کو تو ہم نے تمھارے بعد ایک بلا میں مبتلا کردیا اور ان کو

السَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ

سامری نے گمراہ کردیا۔ غرض موسیٰؑ غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے

اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدْتُّمۡ

تمھارے ربّ نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر زیادہ زمانہ گذر گیا تھا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمھارے رب کا غضب

اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِىۡ ﴿٨٦﴾ قَالُوۡا مَآ

واقع ہو اس لیے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا

اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلٰـكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا

اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا لیکن قوم کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس کو ڈالدیا

فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى السَّامِرِىُّ ۙ ﴿٨٧﴾ فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا

پھر اسی طرح سامری نے بھی ڈالدیا پھر اس نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک

هٰذَاۤ اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰى ۙ فَنَسِىَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوۡنَ اَلَّا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا ۙ

آواز تھی سو وہ لوگ کہنے لگے کہ تمھارا اور موسیٰؑ کا معبود تو یہ ہے موسیٰؑ تو بھول گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ

وَّلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ﴿٨٩﴾

وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ پر توریت کا نزول

جب حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت موسیٰؑ کو توریت عطا کرنا چاہی تو فرمایا کہ تم کوہ طور پر چلے آؤ۔ بقول علامہ بغویؒ

آپ اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو ہمراہ لے چلے، خود توریت اور دیدار خداوندی کے شوق میں ان سے پہلے پہونچ گئے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ اپنی قوم سے پہلے آپ کیوں آگئے؟ عرض کیا قوم بھی میرے پیچھے پیچھے آرہی ہے، میں آپ کے شوق میں بھاگا چلا آیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم ادھر آئے اور ادھر ہم نے آپ کی قوم کو ایک آزمائش میں مبتلا کردیا، ان کو سامری نے گمراہ کردیا ہے، حضرت موسیٰ غصہ اور رنج وغم کی حالت میں توریت کی تختیاں لے کر کوہ طور سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے خطاب فرمایا کیا میرے رب نے تم سے ایک بہتر وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تم کو توریت دوں گا جس سے تمہیں دونوں جہان کی کامیابی نصیب ہوگی، تم نے اس بیچے وعدہ کا انتظار کیوں نہیں کیا، کیا میعاد مقررہ سے وقت زیادہ گذر گیا تھا کہ تم مایوس اور ناامید ہوگئے تھے اس لئے بچھڑے کی پوجا شروع کردی تاکہ میرے رب کا غضب تم پر نازل ہوجائے، کہنے لگے بچھڑے کی پوجا ہم نے از خود نہیں کی بلکہ یہ کام ہم سے سامری نے کرایا ہے اور اس کا واقعہ یہ ہوا کہ قوم فرعون کے زیورات جو ہمارے پاس تھے ان کے متعلق ہم سے حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں، ان کو ایک گڑھے میں ڈال دو اور بعض روایات میں ہے کہ سب زیورات اکٹھا کرکے سامری نے ایک گڈھے میں ڈلوائے اور پھر انھیں ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا جس میں سے ایک آواز نکلتی تھی، اس سے سامری نے قوم کو گمراہ کیا، کہنے لگا یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے، موسیٰ بھول کر خدا کی تلاش میں دوسری جانب چلے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس احمقانہ حرکت کا جواب دیا کہ ان عقل کے اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ جو مورتی انسان نے خود بنائی ہے اور اس کی یہ حالت کہ نہ کسی بات کا جواب دے سکے اور نہ کسی کو نقصان پہونچا سکے نہ فائدہ پہونچا سکے وہ کیسے خدا ہوسکتا ہے۔؟

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

اور ان لوگوں سے ہارون نے پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا

رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو، انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس آئیں اسی

مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ

پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے کہا اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہوگئے تو تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا

اَمۡرِیۡ ﴿٩٣﴾ قَالَ یَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡیَتِیۡ وَلَا بِرَاۡسِیۡ ۚ اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ

تھا سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری ڈاڑھی مت پکڑو اور نہ سر کے بال پکڑو

بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿٩٤﴾

مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈالدی اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا

حضرت ہارونؑ کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا

بنی اسرائیل جب بچھڑے کی پوجا میں مبتلا ہونے لگے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ اس کی پوجا کسی طرح بھی جائز نہیں یہ کھلا کفر اور گمراہی ہے، عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے دین کے بارے میں تم اپنی رائے سے کچھ مت کرو، میں حضرت موسیٰؑ کا نائب اور اللہ کا نبی ہوں، دین پر چلنے کا جو طریقہ میں بتلاؤں اس پر چلو، بنی اسرائیل میں تین گروہ ہوچکے تھے، لہذا حضرت ہارون کی یہ تقریر سن کر ایک فرقے نے آپ کی بات مان لی ان کی تعداد بارہ ہزار تھی، دوسرا گروہ پوجا تو کرتا رہا مگر اس نے وعدہ کیا کہ اگر حضرت موسیٰؑ نے منع کیا تو ہم اس کی پوجا کرنا چھوڑ دیں گے، تیسرا گروہ پوجا پر جارہا، اس نے کہا کہ موسیٰؑ کے آنے پر دیکھا جائیگا جو مناسب سمجھیں گے کریں گے، ان کا پختہ یقین تھا کہ موسیٰؑ بھی آکر اس کی پوجا کریں گے بس ہم ہمیشہ ان کی پوجا کریں گے۔

حضرت ہارونؑ کی مکمل ہدایت ونصیحت کے بعد جب یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو آپ ان بارہ ہزار لوگوں کو لیکر ان سے الگ ہوگئے جنھوں نے آپ کی بات مان لی تھی، البتہ رہتے رہے اسی جگہ پر، کوہ طور سے واپس آنے پر پہلے تو آپ نے بنی اسرائیل کو ڈانٹا جس کا بیان پچھلی آیات میں ہوچکا، پھر اپنے جانشین حضرت ہارونؑ پر سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا اور ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر فرمایا کہ جب قوم کھلی گمراہی اور کفر وشرک میں مبتلا ہوگئی تھی تو تم نے ان کا مقابلہ کیوں نہ کیا اور اگر یہ نہ ہوسکتا تھا تو ان سے تعلقات ختم کرکے میرے پاس کوہ طور پر چلے آتے۔

حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ جتنا نصیحت کرنا اور صحیح راہ پر رکھنا میرے بس میں تھا میں نے اس میں کمی نہیں کی مگر لوگوں نے میری نصیحت نہ مانی اور میرے قتل کی فکر میں لگ گئے، اگر میں ان سے مقابلہ کرتا یا انھیں چھوڑ کر آپ کے پاس چلا آتا تو قوم میں تفرقہ پڑ جاتا، بس میں نے آپ کی نصیحت کہ قوم میں پھوٹ مت پڑنے دینا پر عمل کیا یہ سوچ کر کہ ممکن ہے آپ کے آنے کے بعد سب سمجھ جائیں اور کفر وشرک سے تائب ہوکر ایمان وتوحید پر واپس آجائیں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ

کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے اس نے کہا مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے

قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ قَالَ

اس فرستادہ کے نقش قدم سے ایک مٹھی اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ

آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک

تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ

اور وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا ہم اسکو جلا دیں گے پھر

لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ

اسکو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے بس تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل

شَيْءٍ عِلْمًا ۝

نہیں وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے

تفسیر: حضرت ہارون ؑ سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے اس گمراہی کے اصل بانی سامری سے ڈانٹ کر پوچھا کہ یہ حرکت تونے کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھی ہے جو دوسروں نے نہیں دیکھی اور وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل ؑ کے گھوڑے کا پاؤں جہاں پڑتا تھا وہیں سبزہ نمودار ہو جاتا تھا میں نے سمجھ لیا کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں کی برکت سے مٹی میں قوت حیات پیدا ہو جاتی ہے، بس میں نے اس جگہ کی ایک مٹھی مٹی اٹھالی اور اسکو بچھڑے کے اندر خول میں ڈالدی وہ بولنے لگا،

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت جبرئیل حضرت موسیٰ ؑ کو کوہ طور پر آنے کی دعوت دینے کیلئے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے، سامری نے حضرت جبرئیل کو پہچان لیا، دوسرے لوگ نہ پہچان سکے اس کی وجہ حضرت ابن عباس رض کی روایت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جس وقت سامری کو اس کی ماں نے غار میں ڈال دیا تھا تو حضرت جبرئیل یہاں اس کے لئے روزانہ کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتے تھے اس لئے اس نے با آسانی حضرت جبرئیل کو پہچان لیا۔ سامری ملک فارس یا ہندوستان کا رہنے والا تھا

اس کی قوم گائے کی پوجا کیا کرتی تھی اس لئے اس نے بنی اسرائیل کی پوجا کے لئے بچھڑا تیار کیا، یہ مصر سے بچ کر بظاہر ایمان لے آیا اور حقیقت میں کافر ہی رہا اس طرح اس نے منافق رہ کر قوم کو زبردست نقصان پہنچایا۔

اس کا یہ جواب سنکر حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ تیرے لئے دنیا میں یہ سزا ہے کہ تو لوگوں سے کہے کہ مجھے کوئی نہ چھوئے اور نہ میرے قریب آئے، یہ ایسے کیوں کہتا تھا اس کی وجہ علماء مفسرین سے یہ منقول ہیں ۱ اللہ نے اس کے دل میں انسانوں سے وحشت ڈالدی تھی اسی لئے وہ جنگلوں اور ویرانوں میں انسانوں سے دور مارا مارا پھرتا تھا ۲ حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اس سے میل جول بالکل ختم کردیا جائے ۳ حضرت موسیٰ ؑ کی بددعا سے اسکے جسم میں یہ بیماری پیدا کردی گئی تھی کہ اگر یہ کسی کو چھوتا یا اس کو کوئی چھوتا تو دونوں کو بخار ہوجاتا اسلئے جب یہ کسی انسان کو اپنے قریب دیکھتا تو دور ہی سے چلاتا لَا مِسَاسَ یعنی مجھے مت چھونا۔

حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا یہ سزا تو تیری ہوئی اب دیکھ ہم تیرے بنائے ہوئے معبود اور خدا کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں ہم اسکو توڑ پھوڑ کر جلا کر راکھ بنا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔

ایک سوال کا جواب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بچھڑا سونے چاندی کا بنا ہوا تھا پھر جل کر اسکی راکھ کس طرح بن سکتی ہے؟ اسکے کئی جواب علماء مفسرین نے دیئے ہیں ۱ اسکے خول میں مٹی ڈال دینے کے بعد جب اسکے اندر آثار زندگی پیدا ہوگئے تو وہ گوشت اور ہڈی کا بنگیا، اس صورت میں اس کو ذبح کرکے جلا کرکے راکھ بنا دینا آسان ہے ۲ اس کو سوہان سے ریت کر ذرہ ذرہ کرکے دریا میں بکھیر دیا جائے گا ۳ اسکو جلانا بطور خرق عادت اور معجزہ کے تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾

اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گذشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ

نامہ دیا ہے، جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾

رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے بڑا بھاری بوجھ ہوگا جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی اور ہم اس روز

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ

مجرم لوگوں کو اس حالت سے جمع کریں گے کہ کرنجے ہوں گے چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ صرف دس روز

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ کہ نہیں تم ایک ہی روز تک

رہے ہو گے جس کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں جبکہ ان سب میں زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم

تفسیر

ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح ہم نے موسیٰ و فرعون کا واقعہ بیان کیا اسی طرح پچھلی بہت سی قوموں اور انبیاء کے واقعات بیان کرتے ہیں جو عبرت سے بھرپور ہیں ان سے عقل مند لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور یہ واقعات آپ کی نبوت اور وحی الٰہی کی واضح دلیل بھی ہیں کہ اس نبی امی کی زبان کیس طرح سینکڑوں سال پرانے واقعات ہوبہو بیان ہورہے ہیں

قرآن میں کوتاہی کا انجام

اور ہم نے آپ کو ایک نصیحت نامہ یعنی قرآن مقدس عطا فرمایا ہے جو عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے جو شخص قرآن سے اعراض و روگردانی کرے گا قیامت کے روز اسکے اوپر گناہوں کا بڑا بوجھ لدا ہوگا، قرآن سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں ۱۔ قرآن سیکھنے میں لاپرواہی کرے ۲۔ اسکی تلاوت میں کوتاہی کرے ۳۔ کسی دنیوی مال و عزت کے لالچ میں پڑھے ۴۔ اسکے معانی و مطالب اور احکامات سمجھنے کی کوشش نہ کرے ۵۔ سمجھنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونے میں کوتاہی کرے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی، جس کی آواز سن کر تمام مردے زندہ ہوجائیں گے اس دن ہم مجرم یعنی کافر لوگوں کو میدان محشر میں اس حالت میں جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی جو انتہا سے زیادہ بدنما اور عیب دار معلوم ہوتی ہیں، قیامت کے دن کافروں کی آنکھیں نیلی اور چہرے سیاہ ہوں گے، بعض مفسرینؒ نے زُرْقًا کی تفسیر نابینا کی ہے یعنی کافر میدان محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہوں گے پھر بینائی دیدی جائے گی تاکہ دوزخ وغیرہ دیکھ سکیں۔

ارشاد ہے کہ کافر قیامت کی سخت ترین ہولناکی دیکھ کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں یا قبر میں دس دن سے زیادہ نہیں رہے یعنی بہت ہی کم دن رہے، ممکن ہے کافر معذرت کے طور پر ایسا کہیں کہ ہمیں دنیا میں بہت ہی کم رہنے کا موقع ملا کہ آخرت کی کچھ تیاری نہ کرسکے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں جس مدت کو یہ اندازہ سے کہہ رہے ہیں اس کا صحیح علم ہمیں ہے کہ کتنی مدت رہے اسکے بعد فرمایا کہ ان کافروں میں جو سب سے زیادہ صحیح رائے قائم کرنے والا اور سمجھدار ہوگا وہ یوں کہے گا کہ ہم صرف ایک دن رہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کی ہولناکی والا ایک دن اس قدر لمبا ہوگا کہ وہ دنیوی ساٹھ ستر سالہ زندگی کے برابر معلوم ہوگا، اللہ تعالیٰ وہاں کی سختی سے تمام مومنین کی حفاظت فرمائے۔

وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّيۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دیگا پھر زمین کو ایک میدان ہموار

لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ

کر دیگا کہ جس میں تو نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا اس روز سب کے سب بلانے والے کے کہنے پر ہولیں گے

وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ

اسکے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی سو تو بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِىَ لَهٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ

سنے گا اس روز سفارش نفع نہ دیگی مگر ایسے شخص کو کہ جسکے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا

وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ وَقَدۡ

پسند کر لیا ہو وہ ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا اور تمام چہرے

خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا

اس حی قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور ایسا شخص تو ناکام رہے گا جو ظلم لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے

يَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾

اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا۔

واقعہ شان نزول

حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ثقفی شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا ہوگا یعنی یوں ہی اپنی جگہ پر برقرار رہیں گے یا ان کو بھی ہٹا دیا جائے گا؟ اس آیت میں اس کا جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے ان پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان سب کو ذرا سی دیر میں ریزہ ریزہ کر کے دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑا دیا جائیگا اور زمین بالکل صاف و ہموار کر دی جائے گی، قیامت کے دن فرشتہ صور پھونکنے کی آواز سے سب کو قبروں سے بلائے گا، سب قبروں سے نکل پڑیں گے اور سیدھے میدان محشر میں پہونچ جائینگے اس وقت اللہ تعالیٰ کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کی کوئی آواز نہیں سنی جائے گی سوائے محشر کی طرف چلنے کی کھسکھساہٹ کے، آواز کا نہ سننا یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ گھبراہٹ کی وجہ سے

کوئی بولے گا ہی نہیں یا گھبراہٹ کی وجہ سے آہستہ آہستہ کانا پھوسی کریں گے جو سنی نہیں جائے گی، قیامت کے روز کسی کو کسی کی شفاعت نفع نہ دے گی مگر صرف ایسے شخص کو انبیاء و صلحاء کی شفاعت نفع بخش ہوگی جس کے لئے شفاعت کرنے کی اللہ نے اجازت مرحمت فرما دی ہو اس سے مراد مومن ہے کیونکہ کافر کے لئے کسی کو شفاعت کرنے کی اجازت ہی نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے والوں اور جن کی شفاعت کی جائے گی ان سب کے اگلے پچھلے حالات خوب جانتا ہے، اس لئے وہی خوب جانتا ہے کہ کس کو کس کے حق میں سفارش کرنے کا موقع دیا جائے گا، کسی کا علم اللہ کی معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ قیامت کے روز ان بڑے بڑے سرکش و متکبروں کے سر بھی اس ذات حی القیوم (اللہ تعالیٰ) کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوئے ہوں گے جنھوں نے کبھی خدا کے سامنے پیشانی نہیں ٹیکی تھی، اور مشرک کو اس دن ذلت آمیز سزا دی جائے گی، اس کے بالمقابل وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں اعمال صالحہ کئے اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا نہ کمی کا، مطلب یہ ہے کہ نہ اسکے گناہوں میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ نیکیوں میں کمی۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کرکے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ

يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ

ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر سمجھ پیدا کر دے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے اور قرآن میں

مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ

قبل اسکے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے

اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

اور اس سے پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت ہوگئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی

تفسیر

ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پچھلی آیات میں قیامت کے احوال اور نیک و بد کا انجام صاف صاف بیان فرمایا ہے اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف صاف عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں وہ اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں اور اتنا نہ ہو تو کم از کم ان کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے، ممکن ہے کہ یہ سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور پھر ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔

خدائے تعالیٰ جو حقیقی بادشاہ اور اعلیٰ شان والا ہے اس نے یہ عظیم الشان قرآن نازل فرمایا ہے پس اے محمدؐ جس طرح ہم اس عظیم الشان قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے آہستہ آہستہ نازل کرتے ہیں تم بھی اسکو جبرئیلؑ سے لینے میں جلدی نہ کیا کرو، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا تو جس وقت جبرئیلؑ کوئی آیت لے کر نازل ہوتے اور حضور علیہ السلام کو سناتے تو آپ جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ اس کو پڑھتے جاتے اس ڈر سے کہ کہیں بھول نہ جاؤں، حق تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ اس طرح آپ جلدی نہ کیا کیجئے ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن آپ کے سینے میں سے نہیں نکلے گا۔ بس آپ اس کی فکر نہ کیجئے اسکے بجائے یوں دعا کیجئے اے اللہ میرا علم بڑھا دیجئے، اس جامع دعا میں نازل شدہ قرآن کا یاد رکھنا بھی داخل ہے اور غیر نازل شدہ کی طلب بھی اور اسکے معارف وحقائق سمجھنے کی توفیق بھی۔

اسکے بعد ارشاد فرمایا دیکھو آدمؑ نے ایک چیز میں بے موقع جلدی کی تھی اس کا انجام کیا ہوا، یعنی بھول کر اناج کا دانہ کھا لیا تھا پھر اس کی وجہ سے جنت سے نکال دیئے گئے۔ اس قصہ کی تفصیل اگلے رکوع میں بیان کی گئی ہے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے اس

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

نے انکار کیا پھر ہم نے کہا کہ اے آدمؑ یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ

اور نہ دھوپ میں تپو گے پھر ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا کہ اے آدمؑ کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتلاؤں اور ایسی

وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؗ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

اور دونوں اپنے اوپر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے پھر ان کو

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا

ان کے رب نے مقبول بنالیا سو اس پر توجہ فرمائی اور راہ پر قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو ایسی

يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن

حالت سے کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہونچے تو جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع

ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ

کریگا تو وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کریگا تو اسکے لیے تنگی کا جینا ہوگا

لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا

اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائیں گے وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کرکے کیوں اٹھایا میں

وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ

تو آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہونچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ

کچھ خیال نہ کیا جاویگا اور اسی طرح اس شخص کو ہم سزا دینگے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا

الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ﴿١٢٨﴾

عذاب بڑا سخت اور بڑا دیر پا ہے کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں

کہ ان کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے ہیں اس میں تو اہل فہم کے لئے کافی دلائل موجود ہیں

قصہ حضرت آدم ؑ

ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے یہ قصہ اس سے پہلے سورۂ بقرہ اور اعراف میں گذر چکا ہے اس مقام کے مناسب جو حصہ ہے اس کا بیان یہاں کیا جا رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں سب فرشتے فوراً سجدہ میں گر پڑے سوائے ابلیس لعین کے، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا، اللہ تعالیٰ نے آدم ؑ کو متنبہ فرمایا کہ یاد رکھو یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے کیونکہ یہ تمہاری وجہ سے مردود ہوا ہے، بس اس سے بچتے رہنا، ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے یعنی اس کے کہنے سے تم کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس کی وجہ سے جنت سے نکال دیئے جاؤ اور پھر تم تکلیف و مشقت اور مصیبت میں پھنس جاؤ کیونکہ یہاں

تو تمھیں تمام کھانے پینے کی چیزیں پہننے کے کپڑے، رہنے کے لئے مکان وغیرہ بلا کسی محنت و مشقت کے ملا ہوا ہے، دنیا میں جاکر ان تمام چیزوں کے لئے تمکو زبردست محنت کرنا پڑے گی کہ پہلے ہل چلاؤ پھر دانہ ڈالو پھر پانی پھر اس کی حفاظت تب کہیں جاکر اناج نصیب ہوگا اور پھر اس کو پیسنا گوندھنا پکانا اس کے بعد جاکر پیٹ بھر پائے گا اس کے لئے کس قدر پسینہ بہانا پڑے گا اور کس قدر دھوپ کی گرمی برداشت کرنا پڑے گی، یہاں تم دھوپ کی تپش و گرمی سے بھی محفوظ ہو کیونکہ یہاں دھوپ ہے ہی نہیں۔

الغرض شیطان ان کو بہکانے لگا کہ اے آدم میں تمکو ایک ایسا درخت بتلاتا ہوں جس کے دانے کھانے سے تم ہمیشہ جنت میں مزے کی زندگی بسر کرتے رہو گے، کبھی یہاں سے باہر نہیں کئے جاؤ گے، اس کے کھانے سے کبھی موت نہیں آئے گی اور ایسی لازوال حکومت ملے گی جس میں کبھی ضعف نہ آئے گا، بس شیطان کے بہکانے سے دونوں نے اس درخت کے دانے کھالئے، پھر کیا تھا دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے، اب مارے شرم کے اپنے جسم کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ غرضیکہ حضرت آدمؑ سے قصور ہوگیا اور وہ غلطی میں مبتلا ہو گئے کہ درخت کے دانے کھائے تھے جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے اور یہ سبب بن گئے جنت سے نکلنے کا، بس آدم علیہ السلام فوراً نادم و شرمندہ ہو کر معذرت خواہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی معاف کی اور ان کو اپنا اور زیادہ مقبول بنالیا اور پھر ان کو ہمیشہ ہدایت پر قائم رکھا آئندہ کوئی ایسی خطا نہ ہوئی۔

جب آدم و حوا نے اس درخت کے دانے کھالئے تو اللہ نے حکم فرمایا کہ تم دونوں جنت سے اتر کر دنیا میں چلے جاؤ وہاں تمھارے جو اولاد ہوگی وہ آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگی، آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور ان میں مذہبی اختلاف بھی ہوگا کہ کوئی مومن، کوئی کافر کوئی مشرک۔ اسکی مکمل تفصیل سورہ بقرہ پارہ الم آسان تفسیر ص۲۳ پر گذر چکی ہے اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ تمھارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی جو ان کی پیروی کرے گا نہ وہ دنیا میں رسوا ہوگا نہ آخرت میں ذلیل اور جو ان سے اعراض اور روگردانی کرے گا وہ دنیا میں بھی تنگ رہیں گے، ان کو اطمینان و سکون اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی، گو کھانے پینے کی کتنی ہی چیزیں میسر ہوں مگر ایمان و یقین نہ ہونے کی وجہ سے دل ہمیشہ پریشان رہے گا اور قیامت کے دن اس کو ہم اندھا کر کے قبر سے اٹھائیں گے، وہ تعجب سے کہے گا میرے رب آپنے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا، مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی

حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جیسے تم نے دنیا میں اعمال کئے تھے ویسی ہی ہم نے تم کو یہاں سزا دی ہے، سوچ ہم نے تیرے پاس انبیاء و علماء کے ذریعہ اپنے احکامات بھیجے تھے تو نے ان کی طرف سے نظر چرائی، آج ہم نے تیری نظر چرا کر تجھے اندھا کر دیا۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے اس شخص کو اس کے عمل کے مناسب سزا دی اسی طرح ہم ہر اس شخص کو اسکے عمل کے مناسب سزا دیں گے جو ہماری اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی کرے گا اور ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لائے گا یاد رکھو کہ آخرت کا عذاب بڑا ہی سخت اور دیر تک رہنے والا ہے پس کیا ان لوگوں کو اس سے بھی نصیحت حاصل نہیں ہوتی کہ ان سے پہلی بہت سی قوموں کو ہم اپنے احکامات سے اعراض کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں، ان مکہ والوں کے آس پاس ہی ہم کتنی قومیں ان کی نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں، جن کے قصے لوگوں کی زبان زد ہیں اور بہت سی قوموں کی بستیوں کے کھنڈرات کا آج بھی تم ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے مشاہدہ کرتے ہو پس ان تمام واقعات میں سمجھدار لوگوں کے لئے اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ نافرمان لوگوں کا انجام ہلاکت و بربادی اور تباہی ہے

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور ایک میعاد معین نہ ہوتی تو عذاب لازمی طور پر ہوتا سو آپ

مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ

ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اسکے غروب سے پہلے اور اوقات

اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

شب میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ آپ خوش ہوں اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ

جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا

فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿١٣١﴾

عطیہ بدرجہا بہتر ہے۔ اور دیرپا ہے

تفسیر:- جب کافرین و مشرکین کو عذاب سے ڈرایا جاتا اور ان پر عذاب نہ آتا تو یہ سمجھتے ہیں یوں ہی خواہ مخواہ ڈرایا جا رہا ہے، اس آیت میں ان کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

کی طرف سے ان کے عذاب کا ایک وقت متعین نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر اسی دنیا میں عذاب آجاتا بس رسول اللہ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے ان کافرین پر بھی دنیا میں عذاب نہیں آتا ہے ہیں تو پچھلی قوموں کی طرح انکی بھی بستیاں کی بستیاں تباہ ہوجاتیں
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ الخ اس آیت میں جناب رسول مقبول صلعم کو تسلی دی گئی ہے کہ کافرین جو آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور آپ کو گندے گندے القاب سے یاد کرتے ہیں کوئی آپ کو جادوگر، کوئی کاہن وغیرہ کہتا ہے کہنے دیجئے اس رنج وغم سے بچنے کے لئے آپ دو چیزوں کا اہتمام کیجئے ۔ صبر کیجئے انکی باتوں کی طرف دھیان نہ کیجئے ۔ ۲ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہئے ارشاد ہیکہ اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ اسکی تسبیح وتقدیس بھی کیجئے اسمیں نماز بھی آگئی آفتاب نکلنے سے پہلے مثلاً نماز فجر اور غروب سے پہلے مثلاً ظہر وعصر اور رات کے وقت مثلاً نماز مغرب وعشاء اسمیں پانچوں وقت کی نمازیں اور انکا وقت مذکور ہوگیا اور فرمایا کہ دن کے اول اور آخر میں تسبیح کا اہتمام کیا کیجئے اس سے آپ کو ثواب ملیگا اور آپ خوش ہونگے مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی پوری توجہ اپنے معبود کی طرف رکھئے لوگوں کی فکر نہ کیجئے

اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے امت کو ہدایت فرمائی ہے ارشاد ہیکہ دنیا میں ہم نے کافرین مشرکین یہود ونصاری اور مجوسی وغیرہ کو عیش وآرام کے جو سامان دیئے ہیں انکی طرف آپ کبھی نظر اٹھاکر نہ دیکھئے جیسا کہ ابتک نہیں دیکھا یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم انکا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے . جو عظیم الشان دولت ہم نے آپ کیلئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن مقدس نبوت ورسالت فتوحات عظیمہ اور آخرت میں اعلیٰ ترین درجات انکے سامنے ان دنیوی وفانی وحقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے آپکے حصہ میں جو دولت آئی ہے وہ انکی دولتوں سے ہزارہا گنا بہتر وافضل ہیں

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اسکے پابند رہئے ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپ

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ

کو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے

بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا

کیا ان کے پاس پہلے کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہونچا اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ

لوگ یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپنے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اسکے کہ ہم

نَخْزٰى ۝ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ

بیقدر ہوں اور رسوا ہوں آپ کہدیجئے کہ سب انتظار کر رہے ہیں سو اور انتظار کرلو اب عنقریب تم کو معلوم

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾

ہوجاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو مقصود تک پہونچا

اہل وعیال اور متعلقین کو نماز کی تاکید اور اسکی حکمت

ارشاد ہے کہ آپ اپنے متعلقین یعنی خاندان والوں یا مومنین کو نماز کی تاکید فرماتے رہئے اور خود بھی اسکے پابند رہئے اپنی نماز کی مکمل پابندی کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپکا ماحول آپکے اہل وعیال اور متعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ اگر احول اسکے خلاف ہوا تو طبعی طور پر انسان خود کوتاہی کا شکار ہوجاتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے مکان پر جاکر آواز دیتے الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ یعنی ہم تم سے روزی کموانا نہیں چاہتے، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے اسکی تفسیر اسطرح فرمائی ہے کہ دنیا میں جسطرح مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں وہ مالک ہم غلاموں (بندوں) سے بندگی چاہتا ہے روزی اپنے بندوں کو وہ خود دیگا، حضرت تھانویؒ نے اسکی تفسیر اسطرح فرمائی ہے کہ ہم آپ سے اسطرح روزی کموانا نہیں چاہتے جو فرض وواجبات کی ادائگی میں رکاوٹ بنے روزی تو ہم دینگے بس انسانوں کو چاہیئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے انجام کار دیکھ لیگا اللہ تم کسطرح مدد کرتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے تو میں تیرے سینے کو غنی اور استغنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کردوں گا اور اگر تونے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر اور شغل سے بھر دوں گا اور محتاجی دور نہ کرونگا (یعنی جس قدر مال بڑھتا جائیگا حرص بھی اسی قدر بڑھتی چلی جائے گی اسلئے ہمیشہ محتاج ہی رہے گا۔

مشرکین عناداً کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی نبوت پر کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ پچھلی آسمانی کتابیں توریت انجیل اور حضرت ابراہیم کے صحیفے سب کے سب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شہادت دیتے آئے ہیں کیا یہ واضح دلائل ان مشرکین کیلئے کافی نہیں اور پھر خود قرآن کریم عظیم الشان دلیل ہے آپ کی نبوت پر اس عظیم الشان نشانی کو دیکھ کر بھی کہتے ہیں کوئی واضح دلیل نبوت کیوں نہیں لاتے فرض کرو اگر ہم قرآن نازل کرتے اور رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کو کفر وشرک کی سزا دیدیتے تو کہتے کہ رسول آنے سے پہلے ہی ہمیں ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کردیا گیا اگر ہمیں عذاب آنے سے پہلے رسول کے ذریعہ آگاہ کر دیا جاتا پھر دیکھتے ہم احکام خداوندی پر کیسے پابندی سے عمل کرتے اس سے معلوم ہوا کہ دلائل ومعجزات دیکھ کر ان کا مقصود ہدایت پر آنا نہیں بلکہ فضول حیلے بہانے کرنا ہے بس آپ ان سے کہدیجئے کہ عنقریب قیامت کے دن معلوم ہوجائیگا کون صحیح راہ پر تھا اور کون منزل مقصود (جنت) تک پہونچا۔

بحمد سبحانہ وتعالیٰ ماہ ذی الحجہ سنہ ١٤١٢ھ کو

پارہ ١٦ قال الم اقل لک کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل سے جمع کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زمزم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ، نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

الحمد للہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی رجسٹری)

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزا کم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR
PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773

اس دور کی سب سے آسان وعام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے
اردو
آسان تفسیر
ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ
مرتب
محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
پارہ اقترب ۱۷
(شائع کردہ)
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور یو۔پی
۲۴۷۰۰۱

(۲۱) سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ (۷۳)
آیاتها ۱۱۲ رکوعاتها ۷

سورۂ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اسمیں ۱۱۲ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

ان لوگوں سے ان کا حساب نزدیک آپہونچا اور یہ غفلت میں ہیں، اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ

رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ ہنسی کرتے ہیں ان کے دل متوجہ نہیں

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ

ہوتے اور یہ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ محض تم جیسے ایک معمولی آدمی ہیں تو کیا تم پھر بھی جادو کی بات سننے کو جاؤ گے

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

حالانکہ تم جانتے ہو پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو آسمان میں ہو یا زمین میں ہو جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

حساب کا وقت قریب آگیا

ارشاد خداوندی ہے کہ حساب وکتاب کا وقت قریب آگیا ہے، مراد اس سے قیامت کا دن ہے اس دن تمام انسانوں کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا، اور قیامت کا قریب ہونا دنیا کی پچھلی عمر کے مقابلے میں ہے کیونکہ یہ آخری امت ہے اس کے بعد کوئی امت نہیں آئے گی، بس قیامت قائم ہوجائے گی، اور اگر حساب عام مراد لیا جائے تو قبر کا حساب بھی اس میں شامل ہے جو ہر انسان کو مرنے کے فوراً بعد دینا ہوتا ہے، اس لحاظ سے حساب کے دن کا قرب ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ ہر شخص کی عمر خواہ کتنی ہی ہو کچھ دور نہیں اور خصوصاً جبکہ عمر کی انتہا معلوم نہ ہو تو ہر دن ہر گھنٹہ بلکہ ہر منٹ اس کی زندگی کا آخری وقت ہے، مقصد اس سے آخرت سے غافل لوگوں کو متنبہ کرنا ہے جس کے تمام مومنین وکافرین قائل ہیں جو دنیوی اور نفسانی خواہشات میں غرق ہوکر حساب کے دن کو بھول گئے ہیں اور اس دن کو بھول جانا ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

انھی آخرت سے غافل لوگوں کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ ان کا یہ حال ہے کہ جب کوئی نئی آیتِ قرآنی اور نصیحتِ قرآنی آتی ہے تو یہ اس کو کھیل تماشے کی حیثیت سے سنتے ہیں اور ان کے دل آخرت سے بالکل

غافل ہوتے ہیں، اسی لئے آیات قرآنی میں غور و فکر کر کے یہ اپنی آخرت نہیں سنوارتے بلکہ ان آیات کا ہنسی مذاق اڑا کر اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔

جب یہ نصیحت سنتے سنتے تنگ آگئے تو ان ظالموں نے ایک خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور رسول کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ رسول تو ہمارے جیسا ایک آدمی ہے یعنی نہ فرشتہ ہے اور نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری حیثیت اور امتیاز رکھتا ہے بس اس کو جادو آتا ہے جو دلکش کلام ہمیں سناتا ہے وہ جادو ہی کا ہے، لیس جب معلوم ہو گیا کہ یہ جادوگر ہے تو پھر اس کے پاس جانا اور اس کا کلام سننا حماقت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کی خفیہ میٹنگ کی پول اپنے رسول کی زبانی کھول دی فرمایا میرا رب ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان و زمین میں ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ کہیں بھی کوئی بات کی جائے میرا رب اس سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے بس وہ تمھاری اس خفیہ سازش سے بھی خوب واقف ہے اور وقت آنے پر تم کو اس کی سخت سزا دے گا۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ

بلکہ یوں کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں بلکہ انھوں نے اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہیے کہ ہمارے

الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

پاس ایسی کوئی نشانی لادیں جیسا پہلے لوگ رسول بنائے گئے ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ

نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا ہے جن کے پاس ہم وحی

كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا

بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کر لو، اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسے نہیں بنائے تھے جو

كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا

کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو

الْمُسْرِفِيْنَ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ع

اور جن جن کو منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد سے گذرنے والوں کو ہلاک کیا ہم تمھارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ

اس میں تمھاری نصیحت کافی موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

تفسیر:- منکرین دشمنان قرآن سن کر ایسے بدحواس ہوگئے تھے کہ کسی ایک رائے پر قائم نہ رہتے

کبھی قرآن کو جادو بتلاتے، کبھی کہتے یہ نفسانی اور شیطانی خواب ہیں جن کو جمع کر کے قرآن بنا دیا گیا (نعوذ باللہ) کبھی کہتے کہ اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑ کر ان کے مجموعہ کا نام قرآن رکھ لیا ہے، کبھی کہتے آپ شاعر ہیں اور اپنے شعری مجموعہ کا نام قرآن رکھ دیا ہے، غرضیکہ جب کوئی بات چسپاں نہ ہوتی تو اسے چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگتے تھے، جب ان کی کوئی بات نہ چلتی تو کہتے اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ایسے معجزات دکھائیے جیسے پہلے انبیاء ؑ دکھاتے تھے، ان کا یہ کہنا بھی صرف ضد کی وجہ سے تھا نہیں تو عرب کے ان جاہل مشرکین کو کیا معلوم کہ پہلے انبیاء نے کیا کیا معجزات دکھائے ہیں، اور پھر بے شمار معجزات کا فرمائشی طور پر مطالبہ کرنا بلا وجہ تھا جن کو حق تعالیٰ نے اسلئے پورا نہیں فرمایا کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ اپنے فرمائشی معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کریں گے اور پھر ہمیں اپنے قانون کے مطابق ان پر عذاب نازل کر کے ہلاک کر دینا ہوگا اور یہ ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ ہم اپنے پیارے نبی کی آخری امت کو اس طرح تباہ نہیں کرنا چاہتے۔

اور فرمایا کہ اگر تمہیں پہلے انبیاء ؑ کا حال معلوم نہیں کہ وہ انسان تھے یا فرشتہ تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے معلوم کر لو وہ تمہیں تبلادیں گے کہ پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ تمام انسان ہی تھے فرشتہ کوئی نہیں تھا اور وہ فرشتوں کی طرح ایسے نہ تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور وقت مقررہ پر ان پر موت بھی آئی اور وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے، ہاں ان میں اور عام انسانوں میں یہ فرق و امتیاز تھا کہ وہ مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے تھے، ان کی طرف حق تعالیٰ وحی بھیجتا تھا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں اللہ ان سے حمایت و نصرت کے وعدے کرتا تھا، چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے اور ان کو مع ان کے مومنین ساتھیوں کے محفوظ رکھا اور نافرمان و متکبر دشمنوں کو ہلاک کر ڈالا۔ بس اے مشرکین عرب تم کو بھی اپنے انجام سے باخبر رہنا چاہیئے اگر تم اسی طرح ہمارے رسول کی مخالفت پر ڈٹے رہے تو تم پر آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں تباہی آسکتی ہے بس پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ أَحَسُّوْا بَأْسَنَآ إِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا

سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا ۔ بھاگو مت اور اپنے سامان

إِلٰى مَآ أُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا

عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے وہ لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی

ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ﴿۱۵﴾

بیشک ہم لوگ ظالم تھے سو ان کی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہو گئی

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے بہت سی بستیاں جن کے رہنے والے ظالم یعنی کافر تھے تباہ کر ڈالیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر کے ان بستیوں کو پھر سے آباد کر دیا جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو بستی سے بھاگنا شروع کیا تاکہ عذاب سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ ان سے کہا کہ بھاگو مت اور اپنے سامان عیش و عشرت اور مکانات کی طرف واپس جاؤ شاید کوئی تم سے پوچھے کہ تم تو بڑے مال و دولت اور طاقت و قوت والے تھے پھر بزدل ہو کر کیوں بھاگ آئے، اس سے ان پر طنز کرنا اور یہ واضح کرنا ہے کہ مال و دولت اور قوت پر گھمنڈ کرنا بیکار رہا ہے اصل چیز اللہ سے تعلق ہے وہی دنیا و آخرت کی مصیبت میں کام آتا ہے، جب انھوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب آتا دیکھا تب چلائے اور اپنے جرموں کا اقرار کرنا شروع کیا مگر یہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا اس لئے ان کی توبہ و ندامت کچھ کام نہ آئی آخر ان کو ایسا نیست و نابود کر دیا گیا جیسے کھیتی کٹ گئی ہو یا آگ بجھ گئی ہو۔

ان آیات میں جن بستیوں کے تباہ کرنے کا ذکر ہے بعض مفسرینؒ نے ان کو یمن کی بستیاں حضورا اور قلابہ قرار دیا ہے ان کی طرف جو رسول بھیجے گئے ان کا نام بعض مفسرین نے موسیٰ بن میشا اور بعض نے شعیب بتلایا ہے رسول نے ان کو توحید کی دعوت دی تو انھوں نے اس کی تکذیب کی اور رسول کو قتل کر ڈالا، اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان پر کافر بادشاہ بُخت نصر کو مسلط کر دیا اس نے ان کو قتل و قید کیا جب عام طور پر لوگ قتل و قید ہونے لگے تو اپنی بستی چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم کو

لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى

مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے

الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی

ہیں سو وہ اس باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے سو وہ مغلوب ہو کر دفعۃً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا

ہو اور حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں اور جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً

عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں، شب و روز تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے۔ کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور

مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾

معبود بنا رکھے ہیں زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں

دنیا تماشہ گاہ نہیں

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو لہو لعب اور کھیل تماشہ کے لئے نہیں بنایا بلکہ ہر چیز میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، ہر چیز اللہ کی قدرت اور اس کے وجود پر دلالت کرتی ہے انسان کو چاہئے کہ اس میں غور و فکر کرکے اپنی آخرت سنوارے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بالفرض کھیل تماشے کے کام ہماری شان کے لائق ہوتے بھی تو ہمیں اس کے لئے زمین و آسمان اور اتنی بڑی کائنات پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کھیل تماشہ کی جگہ نہیں بلکہ عمل کی جگہ ہے یہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے حق غالب ہو کر باطل کو مٹا دیتا ہے، بس اے نافرمان مشرک و کافر لوگو، عقل سے کام لو اور اس دنیا کو تماشا گاہ مت سمجھو نہیں تو حق حملہ آور ہو کر تمھارا سر کچل دیگا بس اس دن بربادی سے تمھیں کوئی نہ بچا سکے گا۔

اے کافرین تم حق تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی بندگی کرتے ہو جبکہ یہاں کی ہر چیز اللہ ہی نے پیدا کر رکھی ہے ہر چیز اس کی ملک ہے، تعجب ہے تم پر کہ اس عظیم الشان قدرت والی ذات کی بندگی کرنے سے تم کو شرم آتی ہے جب کہ اس کی بارگاہ میں جو سب سے زیادہ مقرب ہے وہ اس کی بندگی سے قطعاً شرم نہیں کرتے (مراد اس سے فرشتے ہیں) وہ مقربین بارگاہ ہونے کے باوجود اللہ کی بندگی و غلامی سے ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتے وہ اپنے رب کی بندگی میں کبھی سستی نہیں کرتے ہر وقت اس کی تسبیح و ذکر میں مشغول رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں بلکہ ذکر الٰہی ہی ان کی غذا ہے، غور کرو جب معصوم و مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطاکار انسانوں کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اپنے خالق و مالک کی خوب بندگی و اطاعت کریں مگر افسوس انھوں نے حقیر ترین چیزوں (پتھروں وغیرہ) کی بندگی اختیار کر رکھی ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ

اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے سو اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

بیان کر رہے ہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے کیا خدا کو چھوڑ

اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

کہ انھوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں کہیے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

موجود ہیں بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو وہ اعراض کر رہے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر

نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا

نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کرو اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

نے اولاد بنا رکھی ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ بندے ہیں معزز وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرسکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى

ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اسکے جس کیلئے خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کرسکتے

وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ

اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو شخص یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

کو سزائے جہنم دیں گے ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

معبود واحد ہونے کی دلیل

ان آیات میں خدا کے واحد اور معبود برحق ہونے کی دلیل پیش کی گئی ہے ارشاد ہے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوتا یعنی ایک سے زیادہ معبود ہوتے جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ ہے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجاتا کیونکہ ایک معبود بارش کا حکم کرتا اور دوسرا اس کے خلاف حکم کرتا لہٰذا دونوں میں ٹکراؤ ہوکر نظام بگڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہے جس وقت سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے اس کا نظام بالکل صحیح چل رہا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خدا ایک ہے اور وہ، وہ ہے جو عرش کا مالک ہے وہ ایسی شان وقدرت والا ہے کہ ہر ایک سے باز پرس کرے گا اور کسی میں مجال نہیں کہ اس سے باز پرس کرسکے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ قرآن کریم اور اس سے پہلے کی تمام آسمانی کتابیں اور اس طرح اے محمدؐ آپ اور آپ سے پہلے تمام پیغمبر یہی دعوت اپنی اپنی امتوں کو دیتے آئے ہیں کہ خدا معبود واحد و برحق ہے صرف اسی کی بندگی کرو

اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا نہیں تو جہنم کا دائمی عذاب بھگتنا پڑے گا۔
عرب کے بعض قبیلے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے ان آیات میں ان کا رد کر دیا گیا ہے کہ اللہ کی شان عالی مرتبت اولاد سے بے نیاز اور مستغنی ہے اسی سے نصاریٰ کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور یہود کا بھی جو حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ فرمایا کہ جن برگزیدہ ہستیوں کو اور فرشتوں کو تم اللہ کی اولاد بتلاتے ہو وہ اللہ کی اولاد نہیں بلکہ اس کے معزز و مقرب بندے ہیں جو اس کی مرضی کے خلاف لب کشائی نہیں کرتے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے غرضیکہ پوری پوری بندگی کرتے ہیں۔
اور اگر اے مشرکین جن کو تم اپنی اولاد اور اپنا معبود تسلیم کرتے ہو اگر وہ بھی بفرض محال اپنے کو معبود سمجھ لیں تو ہم انھیں جہنم کی وہی سنگین سزا دیں گے جو ظالموں کو دی جائے گی مطلب یہ ہے کہ جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو وہ بھی ہماری احاطۂ قدرت سے باہر نہیں پھر بھلا وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں جو اپنی بھی جان نہ بچا سکیں سوچو اور سمجھو۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ

جاندار چیز کو بنایا ہے کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ لوگ منزل کو پہنچ جاویں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ

اور ہم نے آسمان کو ایک چھت بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں

الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے ہر ایک ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں

اللہ کی قدرت

یہاں کافرین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تمھیں یہ معلوم نہیں کہ پہلے آسمان و زمین بند تھے پھر ہم نے ان کو اپنی قدرت سے کھول دیا مطلب یہ ہے کہ پہلے آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین سے پیداوار نہیں ہوتی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر لوگوں کو آباد کیا تو ان دونوں کو کھول دیا آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے پیداوار ہونے لگی کھلنے اور بند ہونے کی یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ

نے فرمائی ہے،

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر زندہ وجاندار چیز کے وجود وبقا میں پانی کا دخل ضروری ہے خواہ بلا واسطہ ہو یا بواسطہ، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کیا ہماری یہ عجیب وغریب قدرت دیکھ کر بھی کافر لوگ ایمان نہیں لاتے

آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں پہاڑ اسلئے بنائے تاکہ لوگ ہلنے نہ لگیں، شروع میں جب زمین کو پیدا کیا گیا تو کانپنے لگے اس پر انسان صحیح طور پر زندگی بسر نہیں کرسکتے تھے لہذا پہاڑوں کے وزن سے اللہ نے اسکی کپکپاہٹ کو ختم کردیا اور اس پر انسان اپنی ضروریات زندگی مکانات وغیرہ بآسانی بناکر آرام حاصل کررہا ہے اس عظیم احسان کے بدلے انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے اور صرف اسی کی بندگی واطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی پوری زندگی گذار دے۔

اور اس کی حکمت دیکھیئے کہ اس نے پہاڑوں کو اس طریقہ سے نہیں بنایا کہ وہ پوری زمین میں پھیل جاتے اور چلنے کا راستہ ہی بند ہوجاتا بلکہ اس انداز پر پیدا فرمایا کہ راستے بھی کشادہ باقی رہیں اور انسان اپنی ضروریات کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاسکیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پہچاننے کے لئے صرف آسمان ہی میں غور کرلینا کافی ہے کہ اس نے اتنی بڑی مضبوط مستحکم اور بلند وبالا چھت بغیر کسی ستون کے کھڑی کر رکھی ہے جس میں آج تک کوئی بگاڑ نہیں آیا نہ ٹوٹتی ہے نہ پھوٹتی ہے نہ گرتی ہے اور نہ ہی اس کی چمک وصفائی میں آج تک کوئی فرق آیا ہے اور اس نے اپنی قدرت سے رات دن اور چاند سورج بنائے اور پھر ان کے نظام کو برقرار رکھا کہ ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں اس طرح تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تیر رہے ہیں یہ سب اللہ کی اپنی قدرت وحکمتیں ہیں ان سے انسان کو عبرت حاصل کرکے اس کی بندگی اختیار کرلینی چاہیئے

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہوجائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ کو رہیں گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ

ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا　اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں

وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

اور پھر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے

تفسیر:۔ مشرکین مکہ اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی جلد وفات ہوجائے اس آیت میں

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں، اوّل یہ کہ اگر تمہارا مقصود ان کی وفات سے یہ ہے کہ تم لوگوں میں یہ ثابت کرو کہ آپ نبی نہیں تھے اگر نبی ہوتے تو ان کی موت نہ آتی، بس تمہارا یہ مقصد و غرض پورا نہ ہوگا کیونکہ آپ سے پہلے بے شمار انبیاء تشریف لائے اور سب کی وفات ہوئی ان میں سے بعضوں کو تم بھی نبی مانتے ہو تو جب موت سے ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا تو کیا وفات محمدؐ سے نبوتِ محمدؐ میں فرق آجائے گا، ہرگز نہیں۔

دوّم :۔ اور اگر ان کی موت سے تمہاری غرض اپنے دلوں کو ٹھنڈا کرنا ہے تو یاد رکھو موت تمہیں بھی نہ چھوڑیگی ایک دن تم کو بھی ضرور اس کا لقمہ بننا ہے اور مرکر تمہیں طرح طرح کے عذاب چکھنے ہیں اور ہمارے پیارے رسول وفات پاکر طرح طرح کے عیش و آرام پائیں گے، ایسا کون ہے جو موت کے چنگل سے بچ جائے تمام جانداروں کو موت کا مزہ چکھنا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں کو بھی موت آئے گی یا نہیں؟ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک لحظہ کے لیئے ان پر بھی موت طاری ہوجائے گی۔ اور بعض نے فرمایا کہ فرشتے اور جنت کے حور و غلمان موت سے بری ہیں ان پر موت کبھی طاری نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں انسان کو تندرستی و بیماری، امیری و غریبی، سختی و نرمی وغیرہ مختلف حالات سے آزماتا ہے کہ کون ہے جو راحت و آرام کے وقت شکر گذار رہتا ہے اور کون ہے جو مصیبت و پریشانی کی حالت میں صبر نہیں کرتا اور ناشکری میں مبتلا ہوجاتا ہے، پھر فرمایا کہ ان حالات سے دوچار ہوکر تم سب کو مرکر ہمارے ہی پاس آنا ہے اس وقت ہم شکر گذاروں کو ثواب اور ہر قسم کا راحت و آرام دیں گے اور ناشکروں کو عذاب اور مصیبت میں مبتلا کریں گے۔

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر

اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ

کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں انسان جلدی ہی کا بنا ہوا ہے ہم عنقریب

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آئے گا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ

تم سچے ہو کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک

النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً

سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ وہ آگ ان کو ایک دم سے آئیگی

فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ

سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہو گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور آپ سے پہلے جو پیغمبر

بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا

ہیں ان کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾

جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے۔

کافرین کی بیہودہ حرکتوں کا انجام

ان آیات میں کافرین کی ایک بے ہودہ حرکت کا بیان ہے کہ انجام سے بے فکر ہو کر یہ ہمارے رسول کی ہنسی اڑاتے ہیں جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کیا یہی وہ صاحب ہیں جو ہمارے معبودوں (بتوں) کا برائی سے ذکر کرتے ہیں۔ قرآن ان سے کہتا ہے کہ افسوس ہے تم پر تمہیں شرم نہیں آتی تم اپنے حقیقی خالق و مالک اور معبود برحق جل شانہ کا انکار کرتے ہو اس کی سچی کتاب قرآن مقدس کو جھٹلاتے ہو۔ اور اگر اللہ کے سچے رسول نے تمہارے جھوٹے معبودوں کی پول کھول دی تو تم برا مان گئے اور رسولِ خدا کا مذاق اڑانے لگے۔ درحقیقت تم ہی اس بات کے مستحق ہو کہ تمہارا مذاق اڑایا جائے۔

ان گستاخ کافروں کی حرکتیں دیکھ کر کہ کبھی آپ کی موت کی تمنا کرتے ہیں اور کبھی آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ممکن ہے بعض حضرات نے تمنا کی ہو کہ ان گستاخوں پر فوراً عذاب آجائے؟ اور خود کفار بھی کہتے تھے کہ اگر ہم مستحق عذاب ہیں تو ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آیا؟ ان کو جواب دیا گیا کہ انسان بڑا ہی جلد باز ہے اس کے خمیر میں جلد بازی ملی ہوئی ہے تھوڑا صبر کرو عنقریب ہم اپنے قہر و انتقام اور عذاب کی نشانیاں تمکو دکھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے عذاب کی حقیقت ان کو معلوم نہیں ورنہ یہ اسکا مطالبہ اس قدر جلد بازی سے نہ کرتے جب ہمارا عذاب آگ بن کر ان کو آگے پیچھے ہر طرف سے گھیر لیگا اس وقت ان کے ہوش خراب ہو جائیں گے یہ اس کو اپنے سے ہٹا نہیں سکیں گے اور نہ کوئی دوسرا ہی ان کی حمایت و حفاظت کرے گا اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول کا مذاق اڑانے کا نتیجہ یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور کافرین کو عذاب سے ڈرانے کے لئے فرمایا گیا کہ آپؐ سے پہلے جو رسول گذرے ہیں ان کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ بس جن لوگوں نے مذاق اڑایا تھا ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم

کہدیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہو، بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگردان

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ

ہیں کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ ان کی حفاظت کر لیتے ہوں وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے ،

وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ

اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ

عرصہ دراز گذر گیا کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آ دیں گے آپ

اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں اور اگر ان کو آپ

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے ۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ

اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر عمل رائی

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں

تفسیر

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مذاق اڑانے والے کافرین سے پوچھئے کہ رحمٰن کے غضب و عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے ؟ صرف اسی کی رحمت ہے جو تم پر فوراً عذاب نہیں آتا ۔ اللہ کے اس احسان کا تقاضا یہ تھا کہ وہ رحمٰن کی بندگی اختیار کر لیں مگر وہ اب بھی اپنے رب حقیقی کی یاد سے غافل ہیں اور اس کی نصیحتوں سے منہ پھیرتے ہیں ۔ اے کافرین کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہارے معبود تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور وقت آنے پر وہ رحمٰن کے عذاب سے تم کو بچالیں گے وہ تمہاری حفاظت و بچاؤ تو کیا کریں گے وہ تو اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے تو وہ اسے بھی نہیں روک سکتے اللہ کی قدرت و حفاظت اور بتوں کی عجز و بیچارگی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ نہ سمجھ سکیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مدتوں سے یہ اور ان کے باپ دادا راحت و آرام اور بے فکری کی زندگی گذارتے رہے تھے لہذا غفلت و عیش پرستی کے نشہ میں چور ہو کر انجام سے بے پروا ہو کر اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی نصیحتوں سے

اعراض کرتے رہے مگر اب اللہ نے ان کو پکڑا۔ ان کی حکومتیں اور سرداریاں ختم ہونے لگیں۔ ان کی زمین ان کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں جانے لگیں، اور آہستہ آہستہ اسلام پھیلنے لگا اور کفر و بت پرستی گھٹنے لگی بس کیا ایسی حالت میں یہ مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آسکتے ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے قرب و جوار کی وہ بستیاں جنھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا تباہ کر دی گئیں اور ہمیشہ اللہ کے فرمانبرداروں کا گروہ ہی کامیاب رہا ہے اور اے ہمارے پیغمبر آپ ان سے فرما دیجئے میرا کام وحی کے ذریعہ تم کو اللہ کے عذاب سے ڈرا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے (میرا کام عذاب دینا نہیں ہے) اگر تم اس کو نہ سنو اور بہرے بنے رہو تو اس کی سزا تم ہی کو بھگتنی پڑے گی مگر یہ بہرے سنتے ہی نہیں اور عذاب کا مطالبہ کئے چلے جاتے ہیں اور اگر کہیں عذاب خداوندی کا ایک جھونکا بھی ان کو لگ جائے تو ساری بہادری ختم ہو جائے اور یوں کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے۔

کافرین کی گستاخیوں، شرارتوں، نافرمانیوں کا تقاضا تو یہی تھا کہ ان پر دنیا ہی میں عذاب آجاتا مگر اللہ تعالیٰ اپنی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دینا نہیں چاہتے بلکہ آخرت میں قیامت کے دن میزان عدل قائم کی جائے گی اس میں سب کے اعمال تولے جائیں گے اور کسی کے ساتھ ذرا بھی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی وہاں پر ہر ایک کے معمولی سے معمولی عمل کا حساب و کتاب بھی پورے پورے انصاف کے ساتھ کیا جائیگا۔ اس وقت ان گستاخ کافروں کو ان کی ہر ہر شرارت کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز عطا فرمائی تھی

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ

جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے ڈرتے ہیں اور یہ ایک کثیر الفائدہ

اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

نصیحت ہے جسکو ہم نے نازل کیا ہے تو کیا پھر بھی تم اس سے منکر ہو۔

تفسیر

ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو توریت دی تھی جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت، حلال و حرام کے فیصلے کرنے والی تھی اور ضلالت و گمراہی اور غفلت و جہالت کی اندھیریوں میں روشنی پہونچانے والی تھی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی تھی اور یہی خدا سے ڈرنے والے قیامت سے بھی ڈرتے ہیں ان کو ہر وقت خوف رہتا ہے کہیں قیامت کے دن ہمارے حق میں اللہ کی ناراضی و سزا کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ان حضرات کو ہم نے وہ کتاب دی تھی اسی طرح آپ کو بھی ایک مقدس کتاب قرآن کریم عطا فرمائی ہے جو توریت سے بھی زیادہ روشن ہے بس افسوس ہے تم ایسی مقدس و پاکیزہ اور

روشن و واضح کتاب کا بھی انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور ہم نے اس سے پہلے ابراہیمؑ کو ان کی خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے جب کہ انھوں نے اپنے

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو

لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا

ان کی عبادت کرتے دیکھا ہے، ابراہیمؑ نے کہا کہ بے شک تم اور تمھارے باپ دادے صریح غلطی میں ہو وہ کہنے لگے کیا تم

اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ

سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمھارا رب وہ ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس پر دلیل بھی رکھتا ہوں اور

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ

خدا کی قسم میں تمھارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے تو انھوں نے ان بتوں کو ٹکڑے

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ

ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے کہ شاید وہ لوگ ابراہیمؑ کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں

اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا

کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا، بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو

بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

جس کو ابراہیمؑ کہہ کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا تذکرہ کرتے سنا ہے وہ لوگ بولے کہ تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

حاضر کرو تاکہ وہ لوگ گواہ ہو جائیں ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم انھوں

نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کے اس بڑے نے کی سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى

پھر کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو پھر اپنے سروں کو جھکا لیا اے ابراہیمؑ تم کو یہ تو

رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

معلوم ہی ہے کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت

اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہونچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہونچا سکے تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم

اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلا لو اگر

فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ

تم کو کچھ کرنا ہے ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

ساتھ برائی کرنا چاہا سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی شان عالی مرتبت

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور موسیٰ و ہارون (علیہ السلام) سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی اعلیٰ قابلیت وشان کے مناسب رشد وہدایت عطا کی تھی۔ بلکہ جوانی سے پہلے ہی بچپن میں ان کو نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی شایانِ شان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) کی اعلیٰ صلاحیت اور کمالاتِ علمیہ وعملیہ اور علوِ شان کی پوری خبر ہم رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ مورتیوں کی پجاری تھی خود ان کے والد مورتیاں بناکر فروخت کیا کرتے تھے، غرضیکہ گھر میں اور باہر ہر جگہ آپ کو مورتیوں کا ماحول نظر آتا تھا، اللہ نے آپ کو بچپن ہی سے ان مورتیوں سے بیزاری عطا فرمارکھی تھی آخر ایک روز اپنی قوم سے سوال کرہی بیٹھے کہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیوں کو تم نے خدا کیوں بنا رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے باپ دادا بھی ان کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تمھارا یہ کوئی معقول جواب نہیں نہ اس میں کوئی حقانیت ہے بس معلوم ہوا تمھاری طرح وہ بھی گمراہ تھے اور تم ان کی اندھی تقلید کررہے ہو۔ پوری قوم کی عقیدہ کے خلاف حضرت ابراہیمؑ کی

یہ بات سن کر ان لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے اے ابراہیم کیا واقعتاً تمہارا خیال اور عقیدہ یہی ہے یا ہم سے مذاق و دل لگی کر رہے ہو، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ حقیقت میں میرا عقیدہ یہی ہے اور حقیقت میں سب کا رب وہ ہی ایک خدا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو پیدا کیا ہے اور ان کے نظام کو صحیح صحیح چلا رہا ہے دوسرا کوئی اس کی خدائی میں شریک نہیں صرف وہی تنہا عبادت و بندگی کا مستحق ہے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی بُری گت بناؤں گا جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے، یہ بات آپ نے ذرا آہستہ سے کہی جس کو بعض نے سنا بعض نے نہیں اور پھر ان کی اس دھمکی کی طرف کوئی خاص توجہ اور اہمیت نہ دی کچھ یہ سوچ کر کہ یہ تنہا نوجوان پوری قوم اور بادشاہِ وقت نمرود کے مقابلہ میں ایسی جرأت وہمت کہاں کر سکتا ہے لہذا اس کو سنی ان سنی کر دی مگر حضرت ابراہیمؑ موقع کی تلاش میں رہے اور جب یہ پوری قوم کسی میلے یا عید کے موقع پر شہر سے باہر گئی تو آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بت خانہ میں پہونچ کر تمام بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور جس کلہاڑی وغیرہ سے توڑا اس کو ان میں کے سب سے بڑے بت کے کاندھے پر رکھ آئے، اس بڑے بت کو نہیں توڑا، اس سے آپ کا مقصد ان کی عاجزی و بے بسی ظاہر کرنا تھا۔

غرضیکہ جب وہ لوگ واپس آئے اور انھوں نے بت خانہ کی حالت بگڑی ہوئی دیکھی تو کہنے لگے یہ ذلیل حرکت اور گستاخی ہمارے معبودوں کی ساتھ کس نے کی ہے یقیناً وہ بڑا ہی ظالم اور شریر ہے، جن لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کی دھمکی سنی تھی کہ میں تمہارے بتوں کی بری گت بناؤں گا وہ کہنے لگے کہ بلاشک وشبہ یہ اسی نوجوان ابراہیمؑ کا کام ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کرتا ہے، یہ خبر جب نمرود اور ارکین سلطنت کو پہونچی، اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق جب یہ خبر قوم کے سرداروں اور حکام کو پہونچی تو انھوں نے کہا کہ اس نوجوان کو مجمع عام میں لاؤ تاکہ وہ پوری قوم کے سامنے اقرار کرے اور پھر ہم بلا ثبوت واقرار کے سزا دینے والے نہ کہلائیں، حضرت ابراہیمؑ بھی یہی چاہتے تھے کہ مجھے موقع ملے تو پوری قوم کے سامنے ان کے معبودوں کی بے چارگی وبے بسی ثابت کر سکوں چنانچہ پوری قوم کے سامنے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ بے ادبی اور گستاخی کی ہے، آپؑ نے فرمایا مجھ سے کیا پوچھتے ہو اس بڑے بت سے پوچھ لو اگر یہ بول سکے مطلب یہ اگر یہ بول سکتا ہے تو ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور اگر بول نہیں سکتا تو توڑ بھی نہیں سکتا بس سمجھ لو میں نے ہی ان سب کو توڑا ہے اس طرح بطور تعریض اقرار کر کے آپ نے انکے عقیدہ کو ٹھیس لگائی ہے کہ ذرا سوچ تمہارا جو سب سے بڑا معبود بول نہ سکے اور اپنے ساتھیوں (چھوٹے بتوں) کی حفاظت نہ کر سکے یا ان کے توڑنے والے کا نام تک نہ بتا سکے وہ عاجز معبود خدا کیسے ہو سکتا ہے اور تم کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے اور کیا مصیبت سے بچا سکتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تقریر سنکر وہ لوگ اپنے دلوں میں سوچنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے واقعی ہم ہی غلطی پر ہیں، ابراہیمؑ حق

پڑ رہے، جو بت بول نہ سکے اپنے پر آئی مصیبت کو ٹال نہ سکے ہم اس کی پوجا کر رہے ہیں، پھر شرمندگی کے مارے اپنے سر دن کو جھکا لیا اور کہنے لگے اے ابراہیمؑ کہیں پتھر بھی بولتے ہیں، اب موقع غنیمت سمجھتے ہوئے آپ نے توحید کی دعوت پیش کی فرمایا تمھیں شرم آنی چاہیئے افسوس ہے تم خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ بول سکے نہ کچھ فائدہ پہونچا سکے اور نہ نقصان سے بچا سکے، تعجب ہے اتنا سب کچھ سمجھنے کے باوجود بھی تم ان پتھر کی مورتیوں کو پوجتے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کا پروگرام

جب وہ لوگ عاجز ہو گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے تو آپ کو تکلیفیں پہونچانے کے درپے ہو گئے اور کہنے لگے اب تو اپنے معبودوں کی گستاخی کا بدلہ لینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال کر جلا دو، یہ بات جس نے سب سے پہلے کہی اس کا نام ہنون تھا اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، غرضیکہ نمرود اور اس کی قوم آپ کو آگ میں جلانے پر متفق ہو گئے۔ تاریخی روایات میں ہے کہ آپ کو گرفتار کرکے ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور ایک مہینہ تک آپ کو جلانے کے لئے لوگوں نے خوب لکڑیاں جمع کیں اس کام کے لئے لوگوں کا عام جوش و خروش اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ بیمار منت مانتا کہ اگر میں صحت مند ہو گیا تو ابراہیمؑ کو جلانے کے لئے لکڑیاں دوں گا، عورتیں بھی اپنی مراد پوری ہو جانے کی یہی منت مانتی، غرضیکہ جب لکڑیوں کا بہت لمبا چوڑا اور اونچا انبار لگ گیا تو پھر اس میں چاروں طرف سے آگ لگا دی گئی اور سات دن تک اس کو خوب دہکایا گیا، جب آگ کے شعلے آسمانی فضا کو چھونے لگے اور وہ اس قدر تیز ہو گئے کہ اگر کوئی پرندہ اس پر سے گذرے تو وہ جل کر خاک ہو جائے، اس وقت ارادہ کیا کہ ابراہیمؑ کو اس میں ڈالا جائے، مگر اس آگ کے سمندر میں کون ڈالے اور کس طرح ڈالے، بس اسی وقت کمبخت شیطان نے آکر ترکیب سمجھائی کہ گوپھن (گوپیا) میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا جائے۔ جب اسکے ذریعہ آپ کو اس دریائی آگ میں پھینکا جانے لگا تو انسان و جن کے علاوہ تمام مخلوقات چلا اٹھی کہ اے رب تیرے خلیل کے ساتھ کیسا ظلم ہو رہا ہے، اگر ہمیں اجازت ہو تو ہم ان کی مدد کریں، اللہ نے اجازت مرحمت فرمادی تو جو فرشتہ پانی کے خزانوں پر مقرر تھا اس نے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو میں اس آگ کو بجھا دوں، اسی طرح وہ فرشتہ جو ہواؤں پر مقرر ہے حاضر ہوا اور عرض کیا اجازت ہو تو میں آگ کو ہوا میں اڑا دوں، حضرت ابراہیمؑ نے ان سب سے فرمایا مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں مجھے اللہ کافی ہے وہی میرا کارساز ہے جب آپ کو گوپھن میں رکھ کر آگ کی طرف پھینک دیا گیا تو حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا میں آپ کی ہر قسم کی مدد کے لئے حاضر ہوں آپ نے جبرئیلؑ کو بھی منع فرما دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا تو پھر اپنے رب سے درخواست کیجئے آپ نے فرمایا وہ میری حالت کو خوب جانتا ہے۔

آگ گلزار بن گئی

جب اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کو پورے طور پر آزما چکا کہ وہ سوائے میرے کسی کی مدد لینے کو تیار نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا، یعنی اتنی زیادہ ٹھنڈی بھی نہ ہو کہ میرے خلیل کو تکلیف ہونے لگے بلکہ صرف اتنی ٹھنڈی ہو

تاکہ ان کو خوشگوار اور اچھی معلوم ہو چنانچہ آگ آپ کے لئے گلزار بن گئی، آگ نے اس رسی کو تو جلا دیا جس میں آپ کو باندھ کر پھینکا گیا تھا مگر آپ کے مبارک جسم پر آنچ تک نہ آئی۔

تاریخی روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ نے آپ کے بازو کو پکڑ کر آرام سے زمین پر بٹھا دیا آپنے وہاں ایک شیریں پانی کا چشمہ اور لال گلاب کے خوبصورت پھول دیکھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس جبرئیلؑ کو جنت کی قمیص اور مسندے کر بھیجا، جبرئیلؑ نے وہ قمیص آپ کو پہنائی اور مسند پر بٹھایا اور خود بھی آپ کے ساتھ مسند پر بیٹھ کر آپ کی دلجوئی کے لئے باتیں کرنے لگے، یہ پورا منظر نمرود نے اپنی آنکھوں سے اپنے بالاخانہ کے اوپر سے دیکھا کہنے لگا اے ابراہیم واقعی تیرا معبود زبردست طاقت و قدرت والا ہے جو اس نے اس آگ کے سمندر میں گلزار بنا دیا آپنے اس وقت اس کو توحید کی دعوت پیش کی تو اس نے کہا اگر میں آپ کے معبود کا پجاری بن گیا تو میری حکومت وسلطنت میرے ہاتھوں سے جاتی رہے گی۔

تاریخی روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم اس آگ کے اندر سات دن رہے اور آپ فرمایا کرتے تھے جس قدر راحت و آرام اور سکون و اطمینان مجھے ان سات دنوں میں ملا ہے اتنا عمر بھر میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

قوم نمرود کی ناکامی

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ نمرود اور اس کی قوم نے ہمارے خلیل کا بُرا چاہا تھا کہ آگ میں جلا کر اس کو ہلاک کر دیں مگر ہم نے انھی کو ناکام کر دیا اور ان کا مقصد حاصل نہ ہونے دیا۔ بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ مہنگائی بڑھ جانے کی وجہ سے ان کی پریشانی بڑھ گئی اور بعض نے فرمایا کہ اللہ نے مچھروں کی فوج بھیجی جس نے نمرود کا گوشت کھا لیا اور ایک مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا جس کی وجہ سے نمرود ہلاک ہو گیا۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَهَبْنَا

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور لوطؑ کو ایسے ملک کی طرف بھیج کر بچا لیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے برکت رکھی ہے۔

لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ

اور ہم نے ان سب کو اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور ہم نے ان سب کو نیک کیا اور ہم نے ان کو

اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ

مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا

وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا

اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نے

وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ

ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بدذات

سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

بدکار تھے اور ہم نے لوط ؑ کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں تھے۔

ہجرت ابراہیم ؑ

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیم ؑ اور ان کے بھتیجے لوط ؑ کو جو قوم سے الگ ہو کر حضرت ابراہیم ؑ پر ایمان لائے تھے ان دونوں کو کافروں کے ظلم و ستم سے بچا کر اس زمین سے جس پر نمرود کی حکومت تھی یعنی عراق سے ایسی زمین پر پہونچا دیا جس میں تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی ہے یعنی سرزمین ملک شام، یہ زمین اپنی ظاہری و باطنی لحاظ سے بڑی برکتوں والی ہے باطنی برکت تو یہ ہے کہ اس سرزمین پر کثرت سے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں اور ظاہری برکت یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا معتدل و خوشگوار ہے اور نہر و چشموں کی وجہ سے یہاں کی فضا سرسبز و شاداب ہے جس کی وجہ سے یہاں پیداوار خوب ہے اور باغات بھی کثرت سے ہیں جس کی وجہ سے پھلوں کی بہتات ہے جس سے صرف ملک شام والے ہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے لوگ بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔

اور ہجرت کے بعد ہم نے ابراہیم ؑ کو بیٹا اسحاق اور پوتا یعقوب عطا فرمایا اور ان باپ بیٹے کو ہم نے اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار بنایا، نبوت سے نواز کر اور ہم نے ان سب کو قوم کا مقتدا بنایا اور ہم نے ان کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو تمام نیک اعمال کرنے کا خصوصاً نماز و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرنے کا حکم کریں اور یہ خود بھی خوب عبادت گذار تھے۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ذرا وضاحت سے فرمایا، ارشاد ہے کہ ہم نے لوط ؑ کو علم و حکمت جو انبیاء کے شایان شان ہے عطا فرمایا یعنی دولت نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے جن میں سب سے بدترین لواطت تھی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے بے ہودہ اور برے کاموں کے عادی تھے، شراب خوری، گانا بجانا، ڈاڑھی کٹانا، مونچھیں بڑھانا کبوتر بازی، ڈھیلے پھینکنا، سیٹی بجانا، ریشمی لباس پہننا وغیرہ، غرضیکہ یہ لوگ بڑے ہی بدذات اور بدکار تھے، اور ہم نے لوط ؑ کو اپنی رحمت میں داخل کر رکھا ہے بلاشبہ وہ بڑے نیک یعنی معصوم تھے جو انبیاء کی خصوصیت ہے۔

حضرت لوط علیہ السّلام کو جس بستی سے نجات دینے کا ذکر ان آیات میں آیا ہے اس بستی کا نام سدوم تھا اس سے جڑی ہوئی سات بستیاں اور تھیں جن کو حضرت جبرئیل نے الٹ کر تہ و بالا کر دیا تھا صرف ایک بستی باقی چھوڑی تھی جس میں حضرت لوط ؑ اور ان کے مومنین ساتھی رہ سکیں۔

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

اور نوح ؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اس سے پہلے انھوں نے دعا کی سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے

الْعَظِيْمِ ۝ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

بھاری غم سے نجات دی اور ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنھوں نے ہمارے حکموں کو جھوٹا بتایا تھا بلاشبہ

كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

وہ لوگ بہت بُرے تھے اس لئے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا

ذکر حضرت نوح

حضرت نوح علیہ السّلام کا مفصل قصہ تو پہلے گذر چکا ہے یہاں پر اتنا مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کے زمانہ سے پہلے انھوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کی اللہ سے دعا کی تھی وجہ اس کی یہ ہوئی کہ حضرت نوح ؑ تقریباً ساڑھے نو سو سال تک برابر اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دیتے رہے مگر انھوں نے نہ مانی اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائی، آپ کی عمر تمام انبیاء سے زیادہ ہوئی اور تکالیف بھی آپ نے سب سے زیادہ اٹھائیں، حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ یہ بدبخت قوم حضرت نوح ؑ کو اس قدر مارتے تھے کہ اپنے خیال میں مردہ سمجھ کر کسی چادر وغیرہ میں لپیٹ کر آپ کے گھر میں ڈال جاتے تھے مگر آپ اگلے روز پھر ہمت کر کے گھر سے باہر تشریف لاتے اور اس ظالم قوم کو دین کی دعوت دیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کا گلا گھونٹ دیتے جس سے آپ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش آتا تو فرماتے اے میرے رب میری قوم کو بخش دے وہ ناواقف ہے مگر جب اس شفقت و ہمدردی کے باوجود بھی ان پتھر دل ظالموں پر کچھ اثر نہ دیکھا تب مجبور ہو کر ان کی ہلاکت دعا کی ہے فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ یعنی اے میرے رب میں عاجز ہو گیا ہوں تو بدلا لے، چنانچہ اللہ نے آپ کی دعا قبول کی اور ان ظالم کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور حضرت نوح ؑ کو مع ان کے مومن ساتھیوں کے طوفان کی گھبراہٹ اور کفار کی تکالیف سے بچالیا۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَـرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

اور داؤد اور سلیمان کا تذکرہ کیجئے جب کہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے جب کہ اس میں کچھ لوگوں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ

کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور ہم نے اس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمانؑ

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ

کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے داؤدؑ کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ تسبیح کیا کرتے

لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝

تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے اور ہم نے ان کو زرہ کی صنعت تم لوگوں کے واسطے سکھلائی تاکہ وہ تم کو لڑائی میں ایک

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ

دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کرو گے بھی اور ہم نے سلیمانؑ کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ

کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور بعضے بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کیلئے غوطہ لگاتے تھے

عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے۔

تفسیر:۔ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ کے والد ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا، اور دونوں ہی کو اللہ نے حکومت قوت فیصلہ اور علم و حکمت عطا فرمائی تھی حضرت سلیمانؑ بچپن ہی سے اس قدر سمجھ کی باتیں کیا کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔

عدالتِ داؤدی میں ایک اہم مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ جو زیادہ یقین کے لئے بہتر اور ہمارے نزدیک پسندیدہ تھا وہ ہم نے سلیمانؑ کو سمجھا دیا، اور حضرت داؤدؑ نے جو فیصلہ دیا وہ بھی قانون شرع کے مطابق تھا۔ حضرت ابن عباسؓ و قتادہؒ نے واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ دو شخص حضرت داؤدؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک بکریوں والا اور دوسرا کھیتی والا کھیتی والے نے دعویٰ کیا کہ اس کی بکریاں رات کو میرے کھیت میں گھس گئیں اور پورا کھیت صاف کر دیا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کھیت انگور کی بیلوں کا تھا جس میں انگور کے خوشے نکل آئے تھے اور قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ کھیت غلہ کا تھا۔

بہر حال حضرت داؤدؑ نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی مالیت کھیت کے نقصان کے برابر ہے یہ فیصلہ فرمایا کہ کھیت والا اس کی تمام بکریاں لے لے، عدالت سے واپسی پر ان دونوں کو دروازہ پر حضرت سلیمانؑ ملے انھوں نے معلوم کیا تمھارے مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا ہے۔ ان لوگوں نے بتلا دیا تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میں کرتا تو وہ تم دونوں کے حق میں بہتر ہوتا حضرت داؤدؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپنے تاکید کے ساتھ فرمایا مجھے بتاؤ وہ فیصلہ کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں وہ ان کے دودھ۔ اون وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا رہے اور کھیت کی زمین بکریوں والے کو دیدی جائیں وہ اس میں کھیتی کرے اور جب کھیت پہلی حالت پر آجائے تو کھیت کھیت والے کو دیدیا جائے اور بکریاں بکریوں والے کو، داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ پسند فرمایا اور اپنا پہلا فیصلہ رد کر کے اسی کو نافذ کر دیا

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے جو فیصلہ فرمایا وہ قانونی فیصلہ تھا اور حضرت سلیمانؑ نے جو فیصلہ فرمایا وہ درحقیقت فریقین میں ایک صلح تھی اور قرآن اعلان کرتا ہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کو پسند فرمایا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے قاضیوں کو یہ ہدایت فرما رکھی تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی مقدمہ آئے تو پہلے فریقین میں رضامندی کے ساتھ کسی بات پر صلح کرانے کی کوشش کی جائے اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اپنا شرعی فیصلہ جاری کر دیں، اور حکمت اس کی یہ بیان فرمائی کہ عدالتی فیصلہ سے وہ شخص جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے دب جائیگا مگر فریقین میں بغض و عداوت اور نفرت پیدا ہو جائے گی جو دو مسلمانوں میں نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اگر جانوروں کے ساتھ چرواہا موجود ہو اور اس کی غفلت کی وجہ سے جانور کسی باغ یا کھیت کو نقصان پہونچادیں تو اس صورت میں جانوروں کے مالک کو نقصان بھرنا ہوگا۔ اور اگر چرواہا ساتھ نہیں جانور خود ہی نکل گئے اور کسی کے باغ یا کھیت کو نقصان پہونچادیا تو اس صورت میں جانوروں کے مالک کے ذمہ نقصان نہیں، یہ واقعہ چاہے رات میں پیش آئے یا دن میں۔

دو عورتوں کے بچہ کا واقعہ

اسی طرح کا ایک واقعہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ان دونوں کا ایک ایک بچہ ان کے ساتھ تھا، اچانک بھیڑیا آیا اور ایک عورت کا بچہ لے گیا۔ جو بچہ بچا اس کے متعلق دونوں نے اپنا ہونے کا دعویٰ کیا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہونچا تو آپنے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا وہ عورت بچہ لے کر چلدی، ان دونوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہوا تو انھوں نے پورا واقعہ ان کو سنایا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک چھری لاؤ تاکہ اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دیدوں یہ سنکر چھوٹی عورت بلبلا اٹھی اور بولی حضرت ایسا نہ کیجئے بچہ بڑی عورت کا ہے اس کے پاس رہنے دیجئے حضرت سلیمانؑ نے وہ بچہ بڑی عورت سے لے کر چھوٹی عورت کے سپرد کر دیا۔

حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور پرند تسبیح کرتے تھے

حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عمدہ قسم کی آواز عطا فرمائی تھی جب آپ زبور کی تلاوت کرتے یا ذکر و تسبیح پڑھتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی پڑھا کرتے تھے، یہ درحقیقت حضرت داؤدؑ کا ایک معجزہ تھا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے لوگو تم کو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیئے کہ پہاڑ اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح کرتے ہوں گے یہ سب ہمارا کیا ہوا تھا. بھلا ہماری لامحدود قدرت کے آگے یہ باتیں کیا مشکل ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ آپ کے ہاتھ میں لوہے کو موم کر دیا تھا آپ لوہے کو بآسانی موڑ کر ہلکی اور مضبوط زرہیں بنایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو تمہارے فائدے کے لئے ہم نے داؤد (علیہ السلام) کے ذریعہ یہ صنعت ایجاد کرائی تاکہ تم اس سے فائدہ حاصل کرو، سوچو کیا تم اس قسم کی ہماری نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

ہوا اور جن حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیئے گئے تھے

سورۂ صٓ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو عطا نہ کی جائے چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ہوا اور جنات کو آپ کے حکم کے تابع کر دیا گیا وہ آپ کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں اللہ نے برکت فرما رکھی ہے اس سے مراد ملک شام ہے جو آپ کا مسکن تھا اور اس کے علاوہ جہاں کا بھی آپ کو سفر درپیش ہوتا ہوا آپ کے حکم سے اس طرف چلا دیتی تھی اس ہوا کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ جو سفر ایک ماہ میں طے کیا جاتا تھا وہ آدھے دن میں طے کر دیتی جس تخت پر آپ سوار ہو کر ہوا پر سفر کرتے اس کی کیفیت حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بہت لمبا چوڑا تخت تھا جس پر آپ مع اعیان و ارکان سلطنت کے تشریف فرما ہوتے تھے۔

اسی طرح شیاطین یعنی سرکش جنات کو بھی آپ کے حکم کے تابع کر دیا گیا تھا اس آیت میں خاص طور پر سرکش جنات کا ذکر کر کے یہ بتا دیا گیا کہ جب سرکش جن آپ کے تابع و ماتحت تھے تو غیر سرکش کا آپ کے تابع ہونا از خود سمجھ میں آ گیا حاصل یہ کہ تمام جنات سرکش بھی اور غیر سرکش بھی آپ کے حکم کے تابع تھے۔ آپ ان سے دریاؤں میں غوطے لگوا کر جواہرات اور قیمتی موتی نکلواتے تھے اور اس کے علاوہ بہت سے سخت کام لیتے تھے جس کا ذکر قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ آپ ان سے بڑی بڑی شاندار عمارتیں اور بڑے بڑے پیالے جو حوض کا کام دیتے اور حوض کے برابر بڑی بڑی تانبے کی دیگیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں وغیرہ وغیرہ بنواتے تھے۔

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجیے جب کہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہونچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

مہربان ہیں ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ انکے برابر

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور بھی اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنیوالوں کیلئے یادگار رہنے کے سبب

قصہ حضرت ایوبؑ

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم نے بہت ہی مختصر مگر نہایت جامع انداز میں صرف پانچ آیتوں میں بیان فرمایا ہے دو آیتیں یہ اور تین آیتیں سورہ صٓ کی۔

حضرت ایوبؑ وہ پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے خوش حال بنا رکھا تھا، ہر قسم کا مال و دولت، راحت و آرام نیک صالح اولاد، نہایت مطیع و فرمانبردار بیوی اور نوکر چاکر عطا فرما رکھے تھے مگر اچانک اللہ کی طرف سے پیغمبرانہ آزمائش ہوتی ہے تو تمام مال و دولت اور اولاد ختم ہوجاتی ہے اور آپ سخت ترین بیمار ہو کر ایک کونہ میں پڑجاتے ہیں، صرف آپ کی بیوی باقی رہتی ہے جو آپ کی ہر طرح سے خدمت کرتی ہے، جس طرح آپ خوش حالی کے دور میں شاکر رہ کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے اسی طرح پریشانی کے عالم میں صابر رہ کر اس کی عبادت میں مشغول رہے بلکہ مال و اولاد نہ ہونے پر مصروفیات کم ہوگئیں تو آپ عبادت میں اور زیادہ مشغول ہوگئے، تقریباً تیرہ سال کی مدت دراز گذارنے کے بعد کوئی ایسی وجہ پیش آئی کہ آپ دعا کرنے پر مجبور ہوئے چنانچہ اپنے رب کو اس طرح آداب و احترام کے ساتھ پکارا جس میں ذرہ برابر بھی شکوہ شکایت اور بے صبری نہ آئی، عرض کیا میں دکھ میں پڑگیا ہوں اور اے خدا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنیوالا کوئی نہیں۔ پھر کیا تھا رحمت خداوندی کا دریا امنڈ پڑا اور فوراً ہی پانی کا ایک چشمہ جاری فرما کر حکم دیا کہ اس سے غسل کرو اور اس کا پانی پیو تمام تکلیفیں ختم ہوجائیں گی چنانچہ آپ نے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور وعدۂ خداوندی کے مطابق آپ کا تمام دکھ درد اور پریشانی دور ہوگئی۔ مال و دولت بھی مل گیا اور اولاد بھی پہلے سے دوگنا مل گئی، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک گھٹڑی گیہوں کی اور ایک جو کی تھی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے سونے میں تبدیل فرمادیا، اور صحیح بخاری شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی چند ٹڈیاں ان پر برسائیں، ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا، ایوب کیا ہم نے تم کو یہ سب کچھ دھن دولت دے کر غنی و مالدار نہیں بنادیا پھر یہ کیا؟ حضرت ایوبؑ نے عرض کیا: پروردگار یہ صحیح اور درست ہے کہ آپ نے مجھے غنی بنادیا مگر آپ کی نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پروا ہوسکتا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ آپ کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں

ان آیات کے آخر میں فرمایا گیا کہ حضرت ایوبؑ پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہوگئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں برا وقت آئے تو حضرت ایوبؑ کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، محض اس طرح کی آزمائش کو دیکھ کر کسی کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں اور کسی گناہ و غلطی میں ان کو تکالیف و

مصائب میں مبتلا کر دیا ہے جیسا کہ آج کل لوگوں کی عام عادت ہے۔

تنبیہ: ان آیات کی تفسیر اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصے میں ہم نے صرف وہی روایات لی ہیں جو مستند ہیں اس کے علاوہ جو بہت بڑا حصہ غریب اور اسرائیلی روایات پر موقوف ہے اس کو غیر مستند ہونے کے سبب چھوڑ دیا ہے اور اس قصہ کا جو بعض حصہ رہ گیا ہے وہ انشاء اللہ سورہ ص پارہ ۲۳ میں آئے گا

وفادار بیوی جنتی ہے

صحیح حدیث میں اس عورت کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے جو اپنے شوہر کے حق میں وفادار ہو، اس کی وفاداری اور محبت و خدمت کی اہمیت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب شوہر پریشانی اور مصیبتوں میں مبتلا ہو، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ شیطان کو جو وسوسہ سب سے زیادہ پیارا ہے وہ میاں بیوی کے درمیان بدگمانی اور بغض و عداوت کا بیج بو دینا ہے۔ اس کے بعد دو خاندانوں میں مستقل انتقال کی جنگ چھڑ جاتی ہے اور شیطان خوب مزے لیتا اور خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی اس سے پوری حفاظت فرمائے۔

وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا ٱلْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿٨٥﴾

اور اسمعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے سب ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے، اور ہم نے ان کو

وَأَدْخَلْنَٰهُمْ فِى رَحْمَتِنَآ ۖ إِنَّهُم مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٨٦﴾

اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا بے شک یہ کمال صلاحیت والوں سے تھے

تذکرہ حضرت ذوالکفلؑ

ان آیات میں تین برگزیدہ شخصیتوں کا تذکرہ ہے، حضرت اسمعیل و ادریس علیہما السلام کا رسول ہونا قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے قرآن میں بہت سی جگہ ان کا ذکر آیا ہے آسان تفسیر پارہ ۱۶ پر ان کا قصہ بیان ہو چکا ہے۔

البتہ حضرت ذوالکفلؑ کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ ولی ہیں یا رسول، عامۃ المفسرین فرماتے ہیں کہ آپ رسول ہیں اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ ان کا نام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ رسول نہیں تھے بلکہ ایک ولی صفت بزرگ تھے چنانچہ اس سلسلہ میں مشہور مفسر تابعی حضرت مجاہدؒ سے ایک قصہ مروی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک نبی حضرت یسع علیہ السلام ہوئے ہیں جب یہ بوڑھے ہو گئے اور ان کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ آپ کی موت قریب ہے تو آپ نے اپنی قوم کو ایک روز جمع کر کے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں کوئی شخص میرا قائم مقام بن جائے تاکہ بعد میں بھی قوم کا نظام صحیح چلتا رہے چنانچہ ایک دن آپ نے قوم بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم میں سے اپنا ایک ایسا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے ۱۔ دن میں روزہ رکھے ۲۔ رات کو یاد مولیٰ میں مشغول رہے ۳۔ امور خلافت میں کبھی غصہ نہ کرے، یہ سن کر ایک نوجوان

شخص جو دیکھنے میں حقیر سا معلوم ہوتا تھا کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں عہد کرتا ہوں، حضرت یسعؑ نے دریافت کیا تم یہ کام کرسکتے ہو اس نے اقرار کیا، آپ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا اور مجلس برخواست ہوگئی دوسرے دن آپ نے پھر یہی اعلان کیا مگر پوری قوم خاموش رہی، پھر یہی شخص کھڑا ہوا اور اس نے ان کاموں کے کرنے کا عہد کیا حضرت یسعؑ نے اس کو اپنا خلیفہ بنادیا۔

ابلیس لعین نے جب دیکھا کہ ذوالکفل اس میں کامیاب ہوگیا تو اس نے تمام شیطانوں کو جمع کیا اور کہا ایسی صورتیں اختیار کرو جس سے یہ شخص بہک جائے اور اپنے کئے ہوئے عہد پر قائم نہ رہ سکے سب شیطانوں نے بڑی کوششیں کیں مگر ناکام رہے ابلیس نے کہا اچھا اس کام کو میں انجام دوں گا۔ حضرت ذوالکفل کا یہ معمول تھا کہ رات دن میں صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سویا کرتے تھے ابلیس اس وقت میں ایک بوڑھے اور کمزور کی شکل میں آپ کی آرام گاہ پر پہونچا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپنے دروازہ کھول کر اس کو اندر بلالیا تو اس نے اپنی داستان شروع کردی کہ میری قوم کے لوگ مجھ پر یوں ظلم کرتے ہیں اور اس اس طرح ستاتے ہیں۔ غرضیکہ اس کم بخت نے آپ کے سونے کا پورا وقت خراب کردیا، آپ نے فرمایا جب مجلس لگے گی وہاں آنا میں تمہارا فیصلہ کردوں گا۔ مگر یہ مجلس میں نہ پہونچا اور اگلے دن پھر آپ کے سونے کے وقت آگیا، آپنے فرمایا تم مجلس میں نہیں آئے اس نے کہا میری قوم کے لوگ بہت چالاک ہیں جب ان کو پتہ چلا کہ آپنے مجھے اپنی مجلس میں بلایا ہے تو انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اب تم کو نہیں ستائیں گے اس لئے میں حاضر نہیں ہوا۔ مگر مجلس ختم ہوتے ہی انھوں نے پھر مجھے ستانا شروع کردیا آپنے پھر یہی فرمایا کہ مجلس میں آنا وہاں تمہارا فیصلہ کردیا جائے گا، اگلے دن بھی یہ مجلس میں نہ پہونچا اور تیسرے دن پھر آپ کی آرام گاہ پر پہونچ گیا، چونکہ آپ مسلسل دو دن نہیں سوئے تھے اس لئے اپنے خادموں سے فرمایا کہ میرے سونے کے وقت کسی کو اندر مت آنے دینا، چنانچہ جب شیطان کو کسی طرح بھی اندر نہ جانے دیا تو یہ موقع لگا کر کسی کھڑکی وغیرہ سے اندر گھس گیا اور جس کمرے میں آپ سوئے ہوئے تھے اس کو کھٹکھٹایا، آپ نے دروازہ کھول کر خادموں سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے دروازہ نہیں کھولا۔ دروازہ دیکھا تو اس میں تالا لگا ہوا تھا، تب آپ نے اس کو غور سے دیکھ کر فرمایا کم بخت کیا تو ابلیس ہے، اس نے اقرار کیا اور کہا کہ میرا مقصد آپ کو غصہ دلاکر عہد تڑوانا تھا مگر آپ میرے جال میں بھی نہ پھنسے اور بار کر کمبخت ذلیل ونامراد واپس ہولیا۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ذوالکفل مشہور ہوگیا یعنی اپنے عہد اور ذمہ داری کو پورا کرنے والا۔

حضرت ذوالکفل کے نبی ہونے کے دلائل

اس واقعہ سے جو حضرات آپ کا ولی اور خلیفہ ہونا ثابت کرتے ہیں ان کو بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ اوّلاً تو یہ روایت ہی سند کے اعتبار سے محل نظر ہے اور دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے آپ حضرت یسعؑ کے خلیفہ رہے ہوں اور پھر اللہ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمادیا ہو، اور تیسرے یہ کہ سورہ صٓ میں جہاں حضرت اسمٰعیل وحضرت یسعؑ کا ذکر فرمایا وہیں متصلاً حضرت ذوالکفل کا بھی ذکر فرمایا اور پھر تینوں

حضرات کی ایک ہی صفت بیان فرمائی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں کفل نام کا ایک شخص تھا انتہائی درجہ کا فاجر و فاسق اور گنہ گار وعیاش۔ ایک بار اس کے پاس ایک حسین وجمیل عورت آئی، غالباً یہ اپنی کسی ضرورت کا سوال کرنے آئی ہوگی اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور مجبور سمجھ کر اسے ساٹھ دینار دے کر زنا پر راضی کر لیا مگر جب وہ اس عورت سے حرام کاری کرنے بیٹھا تو یہ عورت کانپنے لگی اور رونے لگی، اس نے پوچھا روتی کیوں ہے، اس نے جواب دیا کہ جو حرام کام [illegible] بھر میں کبھی نہیں کیا آج اپنی ضرورت ومجبوری اور پیٹ کی خاطر اپنی عزت برباد کر رہی ہوں، یہ سن کر کفل کو بھی خدا کا خوف پیدا ہوا اور اس نے کہا آج سے میں بھی کوئی گناہ نہیں کروں گا تو یہ دینار لے کر اپنے گھر جا اور اپنی ضرورت پوری کر۔ اتفاقاً اسی رات اس کا انتقال ہو گیا اور غیب سے ایک دروازہ پر لکھا ہوا ملا غُفِرَ اللّٰہُ ذَالْکِفْلِ یعنی اللہ نے کفل کو بخش دیا۔[1]

اس روایت میں ذوالکفل نہیں بلکہ کفل ہے اور یہ حضرت ذوالکفل کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے اس لئے یہ مغالطہ نہ ہونا چاہئے کہ یہ واقعہ حضرت ذوالکفل کا ہے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي

اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے جب وہ خفا ہو کر چل دیئے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے پس انھوں نے

الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ

اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں سو ہم نے ان کی

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

واقعہ حضرت یونسؑ

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عراق کے مشہور علاقہ موصل کے مرکزی شہر نینوی کے باشندوں کی رشد وہدایت کے لئے مبعوث فرمایا، آپ ان کو ایک عرصہ تک تبلیغ فرماتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انھوں نے نہ مانی اور برابر سرکشی ونافرمانی پر لگے رہے اور مخالفت ودشمنی پر قائم رہے تو

اقوال وتحقیق

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ؕ حضرت ابن عباس اور جمہور مفسرینؒ نے یہاں قَدَر کو تنگی کے معنی میں لیا ہے مطلب یہ ہوگا کہ حضرت یونسؑ وحی کا انتظار کئے بغیر جب بستی چھوڑ کر چلے گئے تو کیا انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ ہم انکی جلد بازی پر آزمائش اور تنگی میں نہ ڈالیں گے جیسا کہ انھیں اپنے قیاس واجتہاد سے یہ گمان تھا) حضرت قتادہ ومجاہد اسکے معنی قَدَر بمعنی تقدیر مراد لیتے ہیں مطلب یہ ہوگا حضرت یونسؑ نے یہ گمان کیا کہ اس معاملہ میں مجھ پر کوئی گرفت ومواخذہ نہیں ہوگا۔

[1] حافظ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو غریب بتایا ہے اور فرمایا کہ صحاح ستہ میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

آپ نے ان سے کہہ دیا کہ تین دن کے اندر عذاب الٰہی تمھارے اوپر آجائے گا، یہ فرماکر آپ ان سے خفا ہو کر بستی چھوڑ کر چلدیئے اور جیسے ہی نہر فرات کے کنارے پر پہونچے تو ایک کشتی مسافروں سے بھری ہوئی تیار کھڑی تھی آپ اس کشتی میں سوار ہو گئے، کشتی چل کر جب کچھ دور پہونچی تو طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور کشتی والوں کو ڈوب جانے کا یقین ہو گیا تو اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے حضرت یونس علیہ السلام کو فوراً احساس ہوا کہ میں ہی وہ بدنصیب غلام ہوں جو اپنے مولیٰ اللہ جل شانہ کے حکم کے بغیر بستی چھوڑ کر چلا آیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا انتظار کئے بنا میرا بستی چھوڑنا اللہ کو پسند نہیں آیا یہ سوچ کر آپ نے کشتی والوں سے فرمایا وہ غلام میں ہوں، آپ کی بزرگ شخصیت دیکھتے ہوئے کسی کو یقین نہ آیا تو قرعہ اندازی کی گئی اس میں آپ ہی کا نام آیا مگر کشتی والوں کو تسلی نہ ہوئی تو دوبارہ پھر قرعہ اندازی ہوئی۔ اس بار پھر آپ کا نام نکلا اور تیسری بار قرعہ اندازی کرنے پر بھی آپ کا ہی نام نکلا، اب مجبوراً کشتی والوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا یا آپ خود ہی کود پڑے، بہرحال جیسے ہی آپ دریا میں کودے تو فوراً اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اپنے پیٹ میں لے لے، اللہ نے اس مچھلی کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ یہ تیری غذا نہیں ہے بلکہ چند روز کے لئے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ ہے اس کو کسی قسم کی خراش تک نہ آنی چاہئے۔ حضرت یونسؑ نے جب اپنے آپ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ پایا تو اپنے رب کو ان کلمات سے پکارا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ آپ نے اس غلطی کا اقرار کیا کہ بلاشبہ میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بغیر بستی چھوڑدی، آپ کی یہ غلطی اجتہادی تھی جو امت کے حق میں تو معاف ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی گرفت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو مختلف قسم کی آزمائش میں ڈالتا ہے چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائیں انبیاء کو پیش آتی ہیں ان کے بعد دوسرے صلحاء کو درجہ بدرجہ، غرضیکہ اس نامناسب بات پر حضرت یونسؑ کی گرفت اور آزمائش شروع ہو گئی اور پھر توبہ کے بعد نجات ملی اور مچھلی نے صحیح سالم کنارہ پر آکر اُگل دیا۔

جس وقت آپ بستی چھوڑ کر چلے گئے تھے تو بستی والوں کو فکر سوار ہوئی کہ حضرت یونسؑ جو کچھ فرما دیتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے لہذا ہم پر عذاب ضرور آئیگا اور ممکن ہے انھوں نے عذاب کے کچھ آثار بھی دیکھے ہوں، غرضیکہ تمام مرد عورت بچے اور چھوٹے بڑے سب جانور جنگل کی طرف نکل گئے اور بچوں کو ماؤں سے الگ کر دیا جس کی وجہ سے ایک عجیب شور اور واویلا شروع ہو گیا اور اس حالت میں آسمان و زمین کے مالک سے دعائیں مانگیں اپنی غلطی کا اقرار کیا اور ایمان قبول کرنے اور حضرت یونسؑ کے ارشادات کے مطابق زندگی گذارنے کا عہد کر کے اللہ سے عذاب کو ٹلا دینے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ جو بڑا غفور الرحیم ہے اس نے اپنا عذاب ان سے ہٹا لیا

بہرحال اب یونس علیہ السلام کو اس بستی میں جانے کا دوبارہ حکم ہوا کہ قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی فرمائیں چنانچہ آپ حکم پاکر دوبارہ نینویٰ تشریف لے گئے بستی والوں نے آپ کو دیکھا تو بے پناہ محبت و خوشی کا اظہار کیا اور پھر آپ کی ہدایت کے مطابق زندگی گذار کر دین و دنیا کی کامیابی حاصل کی۔

فِی الظُّلُمٰتِ :۔ یہ ظُلْمَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی اندھیرے کے ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ نے جمع کا صیغہ اس لئے استعمال فرمایا ہے کہ اندھیرا سخت ترین تھا جیسے کہ بہت سے اندھیرے مل گئے ہوں اور مفسر قرآن حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ تین قسم کے اندھیرے جمع ہو گئے تھے ۱: رات کا اندھیرہ ۲: مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا ۳: پانی کی تہ کا اندھیرا۔

آیت کریمہ کے برکات

آیت کریمہ (لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ دعا ہمارے پیغمبر یونسؑ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ جو مسلمان بھی اخلاص کے ساتھ ہمیں پکاریگا ہم اسے مصیبتوں سے نجات دینگے۔ احادیث پاک میں اس دعا (آیت کریمہ) کے بہت سے فضائل و برکات بیان کئے گئے ہیں اور امت کے لئے مچھلی والے پیغمبر حضرت یونسؑ کی اس دعا کو ہر قسم کی مصیبت و پریشانی میں ہمیشہ مجرب پایا ہے۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض سے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایسے کلمات نہ بتاؤں کہ اگر تم میں سے کسی پر کوئی مصیبت و پریشانی آپڑے اور وہ ان کلمات کے ذریعہ اللہ سے دعا کرے تو اللہ ضرور اس کی مصیبت کو دور کر دے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائیے آپ نے فرمایا وہ مچھلی والے پیغمبر کی دعا ہے، اور ترمذی شریف میں آپ کا یہ ارشاد مبارک بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مسلمان اس دعا کے ساتھ کسی معاملہ میں اپنے رب کو پکاریگا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول کریگا۔

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور زکریاؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو اور سب وارثوں سے بہتر

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

آپ ہی ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ فرزند عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو اولاد کے قابل

فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِىْٓ

کر دیا، یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے اور

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

ان بی بی کا تذکرہ کیجئے جنھوں نے اپنے ناموس کو بچایا پھر ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

کو دنیا جہان والوں کے لئے نشانی بنادی۔

تفسیر:۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا پورا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے، یہاں ارشاد ہے کہ حضرت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما۔ جو میرا وارث ہو، بلاشبہ حقیقی وارث تو آپ ہی ہیں یہ تو ظاہری وارث ہوگا جو ایک

مدت بعد ختم ہو جائے گا، انبیاء کی وراثت مال میں جاری نہیں ہوتی اسلئے یہاں وارث کا مطلب جانشین ہے جو آپ سے علمی و دینی دولت حاصل کر کے قوم تک پہونچائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور ان کی بیوی جو بانجھ تھی ان کو صحیح کر دیا اور پھر ان سے ایک لڑکا یحییٰ (علیہ السلام) پیدا ہوئے۔
اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تمام پیغمبر امید و خوف کے ساتھ دعا مانگتے اور ہماری عبادت کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی دعا و عبادت میں قبول اور ثواب کی امید بھی رکھتے تھے اور اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے خوف بھی۔
اس کے بعد حضرت مریم کا ذکر فرمایا، ان کا پورا قصہ بھی پہلے گذر چکا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کی اہلیہ کو بانجھ پن اور بڑھاپے میں اولاد دیکر اپنی قدرت ظاہر فرمائی اسی طرح حضرت مریم کو بلا مرد کے چھوئے ہوئے لڑکا (حضرت عیسیٰ ع) عطا فرمایا جس کو ہم نے دنیا والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی بنا دیا کہ اس کو دیکھ کر ہر شخص آسانی سے سمجھ لے کہ ہم ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔

إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوٓا۟

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو اور ان لوگوں نے اپنے دین میں

أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَٰجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَهُوَ

اختلاف پیدا کر لیا سب ہمارے پاس آنے والے ہیں سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِۦ وَإِنَّا لَهُۥ كَٰتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَٰمٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ

بھی ہوگا سو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں اور ہم جن بستیوں کو فنا کر چکے ہیں

أَهْلَكْنَٰهَآ أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم

ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر

مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴿٩٦﴾ وَٱقْتَرَبَ ٱلْوَعْدُ ٱلْحَقُّ فَإِذَا هِىَ شَٰخِصَةٌ

بلندی سے نکلتے ہوں گے اور سچا وعدہ نزدیک آ پہونچا ہوگا تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی

أَبْصَٰرُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِى غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا

نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی

ظَٰلِمِينَ ﴿٩٧﴾

قصور وار تھے

تفسیر ان آیات میں ارشاد ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اصولی طور پر ایک ہی ہیں، اس میں کسی نبی اور کسی شریعت کا کوئی اختلاف نہیں، اور وہ یہ کہ خدا کو ایک مانو اور جو رسول اس نے تمہاری ہدایت کیلئے بھیجا ہے اس کی تصدیق کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو۔ بس تمام لوگوں کو چاہیئے تھا کہ وہ اس ایک طریقہ پر قائم ہو کر اپنے خالق و مالک کی بندگی کرتے مگر ہوا یہ کہ انھوں نے اپنے اپنے طریقہ دین میں اختلاف کرلیا اور اس کے انجام سے بے خبر ہے۔ بس جب لوگ مر کر اللہ کے دربار میں پہونچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے بازپرس کریگا اور ان کے اعمال بد کی سزا دے گا اور جو مومن اعمال حسنہ کریگا اس کو اللہ تعالیٰ جزا و ثواب دیگا، انسان کے اعمال لکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جس میں بھول و خطا کا کوئی امکان نہیں۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جن کافروں کے لئے ہلاکت اور غارت ہونا مقدر ہو چکا ہے وہ کبھی اپنے کفر و سرکشی کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع ہونے والے نہیں نہ وہ کبھی اس غرض سے دنیا میں واپس کئے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ آکر پچھلی زندگی کے گناہوں کو معاف کرالیں، پھر ان کو نجات و فلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنے کفر و نافرمانی پر شرمندہ ہوں گے مگر اس وقت ان کا شرمندہ ہونا توبہ کرنا کچھ کام نہ آئیگا، یہ وقت قیامت کا ہوگا، قیامت کی قریبی علامت یہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد یاجوج و ماجوج نکلیں گے اور اپنی کثرت و زیادتی کی وجہ سے ہر بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو انھی کا ہجوم نظر آئیگا کوئی انسانی طاقت ان کو روک نہ سکے گی۔ (یاجوج و ماجوج کی تفصیلات سورۂ کہف کے آخر میں لکھی جا چکی ہیں ان کا مطالعہ ایک بار پھر کرلیجئے) غرضیکہ جس وقت قیامت قائم ہوگی اور حساب و کتاب لیا جائے گا تو کافروں کی آنکھیں اسوقت پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی کہ ہم قیامت سے کیسے بے خبر رہے کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے اور پھر خود ہی کہیں گے بس ہم نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کہ پیغمبروں کے سمجھانے کے باوجود ہم قیامت کا انکار ہی کرتے رہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

بلاشبہ تم اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے، تم سب اس میں داخل ہوگے

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا

اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اس میں کیوں جاتے اور سب اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے   ان کا اس میں شور

زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ

نہ ہوگا اور وہاں کوئی بات سنیں گے بھی نہیں   جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ

وہ اس سے دور کئے جاویں گے اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں

أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

ہمیشہ رہیں گے ان کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ یہ ہے تمہارا وہ دن

هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ

لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا

گے جس طرح اول بار پیدا کرتے وقت ہر چیز کی ابتداء کی تھی اسی طرح اس کو دوبارہ

كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٤﴾

پیدا کردیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے

مشرکین کیلئے وعید

مشرکین کو وعید سنائی جارہی ہے کہ بلاشبہ تم اور جن کو تم خدا کے سوا پوج رہے ہو تمام جہنم کے اندر جھونکے جاؤ گے، اس میں ان کے معبودوں کا عاجز وکمزور ہونا ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر وہ واقعی حقیقی معبود ہوتے تو جہنم میں کیوں جاتے تم اور وہ ہمیشہ جہنم ہی میں پڑے رہوگے اور وہاں شدت ہول، عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کی وجہ سے کچھ سنائی نہ دیگا۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں قرآن کریم نے تمام معبودانِ باطل کا جہنم میں جانا بیان فرمایا ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیر اور فرشتوں کو بھی لوگوں نے اپنا معبود بنایا ہے آخر سب کے جہنم میں جانے کا کیا مطلب؟ تفسیر مظہری میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ "ما تعبدون" سے مراد بے عقل بت اور سامری کا بنایا ہوا بچھڑا وغیرہ جیسی بے جان دبے شعور چیزیں ہیں، اور اگر وہ معبود جاندار اور عقل والے ہیں تو اگر وہ اپنی پوجا سے خوش تھے جیسے شیطان، فرعون ونمرود وغیرہ تو وہ بھی انھی بے عقلوں کی فہرست میں شامل ہو کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے اور جو اپنی عبادت وبندگی اور پوجا سے راضی نہ تھے جیسے حضرت عیسیٰ وعزیر اور فرشتے وغیرہ وہ اس حکم میں داخل نہیں چنانچہ ان کے لئے قرآن نے واضح طور پر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ الخ چنانچہ جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی اور اچھا نتیجہ مقرر ہو چکا ہے وہ اس جہنم سے بہت دور رہیں گے ان جنتیوں کو دوزخیوں سے اس قدر

دور رکھا جائے گا کہ یہ وہاں کی آہٹ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ جنت کے مزے لوٹیں گے اور ان کو بڑی گھبراہٹ یعنی قیامت میں زندہ ہونے اور محشر کے ہولناک منظر غم میں نہ ڈالیں گے، شیخ ابن عربی رح نے فرمایا کہ تین مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلے کا نام نفخۂ فزع ہوگا اس سے ساری دنیا کے لوگ گھبرا اٹھیں گے اسی کو یہاں فزع اکبر یعنی بڑی گھبراہٹ فرمایا گیا ہے، دوسرے کا نام نفخۂ صعق ہوگا اس سے تمام جاندار مر کر فنا ہو جائیں گے، تیسرے کا نام نفخۂ بعث ہوگا اس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے، یہی مضمون حضرت ابوہریرہ کی ایک مرفوع حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یعنی جب وہ قبروں سے نکل کر جنت کی طرف جائیں گے تو جنت کے دروازوں پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور ان کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہیں گے جس دائمی عیش و آرام کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائیگا اور اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضامین کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے پھر لپیٹنے کے بعد خواہ اللہ تعالیٰ اس کو فنا کر دیں یا دوسری دفعہ صور پھونکنے کے وقت تک اسی طرح لپیٹا ہوا رکھیں دونوں باتیں ممکن ہیں، بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رض کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں رکھیں گے اور پھر اس کو بآسانی اسی طرح پیدا فرما دیں گے جس طرح پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ

اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ

الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً

اس میں کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے

لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ

نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کیلئے، آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک

مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ

ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو پھر اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں

اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا

یہ جانتا نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے اللہ کو پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات

تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ

تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو اور ایک وقت یعنی موت تک

رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

فائدہ پہونچانا ہو پیغمبر نے کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور ہمارا رب ہم پر بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو۔

کامل مومنین سے اللہ کا وعدہ

کامل وفادار اور فرمانبردار مومنین سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور اس دنیوی زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائیں گے یہ ایسا قطعی اور حتمی وعدہ ہے کہ لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اس کا اعلان کرا دیا گیا چنانچہ اس امت کے کامل وفادار اور صادق وصالح بندے ایک مدت دراز تک زمین کے وارث رہے مشرق و مغرب میں انھوں نے بادشاہت قائم کی عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے دین حق کا ڈنکا پورے عالم میں بجادیا اور اسی طرح یہ وعدۂ خداوندی حضرت مہدی و مسیح کے زمانہ میں پورا ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ بلاشبہ اس قرآن میں جو نصیحتیں اور وعدۂ وعید مذکور ہیں ان سب میں جنت میں پہونچانے کا پورا سامان ہے صرف انھی مومن بندوں کے لئے جو اللہ کی مکمل عبادت واطاعت کرتے ہیں، قرآن سامان ہدایت تو ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو عبادت واطاعت نہیں کرتے مگر چونکہ ان میں ہدایت کی طلب نہیں اس لئے وہ اس کے فائدے سے محروم رہتے ہیں۔

حضورؐ تمام جہان کیلئے رحمت ہیں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں جس میں تمام انسان، جنات، حیوانات، نباتات، جمادات داخل ہیں، آپ کا ان تمام چیزوں کیلئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر

اقوال وتحقیق

زبور جمع ہے زبر کی جس کے معنی کتاب کے ہیں اور زبور اس خاص کتاب کا نام بھی ہے جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی اس جگہ زبور سے کیا مراد ہے اس میں اقوال مختلف ہیں ۱؎ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ذکر سے مراد توریت ہے اور زبور سے مراد سب کتابیں ہیں جو توریت کے بعد نازل ہوئیں انجیل، زبور، قرآن ۲؎ ابن زیاد نے فرمایا کہ ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے اور زبور سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں جو انبیاء پر نازل ہوئیں اسی قول کو حضرت تھانویؒ نے اختیار فرمایا ہے یہی لغت کے زیادہ قریب ہے، یہی ہمارا پسندیدہ ہے (محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ)

اور اس کی عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا تو ان تمام چیزوں پر موت طاری ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی، بس جب ذکر اللہ وعبادت کا تمام چیزوں کے لئے روح ہونا معلوم ہوگیا تو حضور علیہ السلام کا ان تمام چیزوں کے لیے رحمت ہونا خود بخود ظاہر اور ثابت ہوگیا کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کی تعلیمات سے قائم ہے۔

کافرین آپ کی رحمت سے اس طرح بھی فیض اٹھا رہے ہیں کہ آپ کی وجہ سے کوئی وبار عام نہیں آتی۔ صورتیں مسخ ہونا، زمین میں دھنس جانا، بستیاں الٹ جانا وغیرہ عذاب سے محفوظ ہیں، نیز علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم دکافر اپنے اپنے مزاج اور صلاحیت کے مطابق فیض یاب ہو رہا ہے، الغرض آپ تمام مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، اب اگر کوئی اس رحمت عامہ سے پورا پورا فائدہ حاصل نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے رحمت کا نہیں، سورج کی روشنی وگرمی کا فیض ہر طرف پہونچتا ہے لیکن اگر کوئی شخص تمام دروازے کھڑکیاں وغیرہ بند کرکے کمرہ میں چھپ کر بیٹھ جائے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے اس نے خود اپنے آپ کو اس کی روشنی وگرمی سے محروم کیا ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافرین ومشرکین سے فرما دیجئے کہ میرے پاس وحی یہی آئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے جس کی حقانیت مختلف دلائل سے تم پر ثابت ہو چکی ہے بس کیا تم اطاعت کرنے والے ہو، توحید کا اقرار اور تعلیمات رسول پر عمل پیرا ہو کر، اگر نہیں تو اپنا انجام سوچ لو میں تو صاف صاف طور پر تمکو توحید اور اسلام کی حقانیت کی اطلاع دے چکا ہوں اور اس کے انکار پر جو سزا ملے گی وہ بھی واضح طور پر تمکو سنا چکا ہوں اب نہ مجھ پر تبلیغ کی کوئی ذمہ داری باقی رہی اور نہ تمہارے پاس نہ ماننے کا کوئی عذر رہا، بہرحال اگر نہیں مانوگے تو تم پر عذاب ضرور آئیگا مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کب آئیگا جلدی یا دیر سے۔ اللہ ہی ہر چیز کی حقیقت سے پورے طور پر واقف ہے وہی جانتا ہے تم پر عذاب کب آئیگا، اب عذاب دیر سے آنے میں کیا حکمت ومصلحت ہے اس کو بھی اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

آپ کی تبلیغ سے جن کافروں کو ہدایت نہ ہوئی اور وہ اپنی شرارت وسرکشی پر جمے رہے تو اللہ کے رسول نے اپنے رب سے درخواست کی کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے جو کہ ہمیشہ حق کے موافق ہوتا ہے، مطلب یہ کہ عملی فیصلہ فرما دیجئے کہ مسلمانوں سے جو فتح وکامیابی کے وعدے ہیں وہ پورے ہو جائیں تاکہ کفار پر حجت پوری ہو جائے۔ اللہ نے آپ کی اس دعاء کو قبول فرمایا اور جنگ بدر میں مسلمانوں کو زبردست کامیابی عطا فرمائی اور کافرین کو ذلت آمیز شکست دی۔ آپنے ان کافرین سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا رب بڑا مہربان ہے تمہاری شرارتوں کے مقابلہ میں ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں علیٰ ما تصفون کا مطلب یہ ہے کہ جو تم بیان کرتے ہو کہ اللہ کے اولاد ہے اور محمد جادوگر ہے اور قرآن شاعری کی کتاب ہے وغیرہ تمہاری ان خرافات سے ہمارا رب ہی ہماری مدد فرمائے گا۔ (الحمد للہ سورۂ انبیاء کی تفسیر مکمل ہوئی)

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) (۲۲)
اٰیاتھا ۷۸ رکوعاتھا ۱۰

سورۂ حج مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۷۸ آیتیں اور دس رکوع ہیں
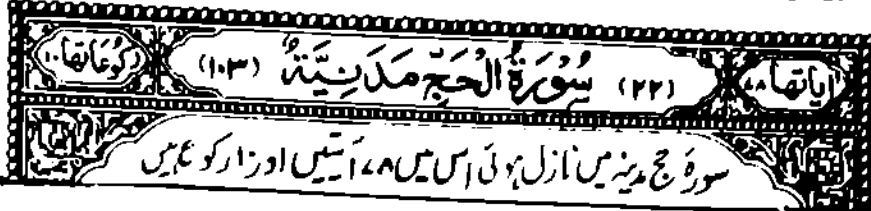
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس کو دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ

اس روز تمام دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی اور تجھ کو

تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

لوگ نشہ کی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہے سخت چیز

سورۂ حج کی خصوصیت

سورۂ حج کی عجیب وغریب خصوصیت ہے اس کی کچھ آیتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی کچھ آیتیں رات میں نازل ہوئیں اور کچھ دن میں، کچھ سفر میں کچھ حضر میں کچھ جنگ و جہاد کے وقت اور کچھ صلح و امن کی حالت میں، اس کی کچھ آیتیں ناسخ ہیں اور کچھ منسوخ، کچھ محکم ہیں اور کچھ متشابہ۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو، اپنے رب کے عذاب سے ڈرو اور ایمان لاکر اس کی اطاعت کرو بلاشک وشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے جو لازمی طور پر آئیگا بس اس کی ہولناکی سے بچنے کیلئے تقویٰ وطہارت کی زندگی اختیار کرو۔ حضرت علقمہ نے فرمایا یہ زلزلہ قیامت سے پہلے آئیگا اور قیامت کی خصوصی نشانی ہوگا، جس روز تم لوگ اس زلزلہ کو دیکھو گے اس روز یہ حال ہوگا کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں ہیبت و دہشت کی وجہ سے اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والی عورتیں اپنا حمل دن پورا ہونے سے پہلے ڈالدیں گی اور اے مخاطب تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے، واقعی اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز جس کے خوف کی وجہ سے تم کو لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے کیونکہ وہاں کسی بھی نشہ کی چیز کے استعمال کا امکان نہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

جس کی نسبت یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھیگا تو اسکا کام ہی یہ ہیکہ وہ اس کو بے راہ کردیگا اور اسکو عذاب دوزخ کا رستہ دکھلا دے گا

شانِ نزول

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی یہ بڑا جھگڑالو تھا کہتا تھا فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور قرآن پہلے لوگوں کے افسانہ کی کتاب ہے مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا کہتا تھا کہ جو چیز خاک ہوگئی اس کو زندہ کرنا ناممکن ہے یہ آیت اگرچہ اپنے شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جس میں یہ برائیاں پائی جائیں۔

ارشاد ہے کہ بعضے آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات اور احکام میں بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور جس طرح شیطان اس کو بہکائے اسی طرح بہک جاتا ہے اور گمراہی کا راستہ اختیار کرلیتا ہے گویا کہ اس پر شیطان کا پورا قابو ہے وہ جب چاہتا ہے اس کو گمراہی کے راستہ پر چلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بات لکھی جاچکی ہے کہ جو شیطان سے تعلق رکھے گا اس کی پیروی کرے گا تو شیطان اس کو سیدھی راہ سے ہٹا کر دوزخ کے راستہ پر ڈالدے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اے لوگو اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ

سے پھر بوٹی سے کہ پوری ہوتی ہے اور ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کردیں اور ہم رحم میں جس کو

لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

چاہتے ہیں ایک مدت معین تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى

بھری جوانی تک پہونچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو مرجاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہے جو نکمی عمر

اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً

تک پہونچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہوجاتا ہے اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ

کہ خشک ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے یہ

بَهِيجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي

قادر ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا

الْقُبُورِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدون واقفیت اور بدون دلیل اور بدون کسی

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۗ لَهٗ فِي الدُّنْيَا

روشن کتاب کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں اور ایسے شخص کے لئے دنیا

خِزْيٌ وَّنُذِيقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ

میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ ع

ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

تفسیر

ان آیات میں ان لوگوں کو خطاب ہے جو کہتے تھے کہ جب انسان مر کر گل سڑ گیا اور اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں تو اب وہ دوبارہ زندہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے لوگو اگر تم کو قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو اپنی پیدائش میں غور کرو کہ ہم نے کس طرح مٹی سے تم کو وجود بخشا یعنی اول تمہارے باپ آدمؑ کو مٹی سے اور پھر تمکو قطرۂ منی سے بنایا، بخاری شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ انسان کا مادہ چالیس روز تک رحم مادر میں جمارہتا ہے پھر چالیس روز کے بعد جما ہوا خون بن جاتا ہے اور پھر چالیس روز کے بعد گوشت بن جاتا ہے اس کے بعد اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسکے متعلق چار باتیں اسی وقت فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں ۱۔ عمر کتنی ہے ۲۔ رزق کتنا ملنا ہے ۳۔ عمل کیا کیا کریگا ۴۔ انجام کار نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔

انسان کی تین حالتیں

بچہ جس طرح ماں کے پیٹ میں مختلف منزلیں طے کرتا ہے اسی طرح باہر دنیا میں آکر بھی مختلف منزلیں طے کرتا ہے ۱۔ بچپنہ جس میں یہ ہر اعتبار سے بالکل کمزور ہوتا ہے ۲۔ جوانی یہ بھرپور طاقت والا اور مکمل ہوش وحواس والا ہوتا ہے ۳۔ بڑھاپا جس میں یہ لاغر وضعیف ہوتا ہے اور

اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک بات کو سن کر بھی بھول جاتا ہے اس کے عقل وشعور اور حواس میں خلل آجاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عمر سے پناہ مانگی ہے۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بعضوں کو جوانی سے پہلے ہی موت دیدیتے ہیں اور بعضوں کو جوانی میں موت دیتے ہیں اور بعضوں کو بوڑھاپے میں موت دیتے ہیں۔ اور اسی طرح اے انسان تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی تھی پھر ہم نے اس پر پانی برسایا جس سے وہ تروتازہ ہوگئی اور سنہری پودوں سے لہلہانے لگی، انسان کی پیدائش اور سبزہ زمین سے اگانا ان دونوں مثالوں سے یہ واضح ہے کہ اللہ کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت حاصل ہے وہی بے جان میں جان ڈالتا ہے اور قبروں سے اٹھا کر دوبارہ زندہ کرے گا اسی کا نام قیامت ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔
آگے ارشاد ہے کہ بہت سے آدمی ایسے ضدی ہیں کہ واضح دلائل سامنے آنے کے بعد بھی اللہ کی ذات وصفات اور احکام کے بارے میں جھگڑتے رہتے ہیں حالانکہ اس سلسلہ میں نہ انھیں کچھ معلومات ہے اور نہ ہی ان کے پاس اپنے دعوے کی کوئی عقلی ونقلی دلیل ہے، بس یونہی بلا سند الٹی سیدھی باتیں گھڑ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کو ہم دنیا میں ذلت کا عذاب دیں گے اور آخرت میں دہکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ یہ تمھاری حرکتوں کی سزا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے کہ بلا جرم کے سزا دیں یا جرم سے زیادہ سزا دیں بلکہ جتنا تم نے جرم کیا ہے اتنی ہی تم کو سزا دی جائے گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۣ اطْمَاَنَّ

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارے پر پھر اگر اس کو کوئی نفع پہونچے گا تو اس کی وجہ سے قرار

بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۣ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ

پالیا اور اگر اس پر کوئی آزمائش ہوگئی تو منہ اٹھا کر چل دیا دنیا اور آخرت دونوں کھو بیٹھا

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا

یہی کھلا نقصان ہے خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو نہ اس کو

يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ

نقصان پہونچا سکتا اور نہ اس کو نفع پہونچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ

نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

اس کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا۔

شانِ نزول بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہوجاتے تھے (جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں تھی) اگر مسلمان ہوجانے کے بعد اس کے مال و اولاد میں ترقی ہوگئی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر آزمائش کے طور پر کچھ نقصان ہوجاتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ مذہب بُرا ہے ایسے لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ صرف دنیا کی غرض سے دین اختیار کرتے ہیں ان کا دل مذبذب رہتا ہے اگر دین میں داخل ہوکر انھیں دنیا کی بھلائی مل جاتی ہے تو دین پر قائم رہتے ہیں نہیں تو اس کو چھوڑ کر خدا کے علاوہ دوسروں کو پکارنے لگتے ہیں بھلا جو چیز اللہ نے نہیں دی کیا پتھر کی مورتیاں دے سکتی ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت و بیوقوفی اور نادانی ہوگی، ان نادانوں کے سامنے حقیقت کھل کر قیامت کے روز آئے گی جب یہ بت ان کی کچھ مدد نہ کریں گے بلکہ خود جہنم کی آگ میں پڑے ہوئے ہوں گے اس وقت کہیں گے یہ بت بہت ہی بُرے رفیق اور مددگار ثابت ہوتے، نفع تو کیا پہونچاتے الٹا ان کی وجہ سے نقصان پہونچ گیا۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل فرمادیں گے جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ

نہریں جاری ہوں گی اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کرگذرتا ہے جو شخص اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ

اور آخرت میں مدد نہ کریگا تو اس کو چاہیئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اس وحی کو موقوف کرادے تو پھر اب غور کرنا

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي

چاہیئے آیا اس کی تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو موقوف کرسکتی ہے اور ہم نے اس کو اسی طرح آتارا ہے جس میں کھلی کھلی دلیلیں

مَن يُرِيدُ ﴿١٦﴾

ہیں اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

تفسیر منکرین و مشرکین کے انجام بد کے بعد اب مخلص مومنین کیلئے بشارت ہے کہ ہم ان کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ وہ قادر مطلق ہے کہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے بس مشرکین و کافرین کو جہنم میں اور مومنین کو جنت میں داخل کرنے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی و اخروی فتح و کامیابی کے جو وعدے کرچکا ہے وہ ضرور پورے ہوکر رہیں گے چاہے کافرین و مشرکین کتنا ہی جلیں اور اللہ کی مدد روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کریں مگر آپ کی مدد و نصرت رُکنے والی نہیں۔

یقیناً آ کر رہے گی اور اگر حاسدین یہ سمجھتے ہوں کہ ہم اللہ کی مشیت و نصرت کو روک سکیں تو اس سلسلہ میں پوری کوشش کریں، اور اگر ہو سکے تو آسمان میں ایک رسی تان کر اوپر چڑھ جائیں اور وہاں جا کر آپ کی مدد و نصرت بند کرادیں پھر بھی اگر اپنے مقصد میں کامیابی نہ ملے تو ایک رسی چھت میں لٹکا کر اس کو اپنے گلے میں ڈال لیں اور اس طرح خود پھانسی لے کر غصہ و حسد سے مر جائیں۔

شانِ نزول قبیلۂ بنی اسد اور بنی غطفان کا یہودیوں سے باہمی امداد کا معاہدہ تھا، حضورؐ نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے کہا ہمارے لئے مسلمان ہونا ممکن نہیں کیونکہ ہم کو اندیشہ ہے کہ اللہ آپ کی مدد نہیں کریگا اور مسلمان ہو جانے کے بعد ہمارا یہودیوں سے معاہدہ ٹوٹ جائیگا پھر وہ ہم کو غلہ دیں گے نہ ٹھہرنے کی جگہ اس پر یہ آیت مَنْ کَانَ یَظُنُّ الخ نازل ہوئی

ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم میں کیسی صاف صاف مثالیں اور کیسی واضح باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں مگر سمجھتا وہی ہے جسے اللہ سمجھ دے اور ہدایت کی توفیق دے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان

أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

میں قیامت کے روز فیصلہ کر دیگا بے شک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے

شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ

ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی

النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ

بھی اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کا کوئی عزت دینے

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾

والا نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے

تفسیر:- ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام عالم کے مومنوں

اور کافروں اور ان کافروں کی دوسری جماعتوں مثلاً یہودی، نصرانی، صابی، مجوسی وغیرہ تمام مشرکین کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیں گے اور وہ یہ ہوگا جس کو قرآن کریم مختلف جگہ بیان فرماچکا ہے کہ مومنین کو ہم عیش و آرام کی جگہ جنت میں داخل کردیں گے اور تمام کافرین و مشرکین وغیرہ کو عذاب و تکلیف کی جگہ دوزخ میں داخل کردیا جائیگا اس وقت سب کے سامنے کھل کر فیصلہ آجائیگا کہ حق پر کون تھا اور گمراہی پر کون۔

ان آیات میں سے دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ آسمان و زمین کی ہر مخلوق، سورج چاند ستارے پہاڑ درخت اور چوپائے اختیاری طور پر اللہ کے سامنے اپنی اپنی حالت کے مطابق سجدہ ریز ہیں یعنی اس کے مطیع و فرمانبردار اور تسبیح خواں ہیں یہ بات قرآن مقدس کی بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کی ہر مخلوق حیوانات نباتات جمادات میں عقل و شعور اور قصد و ارادہ پایا جاتا ہے اور وہ اپنے طریقہ سے اللہ کی یاد میں مشغول ہیں، چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ" میں فرمایا گیا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے ذکر میں مشغول ہے مگر تم ان کی تسبیح و ذکر کو سمجھتے نہیں، بہرحال تمام مخلوق اللہ کی اطاعت و ذکر میں مشغول ہے صرف انسان اور جن یہ دو مخلوق ایسی ہیں کہ ان میں دو گروہ ہو گئے ایک مومن جو اللہ کا اطاعت گذار ہے دوسرا کافر جو اللہ کی اطاعت و عبادت سے دور ہے۔

مقام افسوس تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے زیادہ عقل و شعور اور سمجھ سے نوازا ہے اور اس کی ہدایت کے لئے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا کہ تمام ہی انسان اللہ کے عبادت گذار ہوتے مگر افسوس یہ اشرف المخلوقات ہوکر بھی اپنے رب کی اطاعت کا حق بہت کم ادا کرتا ہے، جن کو اللہ نے ذلیل کردیا ان کو تو ایمان ہی کی توفیق نہ ہوئی کافر ہے اور پھر مومنین میں بھی کچھ وہ ہیں جن کو اللہ کے سامنے جھکنے اور اس کی عبادت و بندگی کی توفیق نہیں ہوتی اور کچھ خوش نصیب وہ ہیں جو ایمان کی دولت سے بھی مالامال ہیں اور عبادت و بندگی کی دولت سے بھی۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ

یہ دو فریق ہیں جنھوں نے دربارے اپنے رب کے باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے لئے آگ کے

مِّنْ نَّارٍ ط یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ

کپڑے قطع کئے جاویں گے ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاویگا اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ

اور کھالیں سب گل جاویں گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب گھٹے گھٹے اس

يَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ

سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں

الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

جاری ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی

حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

اور ان کو کلمۂ طیب کی ہدایت ہو گئی تھی اور ان کو اس کے رستہ کی ہدایت ہو گئی تھی جو لائق حمد ہے

شانِ نزول

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ یہ آیت ہٰذٰنِ خصمٰنِ ان دو فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ایک دوسرے سے مقابلہ ہوا تھا، مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم اور کافرین میں سے عتبہ بن ربیعہ اور عتبہ کا بیٹا ولید اور عتبہ کا بھائی شیبہ۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ خاص ان دو فریقوں کے متعلق نازل ہوئی مگر اس کا حکم پوری امت کے لئے عام ہے کسی بھی زمانہ میں ہو اسی لئے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ دو فریق جو عقیدہ میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں پہلے فریق میں تمام مومنین داخل ہیں اور دوسرے میں تمام کافر اور اس کی تمام شاخیں جیسے یہود، نصاریٰ، صابی، مجوسی، بت پرست ان دونوں فریقوں کے درمیان قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس طرح فیصلہ فرمائیں گے کہ کافروں کے پہننے کے لئے آگ کا لباس ہوگا، مطلب یہ ہے کہ آگ ان کے پورے بدن کو اس طرح ڈھانپ لے گی جس طرح لباس ڈھانپ لیتا ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ لباس ایسی چیز کا بنایا جائیگا جو آگ کی گرمی سے بہت جلد اور بہت سخت تپنے والا ہو اور ان کے سر ہتھوڑوں سے کچل کر اوپر سے تیز گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ کے اندر پہونچے گا، جس سے پیٹ کی آنتیں کٹ کٹ کر باہر آجائیں گی اور بدن کی کھال گل کر گر جائے گی، ان کو پھر اصل حالت پر لایا جائے گا اور بار بار یہی سزا دی جائے گی اور یہ دوزخ میں گھٹ گھٹ کر گھبرا جائیں گے اور اس سے باہر نکلنا چاہیں گے آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائینگے تو انکو خیال ہوگا کہ اب ہم آگ سے باہر جا پڑینگے مگر ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ فرشتے لوہے کے گرز مار کر انھیں نیچے کی طرف دھکیل دیں گے اور ان سے کہا جائیگا اب ہمیشہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اس سے نکلنا تمھیں کبھی نصیب نہ ہوگا۔

جنتیوں کے لباس وزیورات

اور دوسرے فریق یعنی مومنین کو اللہ تعالیٰ جنت کے ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائیں گے اور پوشاک ریشم کی ہوگی، حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ جنتیوں کے ہاتھوں میں تین قسم کے کنگن پہنائے جائیں گے ۱۔ موتیوں کے ۲۔ سونے کے ۳۔ چاندی کے، زیورات سے متعلق ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادنیٰ جنتی کو جو زیورات پہنائے جائیں گے وہ پوری دنیا کے زیورات سے زیادہ قیمتی اور اعلیٰ ہوں گے، موتیوں کے متعلق ابو سعید خدری رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتیوں کے سر پر جو تاج ہوگا اس کے ادنیٰ موتی کی چمک کا یہ عالم ہوگا کہ اس سے مشرق سے مغرب تک جگمگا اٹھے۔ لباس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ مومن کا مکان ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کے اندر ستر کمرے ہوں گے اور اس موتی کے درمیان میں ایک درخت ہوگا جس سے کپڑے نکلیں گے، مومن کے انگلی اٹھانے پر اس درخت سے ستر جوڑے نکلیں گے، ہر جوڑے میں زمرد، مونگا اور موتیوں کی لڑیاں پڑی ہوں گی، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا جس سے ریشم پیدا ہوگا اسی ریشم سے جنتیوں کا لباس تیار ہوگا، سورۂ کہف میں لباس کے متعلق فرمایا گیا کہ جنتیوں کے لئے باریک وموٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے جس کی خواہش ہوگی وہ پہنا کریں گے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیورات تو عورتوں کی خصوصیت ہے انھی کے اچھے لگتے ہیں مردوں کے نہیں جچتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا استعمال خواہ وہ زیورات ہوں یا لباس وغیرہ اس کا اچھا لگنا عرف ماحول اور فیشن پر موقوف ہے جنت میں زیورات اور ریشم کا لباس کا عام ماحول ہوگا تو سب کے اچھے لگیں گے اور سب ہی پہننے کی خواہش کریں گے، آپ شاہی ماحول دیکھئے کہ بادشاہ تاج اور کنگن وغیرہ پہنتے تھے اور موجودہ حالات پر بھی غور کیجئے کہ جو فیشن آج سے پہلے پسند نہیں کیا جاتا تھا اگر آج اس کا رواج ہو جائے تو سب اسی چیز (لباس وغیرہ) کو شوق سے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

دوسرا سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ سونے اور ریشم کا استعمال مرد کے لئے حرام ہے پھر جنت میں کیسے پہنایا جائیگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونا اور ریشم کے استعمال کی ممانعت صرف دنیا میں ہے جنت میں ان کو آزادی کے ساتھ استعمال کی اجازت ہوگی، یہ مضمون حدیث ذیل سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آجائیگا۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مردوں کو سونے چاندی کا) زیور اور ریشم پہننے والوں کو ممانعت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر تم جنت کا زیور اور ریشم پسند کرتے ہو تو دنیا میں اس کو نہ پہنو اسی طرح ایک روایت میں شراب کے متعلق بھی آیا ہے اور آپ نے فرمایا یہ چیزیں اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی بھی استعمال کی اور پھر توبہ واستغفار کئے بغیر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی ان سے محروم رہے گا، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس شخص کو جنت میں

داخل کرلیا گیا، جنت میں داخل ہونے کے بعد اگر کسی چیز سے محروم کیا گیا تو اس کو اس محرومی کا افسوس وحسرت ہوگی اور جنت وہ جگہ ہے جہاں حسرت وافسوس نام کی کوئی چیز نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح جنتیوں کے درجات اعلیٰ وادنیٰ ہوں گے اور ان کا احساس بھی سب کو ہوگا مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اہل جنت کے دلوں میں حسرت وافسوس نہیں ہونے دیں گے، حسرت نام کی چیز ہی ان کے دل سے نکال دی جائے گی۔

اخیر میں فرمایا کہ یہ سب نعمتیں ان کو اس لئے ملیں گی کہ دنیا میں ان کو کلمہ طیبہ کی ہدایت ہوگئی تھی اور اس معبود حقیقی کے راستے (یعنی اسلام) پر چلنے کی توفیق مل گئی تھی جو مستحق حمد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے

الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ

تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے

بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

والا بھی یہ لوگ معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں کوئی خلاف دین کا قصد ظلم کے ساتھ کریگا تو ہم عذاب دردناک چکھائینگے

حرم شریف سے روکنے کی سزا

پچھلی آیت میں مومنین وکافرین کے دو فریق کی آپسی مخالفت کا ذکر تھا اس کی ایک خاص صورت اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے کہ ان میں کچھ ایسے کافر بھی ہیں جو خود تو گمراہی پر جمے ہوئے ہیں ہی اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستے یعنی مذہب اسلام پر چلنے سے روکتے ہیں ایسے ہی لوگوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ کو جبکہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر حرم شریف میں داخل ہونا چاہتے تھے مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا حالانکہ مسجد حرام اور حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادت حج وعمرہ کا تعلق ہے ان کی ملکیت میں داخل نہیں تھا جس کی وجہ سے ان کو روکنے اور کسی بھی قسم کی دخل اندازی کا کوئی حق پہونچتا بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے یکساں ہے جس میں حرم کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے مسافر سب برابر ہیں، آگے ان کی سزا کا ذکر ہے کہ جو شخص مسجد حرام یعنی پورے حرم شریف میں کوئی شرارت وبے دینی کا کام کرے گا جیسے لوگوں کو حرم میں داخل ہونے سے روکنا وغیرہ اس کو دردناک عذاب چکھایا جائیگا خصوصاً جبکہ اس بے دینی کام کے ساتھ کفر وشرک بھی ملا ہوا ہو جیسا کہ مشرکین مکہ کا حال تھا، جنھوں نے مسلمانوں کو حرم شریف میں داخل ہونے سے روکا تھا، اگرچہ ہر خلاف شرع کام خصوصاً کفر وشرک ہر جگہ اور ہر زمانہ میں انتہائی جرم وگناہ ہے اور عذاب خداوندی کا سبب ہے مگر جو ایسے خلاف شرع کام حرم کے اندر کرے اس کا جرم دوگنا ہوجاتا ہے اس لئے اس آیت میں حرم کی تخصیص کرکے بیان فرمایا گیا۔

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـئًا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اور میرے اس گھر کو

لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ

طواف کرنے والوں کے اور قیام ورکوع و سجدہ کرنے والوں کے واسطے پاک رکھنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو

يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ﴿۲۷﴾

لوگ تمہارے پاس چلے آویں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز رستوں سے پہنچی ہوں گی۔ تاکہ

لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا

اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں اور تاکہ ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے

رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ ﴿۲۸﴾

ان کو عطا کئے ہیں سو ان جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو پھر لوگوں کو

ثُمَّ لۡيَـقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ﴿۲۹﴾

کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور اس مامون گھر کا طواف کریں

حضرت ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ کا حکم

کعبہ شریف حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے سے پہلے یا ساتھ ہی بنایا گیا تھا، تمام انبیاءؑ اس کا طواف کرتے تھے، طوفان نوحؑ کے وقت خانہ کعبہ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا صرف اس کی بنیادیں اپنی جگہ پر بدستور قائم تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں اور ان کو اس کی جگہ تبلا دی گئی، چنانچہ بحکم خدا ایک تیز وتند آندھی آئی جس کی وجہ سے وہ تمام ریت ومٹی ہٹ گئی جو کعبہ شریف کی بنیادوں پر پڑی ہوئی تھی، حضرت ابراہیمؑ کو بنیادیں صاف دکھائی دیں آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر ان بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر شروع کر دی۔ دوسرا حکم آپ کو یہ ہوا کہ عبادت و بندگی صرف میری کرنا اس میں کسی کو شریک مت کرنا، ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تو بت پرستی کے سخت مخالف تھے آپ سے شرک کا احتمال ہی نہیں، بس یہ حکم دوسرے لوگوں کو سنایا ہے اور اس موقع پر خاص طور پر اس لئے سنایا گیا ہے کہ کعبہ شریف کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے اور طواف کرنے سے کسی جاہل کو یہ گمان نہ ہو جائے کہ یہی معبود ہے اور تیسرا حکم یہ فرمایا کہ میرے گھر یعنی کعبہ شریف کو طواف کرنے والوں اور نمازیوں کے لئے ظاہری طور پر بھی صاف ستھرا رکھنا اور باطنی طور پر یعنی شرک وبت پرستی سے بھی پاک رکھنا یہ بھی دوسرے

ہی لوگوں کو سنایا گیا ہے۔

اعلان حج

چوتھا حکم آپ کو یہ دیا گیا کہ لوگوں میں اعلان کردیجئے کہ کعبہ شریف کا حج تم پر فرض کردیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب آپ کو اس اعلان کا حکم ملا تو آپ نے عرض کیا اے میرے رب یہاں تو جنگل ہی جنگل ہے میری آواز کون سنے گا اور جہاں آبادی ہے وہاں میری آواز کس طرح پہونچے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی ذمہ داری صرف اعلان کرنا ہے تمام انسانوں تک آواز پہونچانا یہ ہمارا کام ہے چنانچہ آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا کردیا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ابی قبیس پہاڑ پر چڑھ کر یہ اعلان کیا، کانوں میں انگلیاں دیکر دائیں بائیں مشرق ومغرب ہر طرف یہ اعلان کیا کہ اے لوگو تمہارے رب نے اپنا گھر بنایا ہے اور تم پر اس گھر کا حج فرض کیا ہے تم سب اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آواز ساری دنیا میں پہونچادی صرف اس وقت کے زندہ لوگوں ہی تک نہیں بلکہ جو انسان قیامت تک پیدا ہونے والے تھے ان تک بھی پہونچادی اور جس جس کی قسمت میں اللہ نے حج کرنا لکھدیا ہے ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں لبیک اللّٰہمّ لبیک کہا یعنی حاضر ہونے کا اقرار کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے اعلان کا یہ اثر ہوگا کہ پوری دنیا سے لوگ کعبہ شریف کی طرف چلے آئیں گے کوئی پیدل کوئی سواری پر اور پھر سواری سے بھی اتنے دور دراز شہروں اور ملکوں سے آئیں گے کہ ان کی سواریاں لاغر و کمزور ہوجائینگی، چنانچہ اس وقت سے آج تک ہزارہا سال گذر گئے کعبہ شریف کی طرف حج کے لئے لوگوں کے آنے کی یہی کیفیت ہے، حضرت ابراہیمؑ کے بعد آنے والے تمام انبیاء اور ان کی امتیں بھی اس کی پابند رہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد جو جاہلیت کا لمبا دور گذرا ہے اس میں بھی عرب کے باشندے اگرچہ بت پرستی کی بلا میں مبتلا ہوگئے تھے مگر ارکان حج کے اسی طرح پابند تھے جس طرح حضرت ابراہیمؑ سے منقول چلے آتے ہیں

حج کے دینی ودنیوی فوائد

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اے لوگوں حج کے لئے تمہاری حاضری تمہارے ہی نفع وفائدے کے لئے ہے، علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس میں دینی ودنیوی دونوں طرح کے فوائد ہیں، دینی واخروی فوائد تو بے شمار ہیں مثلاً ارکان حج کی ادائیگی پر اللہ کی رضا وخوشنودی اور بے پناہ ثواب حاصل ہونا، اور تمام گناہوں کا معاف ہوجانا چنانچہ بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس میں بےحیائی اور گناہ کے کاموں سے پرہیز کیا تو وہ ایسا (گناہوں سے پاک وصاف ہوکر) لوٹے گا جیسے پیدا ہونے کے وقت تھا

دنیوی فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ حج وعمرہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اس کی برکت سے وہ شخص فقر وفاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا، بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ حج وعمرہ میں خرچ کرنا غربت ومحتاجی کو دور کردیتا ہے۔

اور فرمایا اے لوگو حج میں تم ایام مقررہ یعنی قربانی کے تین دنوں دسویں تاریخ سے بارہویں ذی الحجہ

تک قربانی کے جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لو ان کا گوشت تم بھی کھاؤ اور ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ، اصل مقصد اللہ کا ذکر ہونا چاہیئے جو ان دنوں میں قربانی کے وقت کیا جاتا ہے، یہی عبادت کی روح ہے، گوشت پر نظر نہ ہونی چاہیئے اس گوشت کو حلال کر دینا یہ تو اللہ کا اپنے بندوں پر انعام و احسان ہے۔

حاجی کی عاشقانہ کیفیت حج میں ایک دیوانے عاشق کی حالت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حاجی جہاں سے لبیک شروع کرتے ہیں وہاں سے حجامت نہیں بنواتے، بالوں میں تیل نہیں لگاتے، ناخن نہیں تراشتے، زیادہ مَل مَل کر غسل نہیں کرتے جس کی وجہ سے جسم پر گرد و غبار اور میل چڑھ جاتا ہے دسویں تاریخ کو قربانی کے بعد ان کاموں کے کرنے کی اجازت مل جاتی ہے اسی کو قرآن کہہ رہا ہے کہ اب اپنا میل کچیل دور کریں یعنی احرام کھول دیں سر منڈائیں اور اپنے واجبات کو چاہیے نذر سے قربانی وغیرہ اپنے اوپر واجب کی ہو یا بلا نذر جو افعال حج کے واجب ہیں ان سب کو پورا کریں، اور انھی دنوں میں سلے ہوئے کپڑے پہن کر اللہ کے گھر کا طواف کریں یہ طواف زیارۃ کہلاتا ہے

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ

یہ بات تو ہو چکی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کریگا سو یہ اسکے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان

لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

مخصوص چرپایوں کو باستثنا ان کے جو تمکو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ

کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو اسکے ساتھ شریک مت ٹھیراؤ اور جو شخص

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ

اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور

بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا

دراز جگہ میں لے جا پٹکا یہ بات بھی ہو چکی اور جو شخص دین خداوندی کے ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى

رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے تم کو ان سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر اسکے

ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝

تفسیر

اس سے پہلے حج کے کچھ خاص احکام بیان فرمائے تھے اب ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کی محترم ومعزز چیزوں (احکامات) کی وقعت وتعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے بڑی خوبی ونیکی کا کام ہے احکام کی تعظیم و وقعت یہ ہے کہ آدمی ان کو سیکھے اور ان پر عمل کرے۔ معزز چیزوں میں قربانی کا جانور، بیت اللہ شریف، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مسجدیں قرآن بلکہ تمام احکام خداوندی آجاتے ہیں مگر یہاں خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے کہ معبود برحق کے پرستاروں کو وہاں آنے سے نہ روکیں، نہ ہدی یعنی قربانی کے جانوروں کو واپس جانے پر مجبور کریں بلکہ قیمتی اور موٹے تازے جانور کی قربانی کریں

حالت احرام میں شکار کی ممانعت سے کسی کو یہ شبہ نہ ہوجائے کہ اس حالت میں عام جانور جیسے اونٹ گائے، بکرا، مینڈھا اور دنبہ وغیرہ کی بھی ممانعت ہے اس لئے فرمایا کہ یہ جانور تمھارے لئے حالت احرام میں بھی حلال ہیں البتہ وہ جانور جن کا بیان سورۂ انعام میں ہوا ہے وہ حرام ہیں جیسے مردہ جانور یا ذبح کے وقت جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وغیرہ یہ ہر حالت میں حرام ہیں۔

اور تم لوگ بتوں کی گندگی سے بچتے رہو، بتوں کو گندگی ونجاست اس لئے فرمایا کہ وہ انسان کے باطن کو شرک کی نجاستوں سے بھر دیتے ہیں، اور جھوٹی بات سے بھی بچتے رہو خواہ وہ عقائد کا جھوٹ ہو جیسے مشرکین کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں خواہ معاملات کا جھوٹ ہو جیسے جھوٹی گواہی دینا وغیرہ غرضیکہ اس میں ہر قسم کا جھوٹ داخل ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں ۱۔ شرک کرنا ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا ۳۔ جھوٹی گواہی دینا ۴۔ عام باتوں میں جھوٹ بولنا۔

بس ہر طرف سے ہٹ کر اے لوگو تم اللہ کے ہوکے رہو، مطلب یہ ہے کہ خالص توحید اختیار کرلو، شرک کے قریب تک نہ جاؤ، اللہ نے مشرک کے انجام بد کو ایک مثال دے کر سمجھایا، ارشاد ہے کہ جو شخص شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑتا ہے پھر پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں، یا ہوا کا طوفان اس کو کسی دور جگہ لے جاکر پھینک دیتا ہے، مثال کا حاصل یہ ہے کہ توحید نہایت اعلیٰ اور بلند مقام ہے اس کو چھوڑ کر جب کوئی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو وہ اپنے کو ذلیل کرتا ہے اور آسمان توحید کی بلندی سے پستی کی طرف گرتا ہے اور پھر خواہشات نفس اس کو نوچ نوچ کر کھاتی ہے یعنی اس کا چین وسکون ختم کردیتی ہے اور دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ شیطان اس کو لے اڑتا ہے اور گمراہی کے مقام پر جا پھینکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ شرک پر نفس اور شیطان مسلط ہوجاتے ہیں اور پھر وہ اس کو ایمان کی بلندی سے گمراہی کے غار میں پھینک دیتے ہیں جس کے بعد اس کا ہلاک وتباہ ہونا یقینی اور ضروری ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں جس کے دل میں تقویٰ وپرہیزگاری اور خدا کا خوف ہوگا وہ ان چیزوں کا ادب ضرور کریگا جن میں اللہ کا نام لگا ہوا ہوگا تو یہ شرک نہیں بلکہ خالص توحید ہے خدا کا عاشق ہر اس چیز کی تعظیم کرتا ہے جو خدا کی طرف منسوب ہو۔ شعائر اللہ مذہب اسلام کے ان خاص احکام

کو کہا جاتا ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں، حج کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں ۔
آخر میں فرمایا جا رہا ہے کہ تمھارے لئے جانوروں سے ہر قسم کا فائدہ مثلاً ان پر سوار ہونا، دودھ پینا، ان کے بال اور اون سے نفع اٹھانا اسوقت تک تو حلال ہے جب تک ان کو ہدی نہ بنایا گیا ہو، ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو حج یا عمرہ کرنے والا اپنے ساتھ لے جائے کہ اس کو حرم شریف میں ذبح کیا جائیگا، بہرحال ہدی بنا لینے کے بعد اس جانور سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا حلال نہیں البتہ مجبوری کی صورت میں اجازت ہے ۔ اب تو اس کا عظیم الشان اور اخروی فائدہ یہی ہے کہ اس کو کعبہ شریف کے پاس لے جا کر اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو ۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن

اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے

بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ

ان کو عطا فرمائے تھے سو تمھارا معبود ایک ہی خدا ہے تو تم اسی کے ہمہ تن ہو کے رہو اور آپ گردن جھکا دینے

الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ

والوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں

عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾

پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔

قربانی تمام امتوں پر فرض تھی

اللہ کے نام پر جانوروں کو قربان کرنے کا حکم صرف امت محمدیہ ہی کو نہیں دیا گیا بلکہ اس سے پہلی جتنی امتیں آئی ہیں ان سب کو یہ حکم دیدیا گیا تھا، اور یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ تمھاری چوپاؤں کو قربان کرنے کی عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے اگر یہ عبادت تم غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کرو گے تو شرک ہو جائیگا جو سنگین جرم ہے بس صرف ایک خدا کے لئے نیاز کرو صرف اسی کی اطاعت و بندگی کرو اور ایسے لوگوں کیلئے خوشخبری ہے جنت کی اور رضاء الٰہی کی جو صرف اللہ ہی کے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دلوں پر اس کی عظمت و بڑائی کی وجہ سے ایک خاص ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور اگر ان پر کوئی مصیبت و پریشانی آجاتی ہے تو صبر و استقلال سے کام لیتے ہیں گھبرا کر حق سے ڈگمگا نہیں جاتے، یہ حضرات نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے بقدر توفیق اور حکم اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں ۔
ان صفات کو یہاں خاص طور پر اس لئے بیان فرمایا گیا ہے کہ حج کے لئے خانہ کعبہ تک پہونچنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں اور سفر میں اکثر نمازوں کے ترک ہو جانے یا قضا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ

اور قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے اللہ کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں سے تمہارے فائدے ہیں تم ان پر کھڑے ہو کر

اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا

اللہ کا نام لیا کرو پس جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی کو بھی کھانے کو دو

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ

ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم شکر کرو اللہ کے پاس نہ ان کا

يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ

گوشت پہونچتا ہے اور نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے اسی طرح اللہ تم

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تمکو توفیق دی اور اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے

تفسیر: پہلے مطلقاً شعائر اسلام کی تعظیم کا بیان ہوا، اب خاص طور پر ذکر ہے کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اسلام اور شعائر اللہ میں سے ہیں ان کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سے دینی و دنیوی فائدے ہیں مثلاً دنیوی فایدہ یہ کہ انکا گوشت کھانا حلال ہے اور اخروی فائدہ اجر و ثواب ہے بس اللہ کا نام لے کر ان کو ذبح کرو، اونٹ کو نحر کرنا افضل و سنت ہے اس طرح اس کی روح بھی آسانی سے نکل جاتی ہے اور ذبح کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے، نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اگلا ایک پاؤں باندھ دیا جائے، تین پاؤں پر وہ کھڑا رہے اس حالت میں ذبح کرے اور جب وہ کسی کروٹ پر گر پڑے اور ٹھنڈا ہو جائے تو اس کا گوشت تم خود بھی کھاؤ اور ان ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ جو سوال نہیں کرتے صبر و قناعت سے رہتے ہیں اور ان کو بھی کھلاؤ جو سوال کرتے ہیں۔

اے لوگو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ایسے بڑے بڑے اور طاقتور جانور تمہارے قبضہ میں کر دیئے ہیں ان سے تم مختلف کام لیتے ہو اور آسانی سے ان کو ذبح کر لیتے ہو۔

قربانی کا فلسفہ: یہ قربانی جو ایک اہم عبادت ہے اس کا فلسفہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون بہانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ یہ گوشت اور خون اللہ کی بارگاہ تک پہونچتا ہے بلکہ وہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ و اخلاص پہونچتا ہے، کہ جوش محبت اور للٰہیت کے ساتھ ایک نہتی جان اس کے حکم سے اسکے نام پر اس کے گھر (خانہ کعبہ) کے قریب قربان

کرتے ہو اس قربانی سے اس بات کا اظہار کرنا بھی ہے کہ اسی طرح ہم خود بھی آپ کے حکم پر قربان ہونے کو تیار ہیں، قربانی کا اصل مقصد اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کرنا ہے اور یہ اخلاص ہی اس عبادت قربانی کی اصل روح ہے

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔

تفسیر: کفار و مشرکین نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ سے روک دیا تھا، اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کفار و مشرکین کی اس طاقت کو ختم کر دیں گے جس کے ذریعہ سے وہ مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ واقعہ ۶ھ میں پیش آیا تھا اس کے بعد مسلسل ان کی طاقت کم ہوتی چلی گئی اور مسلمانوں کی طاقت بڑھتی گئی اور ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا

غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا

دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ

رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے

وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن

اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا جو اللہ

يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ

کی مدد کریگا بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے، یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں گے اور زکوٰۃ

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ

دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا

الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے

پہلی بار جہاد کا حکم

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے اس وقت تک کفار برابر مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم وستم کرتے رہے، مسلمان پریشان ہوکر حضور سے شکایت کرتے تو آپ انھیں صبر وتحمل اور برداشت کی تعلیم دیتے۔ قیام مکہ کے آخری دور میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہوگئی تھی یہ کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور علیہ السلام فرماتے ابھی مجھے جہاد کی اجازت نہیں دی گئی ہے بس تم ان کی سختیوں پر صبر کرو، صحابۂ کرام نے تقریباً دس سال کے لمبے عرصہ تک بے مثال صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔

جس وقت آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہونچ گئے تو وہاں جاکر یہ آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ جہاد کی اجازت دیدی گئی اور ان کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ ان کی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں، ہم تمکو غلبہ وفتح دیں گے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ یہ پہلی آیت ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے اس سے پہلے ستر سے زیادہ آیتوں میں جہاد سے منع کر دیا گیا تھا۔

جہاد کی حکمت

جہاد مذہب اسلام کی کوئی نو ایجاد چیز نہیں بلکہ پہلے تمام مذاہب میں بھی جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں ایک بہت بڑی حکمت اور فائدہ کی بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے صحیح عبادت گاہیں باقی ہیں، اگر جہاد نہ ہوتا تو یہود ونصاریٰ مسلمانوں کی عبادت گاہوں اور ان کے دین ومذہب کو ختم کردیا جاتا، کیونکہ شیطانی فطرت کے لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے دین پر لوگ چلیں۔

اس کے بعد ان صحابۂ کرام رضؓ کے متعلق جن کو کافروں نے گھروں سے نکلنے اور اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا، ارشاد ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ اگر ان کو حکومت وسلطنت دیدی جائے تو یہ اپنے اقتدار وطاقت اور وسائل کو نماز کی تبلیغ، زکوٰۃ کی تاکید اور لوگوں کو اچھے کاموں کی تعلیم وترغیب کرنے اور برے کاموں سے منع کرنے اور روکنے میں خرچ کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اقتدار ملنے پر تمام صحابۂ کرام اور خاص طور پر خلفاء راشدین نے دین اسلام کو رائج کرنے میں تمامتر اقتدار ووسائل کو صرف کیا، اس آیت میں سلطنت ملنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ شانہ نے صحابۂ کرام بالخصوص صحابۂ مہاجرین اور خاص طور پر خلفاء راشدین کی مدح فرمائی ہے علماء نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ چاروں خلفاء کا نظام خلافت جو ان کے زمانہ میں قائم ہوا وہ حق ہے اور رضاء الٰہی اور منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾

اور لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود اور قوم

وَقَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ

ابراہیمؑ اور قوم لوطؑ اور اہل مدین کو بھی تکذیب کرچکے ہیں اور موسیٰؑ کو بھی کاذب قرار دیا گیا سو میں نے کافروں

لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

کو مہلت دی پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے

اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ

ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور بہت سے بیکار

وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

کنوئیں اور بہت سے قلعی چونے کے محل سو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں

يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

کہ ان سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں کہ ان سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں

تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ

بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اللہ

يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۚ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کریگا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے

تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

شمار کے موافق اور بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے

اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝

ان کو پکڑ لیا اور میری طرف لوٹنا ہوگا۔

تفسیر: ان آیات میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ کفار مکہ آپ کو جھوٹا کہیں تو آپ غمگین و پریشان نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پچھلی قوموں نے بھی اپنے نبیوں کو جھوٹا کہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ان جھٹلانے والے کافروں کو کچھ مدت مہلت و ڈھیل دی جس طرح اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے دور کے منکروں اور کافروں کو ڈھیل دے رکھی ہے پھر ان کو ہمارے عذاب نے گھیر لیا تو ان کی راحت تکلیف میں اور زندگی موت میں بدل گئی، غرضیکہ بہت سی بستیاں جن میں رہنے والے نافرمان و سرکش

تھے ان کو ہلاک و برباد کر دیا، ان میں بڑے بڑے وہ کنویں جن سے لوگ ہر وقت پانی کھینچا کرتے تھے آج بیکار پڑے ہیں اور وہ عالی شان و پختہ محلات جن میں ہر وقت رونق رہتی تھی آج ویران پڑے ہیں۔

پس محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان پر بھی وقت مقررہ پر عذاب آجائیگا پس ان کو چاہئے کہ اللہ کی زمین پر گھومیں اور جن بستیوں کو تباہ کر دیا گیا ہے ان کو دیکھیں اور عبرت و نصیحت حاصل کریں ۔ بجائے اس کے کہ نصیحت حاصل کرتے نڈر ہو کر بطور مذاق کے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے، ان سے کہا گیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس کا عذاب اپنے وقت مقررہ پر ضرور آئیگا چنانچہ جنگ بدر میں ان پر اللہ نے اپنا عذاب نازل فرما کر اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔

آخرت کا دن ہزار سال کے برابر ہوگا

اِنَّ یَوْمًا الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ آپ کے رب کے پاس (یعنی آخرت میں) ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا، اس سے یا تو قیامت کا دن مراد لیا جائے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ قیامت کا دن اپنے ہولناک واقعات و حالات کی وجہ سے اتنا بڑا محسوس ہوگا جیسے دنیا کے ایک ہزار سال ہوتے ہیں یا پھر آخرت کا ہر دن ہمیشہ دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا، ترمذی شریف کی ایک روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے، حضرت ابوہریرہ رض سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فقراء مہاجرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں تمکو بشارت و خوشخبری دیتا ہوں کہ تمکو قیامت کے دن مکمل نور حاصل ہوگا اور یہ کہ تم مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا لہذا غریب مالداروں سے چھ مہینے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ ایمان لے آئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ

اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق

اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾

کوشش کرتے رہتے ہیں ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔

تفسیر:۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کفار مکہ سے کہہ دیجئے کہ میں تمکو صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، تم پر لاکر عذاب مسلط کر دوں یہ میرے اختیار میں نہیں، یہ صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ اپنی حکمت و مصلحت سے جب چاہے تم پر عذاب نازل فرما دے، بس میرے ڈرانے

سے جس کو ہدایت کی توفیق ہوجائے اور وہ ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے تو اس کے لئے جنت اور وہاں
کے عیش وآرام ہیں اور جو شخص اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے اور باطل ثابت کرنے میں کوشش کرتے ہیں اور
حضور اور اہل ایمان کو ہرانے اور ناکام کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ

اور ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے کچھ پڑھا

فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ

شیطان نے اسکے پڑھنے میں شبہ ڈالا، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو نیست و نابود کردیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ

کو زیادہ مضبوط کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝

لئے آزمائش بنادے جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں وہ واقعی ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں اور تاکہ جن لوگوں

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ

کو فہم عطا ہوا ہے وہ اس امر کا زیادہ یقین کرلیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہوجاویں پھر اسکی طرف

فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ

ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے۔

مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

اور کافر لوگ ہمیشہ اس کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعتہً قیامت آجاوے یا ان

السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ

پر کسی بے برکت دن کا عذاب آپہونچے بادشاہی اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

کے درمیان فیصلہ فرمادے گا، سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہونگے وہ چین کے باغوں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

باغوں میں ہوں گے اور جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے پہلے بھی ہم نے کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ نہ پیش آیا ہو کہ وہ جب بھی ہمارے احکامات کی کوئی بات بیان کرتا یا آیات پڑھ کر سناتا تو شیطان کافروں کے دلوں میں اس بیان کی ہوئی بات اور آیات میں طرح طرح کے شبہات ڈالدیتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" پڑھ کر سنائی تو شیطان نے اس میں شبہ پیدا کیا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام، غرضیکہ شیطان اس طرح کے شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے جوابات مع دلائل کے دیکر ان کے اعتراضا کا خاتمہ کر دیتے ہیں جن لوگوں کو صحیح سمجھ ہوتی ہے وہ ان جوابات کو سمجھ کر ہدایت پاجاتے ہیں اور جو ضدی مزاج ہوتے ہیں وہ ان شبہات پر اڑے رہ کر ایمان وہدایت کی دولت سے محروم رہتے ہیں اور اسی حالت میں ان پر موت آجائے گی، اس کے ہولناک واقعات اور پھر خدا کا عذاب اس کے لئے مصیبت پر مصیبت بن جائے گا، اس روز اللہ تعالیٰ ماننے والے یعنی مومنین اور شک کرنے والے یعنی کافرین کے درمیان عملی فیصلہ فرمائیں گے یعنی مومنین کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور کافرین کو جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ

رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا

رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا دینے والا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے جاکر داخل

يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ

کریگا جس کو وہ پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بہت حلم والا ہے، یہ ہوچکا اور جو شخص اسی قدر تکلیف

اقوال وتحقیق: آیات مذکورہ کا جو صاف وبے غبار مطلب اکابر مفسرین سلف سے منقول ہے وہ ہم نے اوپر تفسیر میں بیان کر دیا ہے، اس موقعہ پر جو قصۂ غرانیق کچھ تفسیر کی کتابوں میں لکھا گیا ہے وہ نہ ہی معتبر ہے اور نہ ہی ان آیات کا سمجھنا اس پر موقوف ہے اور نہ ہی جمہور محدثین کے نزدیک وہ ثابت ہے بعض حضرات نے اس کو ملحدین وزنادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے۔ محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ۔

مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

پہونچا دے جس قدر اسکو تکلیف پہونچائی گئی تھی پھر اس شخص پر زیادتی کی جاوے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کریگا اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے

مہاجرین کیلئے بشارت پہلے عام مومنین کا انجام بیان کیا گیا تھا یہاں مومنین کی ایک خاص جماعت کو خصوصی طور پر بشارت و خوش خبری دی جا رہی ہے، ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اس کے دین کی حفاظت کیلئے اپنا وطن اور گھر بار چھوڑا پھر وہ جہاد میں شہید ہو گئے یا اپنی طبعی موت سے انتقال کر گئے تو ان کی اللہ کے یہاں خاص مہمان نوازی ہو گی، کھانے پینے رہنے سہنے کی ہر چیز ان کی مرضی کے مطابق ان کو عطا کی جائے گی، غرضیکہ جنت میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل ہو گی اور بے شمار قسم کی نعمتیں دی جائیں گی

عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ:۔ یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہوں گے اس لئے بلا فرمائش کے پہلے ہی ان کو دیدی جائے گی، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خالص اللہ کے لئے اپنے وطن کو خیرباد کہا اور ایسے مہاجرین و مجاہدین کی لغزش پر تحمل اور شان عفو و درگذر سے کام لے گا، یا علیم و حلیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے، جنھوں نے اللہ کے مخلص بندوں کو تکلیفیں پہونچا کر گھر چھوڑنے پر مجبور کیا مگر وہ اپنے حلم و بردباری کی وجہ سے ان کو فوراً سزا نہیں دیتا۔

اللہ کی مدد مظلوم کے ساتھ ہے اللہ کا قانون ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کرتا ہے اور اس نے مظلوم کو یہ حق بھی دیا ہے کہ وہ اپنا واجبی بدلہ لے کر معاملہ صاف کرلے لیکن اگر مظلوم واجبی بدلے سے آگے بڑھ جاتے تو اب یہ ظالم کہلائے گا اب اللہ کی مدد اس کے ساتھ نہ رہے گی بلکہ اس شخص کے ساتھ ہو جائے گی جو پہلے ظالم تھا اور اب مظلوم ہو گیا ہے، اگرچہ مظلوم کو بدلہ لینے کا پورا حق ہے مگر بہتر یہی ہے کہ معاف کردے، ان آیات کے آخر میں لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ فرما کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ بہت درگذر کرنے اور بخشنے والے ہیں لہٰذا تم بھی عفو و درگذر کی عادت اپنے اندر پیدا کرو یہ تمھارے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

خوب دیکھنے والا ہے یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالی شان اور بڑا ہے اور کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾

آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہو گئی بے شک اللہ تعالیٰ بہت مہربان سب باتوں کی خبر

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾

رکھنے والا ہے سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں اور ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔

تفسیر:- اللہ ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ دن رات کو بدلتا رہتا ہے کبھی دن کبھی رات اور اسیطرح ان کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے، کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات، بس اس عظیم قدرت والی ذات کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں کہ وہ کسی مظلوم قوم یا فرد کو امداد دے کر ظالم کے پنجے سے چھڑا دے اور اس پر غالب و مسلط کر دے پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرمادیا کہ حالات رات دن کی طرح بدلنے والے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اس طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کے آغوش میں داخل کر دیگا بلاشبہ وہ مظلوم کی فریاد کو سنتا اور ظالم کی حرکات کو دیکھتا ہے بس اپنی قدرت کاملہ سے مومن مظلوموں کو ظالم کفار پر غالب کر دیگا اور حقیقت میں اللہ ہی ذات معبود برحق ہے۔ اس کے علاوہ کفار جن چیزوں کو پکارتے ہیں وہ سب باطل دلچر ہیں وہ اپنی ہستی و وجود میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں بس اللہ ہی سب سے بڑا اور عالی شان والا ہے۔ اے انسان کیا تو یہ منظر دیکھ کر اللہ کی قدرت کو نہیں پہچانتا کہ وہ آسمان سے بارش برسا کر زمین کو سرسبز کر دیتا ہے بس وہ اسی طرح کفر کی خشک و ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سرسبز و شاداب بنا دیگا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کے مناسب ان پر مہربانی کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ کی ذات ہر چیز سے بے نیاز اور مستحق حمد و ثنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ

اور کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو کہ وہ دریا میں اسکے

بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اسی کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ

بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

لوگوں پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے، اور وہی ہے جس نے تمکو زندگی دی پھر تمکو موت دیگا پھر تم کو

يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ ۝۶۶

زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدر

تفسیر: اللہ کی شفقت ومہربانی دیکھئے کہ اس نے اس زمین کی تری وخشکی کی تمام چیزوں کو تمہارے اختیار میں دیدیا ہے تم ان سے فائدہ حاصل کرو اور تمہارے فائدے کے لئے اللہ نے اپنی قدرت سے آسمان، چاند سورج ستاروں کو بلا کسی کھمبے کے فضا میں تھام رکھا ہے۔ انسان پر اللہ کا یہ بھی بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ اس نے اس کو زندگی مرحمت فرمائی اور جسم میں روح ڈالی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کفر وجہل سے روحانی موت مرچکے تھے ان کو ایمان ومعرفت کی روح بخش کر اللہ نے زندگی عطا فرمائی، ان سب انعامات واحسانات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان صرف اللہ کا ہو کر رہ جاتا کسی دوسرے کے سامنے نہ جھکتا مگر یہ بڑا ہی ناشکرا ہے کہ اپنے حقیقی محسن کو چھوڑ کر دوسرے دروں پر پیشانی رگڑتا پھرتا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا هُمۡ نَاسِكُوۡهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الۡاَمۡرِ وَادۡعُ

ہم نے ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے سوان لوگوں کو

اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝۶۷ وَاِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ

چاہئے کہ آپ سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے آپ یقیناً صحیح رستہ پر ہیں اور اگر یہ لوگ

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝۶۸ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ۝۶۹

آپ سے جھگڑا نکالتے ہیں تو آپ یہ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز فیصلہ

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىۡ

فرمادیگا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور

كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۝۷۰

زمین میں ہے، یقینی بات ہے کہ یہ سب انکے نامہ اعمال میں ہے یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے

شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہت سے کفار مسلمانوں سے ان کے ذبح کے متعلق فضول بحثیں، اعتراضات اور جھگڑا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے مذہب کا حکم عجیب ہے کہ جس جانور کو تم اپنے ہاتھ سے قتل کر دو وہ تو حلال ہے اور جس جانور کو اللہ تعالیٰ براہ راست ماردے (یعنی عام

مردار جانور) وہ حرام ہے، ان کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت اور شریعت کے لیئے ذبح کے احکام الگ الگ رکھے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ایک مستقل شریعت ہے اسکا مقابلہ کسی دوسری شریعت کے احکامات سے بھی کرنا درست نہیں چہ جائیکہ اے کفار تم اس مقدس شریعت کا مقابلہ اپنے باطل خیالات اور ذاتی رائے سے کرو اور پھر مردار جانور تو پچھلی تمام شریعتوں میں بھی حرام رہا ہے تم اسکو اپنی رائے سے حلال کہہ کر سرتاج الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرو، یہ تمہاری حماقت اور بدبختی ہے جس کی سزا تم جلد ہی بھگتو گے۔

جمہور مفسرین نے اس آیت کے دائرہ کو عام رکھ کر فرمایا کہ اس میں شریعت کے تمام احکام شامل ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء اصول دین میں متفق رہے ہیں، البتہ ہر امت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے بندگی کی صورتیں مختلف مقرر کی ہیں جن کے مطابق وہ امتیں اللہ کی عبادت کرتی رہی ہیں، امت محمدیہ کے لیئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی اس کے مطابق یہ اللہ کی بندگی کرتی ہے، کفار و مشرکین اور مخالفین اسلام جو شریعت محمدیہ کے احکامات پر اعتراضات کرتے اور جھگڑتے ہیں اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ احکام ان کے آبائی مذہب میں نہ تھے لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نئی شریعت آ جانے کے بعد پچھلے نبی کی شریعت پر عمل چھوڑ کر اس نئے نبی کی شریعت پر عمل کرنا فرض ہے، پھر اس نئی شریعت کے مقابلہ میں اپنے بڑوں کے طریقوں پر عمل کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے اور اس پر غضب یہ کہ اپنے طریقوں کے مقابلے میں اللہ اور اسکے رسول کے احکامات کو جھٹلایا جائے اور اس سلسلہ میں بحث و مباحثہ اور جھگڑا کیا جائے،

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ ہدایت فرمائی کہ آپ سیدھی راہ پر ہیں اسی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے اور یہ جھگڑالو لوگ اگر آپ کی بات نہ مانیں تو ان سے کہدیجئے کہ اللہ تمہاری حرکات سے خوب واقف ہے قیامت کے دن تمہارے اور ہمارے درمیان عملی فیصلہ فرما دیگا اس وقت تم کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُم

اور لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس اس

بِهِ عِلْمٌ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٧١﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

کوئی دلیل ہے اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ خوب واضح ہیں

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنكَرَ ۖ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ

پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں برے آثار دیکھتے ہو قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں

يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۗ قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكُمُ ۗ النَّارُ وَعَدَهَا

جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں آپ کہیئے کہ کیا میں تمکو اس سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے اس

اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے

تفسیر:- توحید کے دلائل سننے کے بعد بھی مشرکین اپنے باپ داداؤں کے طریقہ پر اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے رہے جس کی ان کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور جب ان کو قیامت میں ان کے شرک کرنے پر سزا دی جائیگی تو یہ معبودان باطل ان کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے اور ان مشرکین کی گمراہی وضد کا یہ عالم ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں توحید وغیرہ کا بیان واضح طور پر ہے تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کو سخت ناگواری ہوتی ہے اور ان کے چہروں کے تیور بدل جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آیات سنانے والوں پر حملہ کر دیں، بہت سی مرتبہ کر بھی دیتے ہیں ۔ ان کافرین ومشرکین سے کہا جارہا ہے کہ یاد رکھو مرنے کے بعد تم کو ایسی سخت ناگوار چیز سے واسطہ پڑے گا جس پر تم سے صبر نہ ہو سکے گا اور وہ ہے دوزخ کی آگ جس کا اللہ تعالیٰ نے کافروں سے وعدہ فرار کھا ہے، حاصل یہ ہے کہ قرآن سے ناگواری کا انجام دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

اے لوگوں ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو

دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ

چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی جمع ہو جاویں اور اگر ان سے مکھی

الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

کچھ چھین لے جائے تو اس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے، ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر ان

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنا چاہیے تھی وہ نہ کی اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے

ایک عجیب مثال سے شرک کا رد

ان آیات میں ایک عجیب وغریب مثال کے ذریعہ کفر وشرک کو باطل ثابت کیا گیا ہے، فرمایا اے کافرو! خوب غور سے سنو جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ اس قدر کمزور دبے اختیار ہیں کہ اگر سب مل کر بھی ایک چھوٹا سا جانور مکھی وغیرہ بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے، اور مزید سنو وہ اس قدر بے بس وبے کس ہیں کہ ان کے چڑھاوے میں سے اگر مکھی وغیرہ کچھ اٹھا کر لے جائے تو اسے روک نہیں سکتے اس سے چھین نہیں سکتے سوچو جب تمہارے یہ معبود اس قدر کمزور ہیں پھر تم کو دنیا وآخرت میں کسی آفت ومصیبت سے کیسے بچا سکتے ہیں بس معبود

بھی عاجز و کمزور اور عابد بھی۔
اے کافرو تم افسوس ہے تم پر کہ ایسی زبردست قدرت والے اور عظیم الشان طاقت والے اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر بے حس و حرکت پتھروں کو اپنا معبود بنا بیٹھے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝
اللہ تعالیٰ منتخب کرلیتا ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝
والا خوب دیکھنے والا ہے وہ ان کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو جانتا ہے اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے

شانِ نزول

حضور علیہ السلام کو جب نبی بنادیا گیا تو مشرکین مکہ نے اعتراض کیا کہ اس معمولی شخص پر قرآن اتارا گیا اور نبی بنایا گیا حالانکہ ہم میں بڑے بڑے سردار اور عزت و دولت والے لوگ موجود ہیں ان کو نبی بنانا چاہئے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی بنانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہ جس کو چاہتا ہے نبی منتخب کرلیتا ہے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں اسی طرح فرشتوں میں سے بھی وہ جس کو چاہتا ہے پیغام رسانی کے لئے منتخب کرلیتا ہے جو اللہ کے پیغامات و احکامات انبیاء کو پہونچاتے ہیں جیسے حضرت جبرئیلؑ۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ ہر کام کی حقیقت و مصلحت سے خوب واقف ہے وہ جس کو صحیح سمجھتے ہیں اس کو اپنا پیغمبر بنالیتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو امید ہے کہ تم فلاح

تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
پاؤ گے اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین

فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۥ
میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے پہلے ہی

مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا
اور اس میں بھی تاکہ تمہارے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو سو تم لوگ نماز کی

شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا
پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو

بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ ﴿۷۸﴾

وہ تمہارا کارساز ہے سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے

تفسیر:— ان آیات میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ اپنے رب کی بندگی میں لگے رہو اسی کے سامنے جھکو اسی کے آگے پیشانی ٹیکو اور دوسرے نیکی اور بھلائی کے کام کرتے رہو تاکہ تمکو دنیا و آخرت کی بھلائی اور فلاح وکامیابی نصیب ہو اور اللہ کے راستہ میں کوشش کرو جیسی کوشش کرنے کا حق ہے مطلب یہ ہیکہ اللہ کے دین کو بلند کرنے اور پھیلانے کیلئے زبانی قلمی جانی، مالی ہر قسم کی کوشش کرو۔

اے امت محمدیہ اللہ نے تمکو دوسری امتوں سے ممتاز فرمایا اور فضیلت عطا فرمائی، تم میں سب سے اعلیٰ و افضل نبی بھیجا سب سے زیادہ کامل شریعت عطا کی پوری دنیا میں اپنا دین پہونچانے کیلئے تم کو منتخب فرمایا۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی، تنگی نہ ہونے کا مطلب بعض حضرات مفسرینؒ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دین اسلام میں ایسا کوئی گناہ نہیں جو توبہ سے معاف نہ ہوسکے اور عذاب آخرت سے نجات کا کوئی راستہ نہ نکلے، بخلاف پچھلی امتوں کے کہ ان میں بعض گناہ ایسے بھی تھے جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دین موسوی میں بعض احکام بہت ہی سخت تھے اس امت پر ایسا کوئی حکم فرض نہیں کیا گیا، بعض حضراتؒ نے فرمایا کہ تنگی سے مراد وہ تنگی ہے جس کو انسان برداشت نہ کر سکے دین اسلام میں کوئی حکم ایسا نہیں جسکو انسان برداشت نہ کر سکے باقی رہی تھوڑی بہت محنت ومشقت وہ تو دنیا کے ہر کام میں بھی ہوتی ہے۔

اہل مکہ کو دین ابراہیمی پسند تھا لہٰذا ان سب کو اور پوری امت کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ دین محمدی درحقیقت تم سب کے بزرگ حضرت ابراہیمؑ کا دین ہے دین محمدی ہی ملت ابراہیمی ہے لہٰذا تم سب دین اسلام کا اتباع کرو اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ ہی نے امت محمدیہ اور تمام اہل ایمان کا نام قرآن سے پہلے مسلم تجویز کیا اور پھر قرآن نے بھی ایمان والوں کا نام مسلم ہی رکھا۔

لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ الخ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محشر میں گواہی دینگے کہ میں نے اللہ کے احکام اس امت کو پہونچا دیئے تھے امت محمدیہ اسکا اقرار کریگی اور جب دوسرے تمام انبیاء یہی بات کہیں گے تو اسکی گواہی امت محمدیہ دیگی کہ ان حضرات نے اللہ کے احکامات اپنی اپنی امتوں کو پہونچائے تھے اس پر وہ امتیں کہیں گی جس وقت یہ نبی ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت تو تمہارا وجود بھی نہ تھا پھر تم کیونکر گواہی دے رہے ہو امت محمدیہ کہے گی کہ ہمارے رسول سراج الانبیاءؐ نے یہ باتیں ہمیں بتلائی تھی اور آپ کی صداقت وسچائی میں کسی کو ذرہ برابر بھی شک نہیں، غرضیکہ ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔

امت محمدیہ کی ذمہ داری اے امت محمدیہ تم پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات واحسانات فرمائے ہیں بس ان کی قدر کرو اور سمجھو کہ تم بہت بڑے کام تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کیلئے کھڑے کئے گئے ہو اسلئے پہلے اپنے کو نمونۂ عمل بناؤ، نماز، زکوٰۃ غرضیکہ کسی بھی مالی وجانی عبادت میں کوتاہی نہ ہونے پائے اور ہر کام میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھو صرف اسی سے مدد مانگو صرف اسی کو اپنا مولیٰ ومالک سمجھو بلاشبہ وہ سب سے اچھا مالک مددگار ہے۔ اے اللہ تو پوری امت کی ہر ہر قدم پر پوری پوری مدد ونصرت فرما۔

بحمدہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ وبعونہٖ ماہ جمادی الآخر ۱۴۱۳ھ کو پارہ اقترب ۱۷ کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۸

مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی
سابق استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم سہارنپور
دار التفسیر دار العلوم دیوبند

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

50/=

شائع کردہ
ادارہ دعوت و تبلیغ
روڈ سہارنپور یوپی موبائل:

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے
آسان تفسیر
اردو
ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ
مرتب
محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
پارہ قد افلح ۱۸
(شائع کردہ)
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور یو۔پی ۲۴۷۰۰۱

فہرست مضامین آسان تفسیر پارہ قد افلح ۱۸

يٰاٰتُهَا ۱۱۸ ۲۳ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۷۴ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ مؤمنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی، جو اپنی نماز میں

خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝

خشوع کرنیوالے ہیں، اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں. اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں، لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی لونڈیوں سے

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں. اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ایسے ہی لوگ وارث ہونیوالے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

کامل مؤمنین کی چھ صفات

ان آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جن مؤمنین میں یہ چھ صفات

ہونگے وہ کامیاب ہیں اور اعلیٰ درجہ کے کامل مسلمان ہیں، پہلی صفت نماز میں خشوع ہے،
خشوع کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں یکسوئی ہو، دل اللہ کی جانب متوجہ ہو خیال ادھر ادھر نہ جائے
زبان سے جو الفاظ ادا کر رہا ہے ان پر غور کرتا رہے نظر کو ادھر ادھر نہ گھمائے غرضیکہ
دل و دماغ اور تمام اعضا پورے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے
جبتک بندہ اپنی نماز میں دوسری طرف التفات نہ کرے (یعنی نظر اور دھیان کو دوسری
طرف نہ کرے) جب بندہ دوسری طرف التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے
اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے
فرمایا کہ اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھو اور یہ کہ نماز میں نظر ادھر ادھر نہ کرو،

خشوع پیدا کرنیکا طریقہ نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ
جب بارگاہ خداوندی میں نماز کے لئے کھڑا ہو تو یہ تصور
کرلے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنے دل میں یہ یقین جمالے کہ
مجھ کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

خشوع کس قدر اہم اور ضروری ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام غزالی جیسے
بہت سے حضرات نے فرمایا اگر پوری نماز بغیر خشوع کے پڑھی گئی تو اس نماز کو دوبارہ
پڑھنا پڑے گا، اور دوسرے حضرات فقہاء و مفسرین رح نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں
کہ خشوع نماز کی جان اور روح ہے، خشوع کے بغیر نماز بے جان ہے مگر اس کو رکن
نماز کی حیثیت سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خشوع نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور اس بلا خشوع
کی نماز کو لوٹانا فرض قرار دیا جائے، حاصل یہ کہ خشوع نماز کے صحیح ہونے کے لئے
اگرچہ فرض نہیں لیکن حسن قبولیت کے لئے فرض ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ فضول ولغو باتوں اور کاموں سے اعراض کرتے ہیں
بیکار مشغلوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اعلیٰ درجہ کا اسلام
اس شخص کا ہے جو بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دیتے۔

تیسری صفت زکوٰۃ ہے زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے کے ہیں مطلب یہ کہ اپنے نفس کا
تزکیہ کرتے رہتے ہیں یعنی خلاف شرع امور سے اپنے نفس کو پاک وصاف رکھتے ہیں اور
دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ پابندی کے ساتھ پوری زکوٰۃ ادا کرتے ہیں،
حاصل یہ کہ وہ اپنے بدن کو دل کو مال کو پاک وصاف رکھتے ہیں۔

چوتھی صفت اپنی شرمگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھتے ہیں یعنی اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان دونوں سے شرعی ضابطہ کے مطابق اپنی شہوت پوری کرتے ہیں۔

ان دو طریقوں کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ شہوت پورا کرنے کے لئے حلال نہیں، جیسے زنا ہے اور اس طرح جو عورت اس پر حرام ہے اس سے نکاح کے بعد بھی صحبت کرنا زنا ہی ہے اپنی بیوی اور باندی سے حیض و نفاس کی حالت میں نیز ان کے پیچھے کے راستہ میں صحبت کرنا بھی حرام ہے، کسی مرد یا لڑکے یا جانور سے شہوت رانی بھی حرام ہے اور اپنے ہاتھ سے منی نکالنا بھی حرام ہے۔

پانچویں صفت امانت اور عہد کو پورا کرتے ہیں، خیانت و بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے معاملہ میں، جس کی جو امانت ہوتی ہے اس کو ادا کرتے ہیں جس سے جو عہد کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں۔

چھٹی صفت نماز کی محافظت کرتے ہیں یعنی نمازوں کو انکے صحیح وقت پر تمام آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں ان صفات کو اللہ تعالیٰ نے نماز ہی سے شروع کیا اور نماز ہی پر ختم کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز اللہ کے نزدیک کس قدر مہتم بالشان چیز ہے۔ بندوں کو بھی اس کی قدر اور اہتمام کرنا چاہئے، نیز نماز کو شروع آخر میں لاکر اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو نماز کا مکمل اہتمام کرے گا باقی صفات اسکے اندر از خود آتی چلی جائیں گی۔ بس جو مومن اپنے اندر یہ صفات پیدا کر لے گا وہ اعلیٰ درجہ کا کامل مسلمان بن جائے گا، اور اس کو دونوں جہاں کی فلاح و کامیابی نصیب ہوگی اور یہی جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات کی فضیلت

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص ان آیات (قَدْ اَفْلَحَ تا خٰلِدُوْنَ) پر پورا پورا عمل کرے گا وہ (سیدھا) جنت میں جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ حضور کا خلق و عادت کیسی اور کیا تھی آپ نے فرمایا کہ حضور کی طبعی عادت وہ تھی جو ان آیاتِ مذکورہ میں بیان کی گئی ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

بنا دیا پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق

اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۶

بنا دیا سو کیسی بڑی شان ہے کہ اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے پھر تم بعد اس کے ضرور ہی مرنے والے ہو پھر قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے

انسانی پیدائش کے مختلف مرحلے

ان آیات میں انسان کی پیدائش کے متعلق بیان ہے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، کیونکہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے، لہٰذا ہر انسان کی طرف مٹی سے پیدا ہونے کی نسبت کر دی گئی، نیز ہر انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ و جوہر ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے انسان کو نطفہ یعنی قطرۂ منی سے بنایا جو کہ ایک مدت معینہ یعنی چالیس روز تک ایک محفوظ مقام یعنی رحم میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا اور پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا پھر ہم نے اس بوٹی کے بعض حصے کو ہڈیاں بنا دیا اور پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، اس طرح اس بچے کے تمام اعضا مکمل ہو گئے اور اس نے انسانی شکل اختیار کر لی تو پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونک دی جس سے اس میں جان پڑ گئی اس طرح سات دور سے گذار کر ناپاک پانی کے ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ نے اس قدر خوبصورت اور سمجھدار انسان پیدا فرما دیا اس پر انسان کو اللہ کا شکر و احسان ادا کرنا چاہئے اور صرف اسی ایک ذات برحق کی بندگی اختیار کرنا کرنا چاہئے، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ بچہ ایک دور سے دوسرے دور تک چالیس دن

کا وقت لیتا ہے یعنی نطفہ چالیس روز میں خون کا لوتھڑا بنتا ہے اور پھر یہ لوتھڑا چالیس دن کے بعد گوشت بنتا ہے، اسی طرح آخری مرحلہ روح پھونکے جانے تک ایک حالت سے دوسری حالت میں آنے کے لئے چالیس روز لگتے ہیں۔

الغرض مختلف حالتوں کے بعد بچہ دنیا میں آتا ہے اور اپنا مقررہ وقت گذارنے کے بعد اس کو موت آجاتی ہے اور پھر قیامت کے دن تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے گا تاکہ ان کے اعمال کا حساب لے کر اصلی ٹھکانہ جنت یا دوزخ میں بھیجدیا جائے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے — اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے — اور ہم نے آسمان سے مقدار کے

بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کر دینے پر قادر ہیں، پھر ہم نے اس کے ذریعے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً

باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں، اور ان میں سے کھاتے بھی ہو، اور ایک

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ

درخت بھی جو کہ طور سینا میں پیدا ہوتا ہے، جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کے لئے سالن لئے ہوئے، اور تمہارے لئے مواشی

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا

میں غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز کو پینے کو دیدیتے ہیں، اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ان میں سے کھاتے بھی ہو۔ اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں انسان کی پیدائش و موت کا ذکر تھا ان آیات میں چند ان خاص نعمتوں کا ذکر ہے جن کی ضرورت پیدائش و موت کے درمیانی

زندگی میں پڑتی ہے ان میں سب سے زیادہ اہم چیز پانی ہے آسمان سے پانی برسا کر زمین سے ہر قسم کی غذا پیدا فرمائی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام ضروریات کی چیزیں مہیا فرماتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ تمہارے اوپر سات آسمان تہ بہ تہ بنائے، اور دوسری تفسیر طَرَائِق کو راستہ کے معنی میں لے کر یہ کی گئی ہے کہ ہم نے آسمانوں میں راستے بنائے جو فرشتوں کی گذرگاہ ہیں ان راستوں سے فرشتے خدائی احکام لے کر زمین پر آتے ہیں۔

آسمان سے اللہ تعالیٰ نے ایک مناسب مقدار میں پانی برسایا نہ اتنا کم کہ انسانی ضروریات پوری نہ ہو سکیں اور نہ اسقدر زیادہ کہ انسان مصیبت میں پڑجائے کہ پانی کا سیلاب اور طوفان آجائے اور پھر اس پانی کو محفوظ کردیا کہ خراب اور ضائع نہ ہو اور انسان اپنی ضرورت کیمطابق لیتا رہے، چنانچہ بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کرلیتی ہے اور پھر کنوؤں اور نل، پائپ وغیرہ کے ذریعہ انسان تازہ تازہ نکال کر استعمال کرتا رہتا ہے، اللہ کا یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زمین میں پانی کو اتنی گہرائی اور نیچائی میں نہیں پہونچایا جہاں سے نکالنا انسان کے بس سے باہر ہو بلکہ اتنی گہرائی میں رکھا جہاں سے یہ بآسانی نکال سکے اور پھر اس پانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کھجور، انگور وغیرہ مختلف میووں اور پھلوں کے باغ اگائے اور سینا پہاڑ سے ایک ایسا درخت اگایا جس سے ایسا تیل نکلتا ہے جو انسان چراغ میں ملاکر روشنی بھی حاصل کرتا ہے اور بدن پر بھی لگاتا ہے اور اس کو کھانے میں بھی استعمال کرتا ہے یعنی زیتون کا تیل، زیتون کا درخت چونکہ سب سے پہلے سینا پہاڑ پر اگایا اس لئے یہاں خاص طور پر کوہ سینا کا ذکر فرمایا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلا درخت جو زمین پر اگا وہ بھی زیتون ہے، اس کے بعد حیوانات کا ذکر فرمایا کہ جانوروں کے پیٹ میں ہم نے تمہارے لئے دودھ پیدا فرمایا جو نہایت پاکیزہ اور طاقتور غذا ہے اس سے ہماری قدرت پر عبرت حاصل کرو کہ کس طرح جانور کے پیٹ سے جہاں خون بھی ہے غلاظت بھی ہے تم کو صاف و شفاف دودھ عطا کیا اور اس طرح بہت سے جانوروں کا گوشت ہم نے تمہارے لئے حلال کردیا، اور بہت سے جانوروں پر تم سواری کرتے ہو بہت سوں کے ذریعہ وزنی سامان ڈھوتے ہو، چونکہ انسان کشتی کے ذریعہ بھی سواری کرتا اور وزن ڈھوتا ہے اس لئے اس آیت کے اخیر میں کشتی کا ذکر بھی فرمایا کہ تم اس سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔

اے غافل انسان مستی کی نیند سے بیدار ہو اور شکر گذار عبادت شعار ہو اس ذات مقدس کا جس نے یہ بے شمار انعامات و احسانات تجھ پر فرمائے ہیں

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر کر کے بھیجا، سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اور اس کے سوا کوئی

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں۔ پھر کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ پس نوحؑ کی یہ بات سن کر انکی قوم میں جو کافر رئیس تھے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اسکے

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا

کہ تمہاری طرح کا ایک معمولی آدمی ہے اور کچھ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے، اور اللہ کو منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا، ہم نے یہ بات اپنے پہلے

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

بڑوں سے نہیں سنی۔ بس یہ ایک آدمی ہے، جس کو جنون ہو گیا ہے، سو ایک وقت خاص تک اس کا اور انتظار کر لو۔

روحانی تربیت کے لئے انبیاء کو بھیجا گیا

اس سے پہلی آیات میں انسان کے لئے جسمانی ضروریات کی چیزیں پیدا کرنے کا بیان تھا ان آیات سے انسان کی روحانی تربیت اور دینی فلاح کا جو انتظام فرمایا اس کا بیان شروع کیا گیا اور وہ یہ کہ ابتداء دنیا سے وحی و رسالت کا سلسلہ قائم فرما دیا ہے اسی ضمن میں حضرت نوح اور دوسرے انبیا علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تم صرف ایک خدا کی بندگی کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور کیا تم کو اس کا ڈر نہیں کہ اگر اللہ اپنی تمام نعمتیں تم سے چھین لے تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ اس قوم کے کافر سرداروں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا ہم نے ایسی عجیب بات آج تک کبھی نہیں سنی کہ ایک ہماری طرح معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور تمام دیوتاؤں کی پوجا چھڑوا کر ایک خدا کے سامنے جھکوائے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے اس لئے پوری قوم اور اپنے باپ دادا کے خلاف ایسی بات کرتا ہے بس تم اس کی باتوں پر دھیان مت دو اور کچھ دن انتظار کرو شاید اس کا دماغ صحیح ہو جائے اور ہوش آجانے پر یہ صحیح بات کرنے لگے یا پھر اسی حالت میں اس کی موت آجائے۔ (نعوذ باللہ)

ان خبیث سرداروں نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا سنو اگر خدا کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا، یہ معمولی شخص جو ہماری طرح کھاتا پیتا اور سوتا ہے رسول نہیں ہو سکتا ہے بس اس کا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں کہ یہ تمہارا بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا

نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اسکے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے، پس ہم نے ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور

وَوَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ

ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم آپہنچے، اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہو تو ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

مادہ یعنی دو دو عدد اس میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی، باستثنا اسکے جس پر ان میں سے نافذ ہو چکا ہے اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ

مت کرنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے، پھر جسوقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو، تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ

نجات دی، اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو برکت کا اتارنا اتار لو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں، اس میں

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم آزماتے ہیں۔

قصہ حضرت نوحؑ

حضرت نوح علیہ السلام مسلسل ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو ہدایت پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر قوم نے آپ کی بات نہ مانی اور کفر پر جمے رہے تو آپ نے دعا کی اے رب تو میری مدد فرما، اس قوم نے آپ کے احکامات کو ٹھکرایا اور مجھے جھٹلایا ہے لہذا آپ ان کو تباہ کر دیجئے۔ یہ بد دعا بھی آپ نے

اس وقت فرمائی جبکہ اللہ کی طرف سے آپ کو یہ بتلا دیا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اب ان کے علاوہ کوئی ایمان لانیوالا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نوحؑ کی دعا قبول کی اور انکے پاس وحی بھیجی کہ ہماری نگرانی میں آپ ایک کشتی بنائیے اور پھر جب ہمارے عذاب کا وقت قریب آجائے جس کی علامت یہ ہوگی کہ روٹی پکانے کے تنور سے پانی نکلنے لگے، اور تنور کے معنی پوری زمین کے بھی آتے ہیں اس لئے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس کا یہ ترجمہ کیا کہ جب زمین سے پانی ابلنا شروع ہوجائے تو آپ ہر قسم کے جانوروں میں سے جو انسان کے کام آتے ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ کشتی میں سوار کرلیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کرلیں یہاں گھر والوں سے ایمان والے مراد ہیں، چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کافر ہیں ان کی نجات (یعنی کشتی میں سوار) کرنے کے متعلق مجھ سے سوال مت کرنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ اور ہدایت فرمائی کہ جب آپ اور آپ کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائیں تو کہنا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو کافروں سے نجات دی اور جب طوفان ختم ہوجانے کے بعد کشتی سے زمین پر اترنے لگو تو یوں کہنا اے میرے رب مجھ کو زمین پر برکت کے ساتھ اتارنا۔ یعنی ہمیں ہر قسم کا اطمینان وسکون حاصل ہو، اخیر میں ارشاد ہے کہ اس واقعہ میں اہل عقل کے لئے ہماری قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں مثلاً ایمان والوں کو بچالینا، کافروں کو ہلاک کردینا، ایک دم طوفان برپا کردینا اور کشتی کو محفوظ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ:- یہ پورا واقعہ مکمل تفصیل کے ساتھ آسان تفسیر پارہ ۱۲ ص۷۷ میں لکھا جاچکا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۳۱ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا، پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان ہی میں کے تھے، کہ تم لوگ

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۲ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ

اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں، کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں ہو، اور ان کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ

نے خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کیا تھا. اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا. اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو

مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ

تمہاری طرح ایک آدمی ہیں، یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو. اور اگر تم اپنے جیسے ایک

بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا

آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم گھاٹے میں ہو. کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو

اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

نکالے جاؤ گے. بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے، بس زندگی تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا

ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاوینگے، بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم تو

نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے. پیغمبرؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھکو جھٹلایا. ارشاد ہوا کہ یہ لوگ

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ

عنقریب پشیمان ہوں گے، چنانچہ انکو ایک سخت آواز نے موافق وعدۂ برحق کے آپکڑا، پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک (کی طرح پامال)

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾

کر دیا سو خدا کی مار کافر لوگوں پر.

نبی کی نافرمانی کا انجام

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد یا قوم ثمود کا ذکر فرمایا ہے، قوم عاد کیطرف حضرت ہود علیہ السلام کو اور ثمود کیطرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، یہ قومیں مرنے کے بعد زندہ ہونے کی قائل نہ تھیں، اور اپنے نبی کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہو ہم ایسے معمولی آدمی کو اپنا بڑا (نبی) مان لیں اس سے بڑھ کر اور ذلت کیا ہوگی، کہتے تھے کہ ہم اس مہمل بات کو کسی طرح نہیں مان سکتے کہ آدمی مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا یہ سب بیکار کی باتیں ہیں جو ہمارے مشاہدے کے بالکل خلاف ہیں ہم تو اپنی آنکھ سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک آدمی پیدا ہوتا ہے اور مر کر ختم ہو جاتا ہے بس اس سے آگے معاملہ (حساب وکتاب قیامت وغیرہ) کچھ نہیں۔

جب پیغمبر ان سے ناامید ہوگئے تو اللہ سے مدد چاہی اللہ نے فرمایا کہ جلد ہی انہیں ہمارا عذاب آگھیرے گا،

نوٹ:۔ ان دونوں قوموں کے تفصیلی حالات بھی آسان تفسیر پارہ ۸ ص ۳۲ تا ص ۳۷ پر گذر چکے

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا

پھر ان کے بعد ہم نے ان امتوں کو پیدا کیا، کوئی امت اپنی مدت معینہ سے نہ پیشدستی کر سکتی تھی اور

يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے، پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا، جب کبھی کسی امت کے پاس اس امت کا رسول آیا

فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ

انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا، اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں سو خدا کی مار ان لوگوں پر ایمان نہ لاتے تھے،

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلی دلیل دیکر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

بھیجا، سوان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر، چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان

عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

لے آدیں حالانکہ انکی قوم کے لوگ ہمارے زیرِ حکم ہیں غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے۔ اور انکے ہلاک ہونیکے بعد ہم نے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ

موسیٰؑ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ وہ لوگ ہدایت پادیں، اور ہم نے مریم کے بیٹے کو اور انکی ماں کو بڑی نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو ٹھہرنے کی قابل اور شاداب جگہ تھی۔

ع ۱۸ / ۲

تفسیر

پھر ہم نے (قوم عاد یا ثمود) کی ہلاکت کے بعد دوسری امتوں کو پیدا کیا اور جب انھوں نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو بھی مقررہ وقت پر ہلاک کردیا اب ان کے قصے کہانیوں کے سوا کچھ باقی نہیں آج ان کی داستانیں صرف عبرت و نصیحت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کو نبی بنا کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا مگر انہوں نے بھی ان کی بات نہ مانی، اور آپس میں کہنے لگے ہم ان دو آدمیوں (حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ) پر ایمان کیسے لے آئیں جن کی قوم (بنی اسرائیل) ہماری غلامی کر رہی ہے غرضیکہ انہوں نے تکبر کیا اور کفر پر جمے رہے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا ان کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰؑ کو توریت عطا فرمائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ ان کی قوم بنی اسرائیل ہدایت پائے اور اسکے احکامات پر چل کر منزل مقصود یعنی جنت تک پہونچ سکے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی توحید و قدرت پر دلالت کے لئے اور قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عظیم نشانی بنایا کہ بغیر باپ کے حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ کو پیدا فرمایا، اور حضرت عیسیٰؑ نے بچپنے میں بول کر قدرت الٰہی کا

مظاہرہ کیا۔
ایک ظالم بادشاہ ہیرودس نے نجومیوں سے سن کر کہ عیسیٰ کو سرداری (نبوت) ملنے والی ہے لہٰذا کم سنی ہی میں ان کا دشمن ہو گیا اور ان کے قتل کی سازش کرنے لگا۔ حضرت مریم الہام الٰہی سے ان کو لے کر مصر چلی گئیں اور اس ظالم بادشاہ کے مرنے کے بعد پھر ملک شام واپس چلی آئیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان دونوں یعنی حضرت مریم و عیسیٰ کو ایسی بلند جگہ پر پناہ دی جو سرسبز و شاداب تھی اور وہاں غلہ و پھل وغیرہ کی خوب پیداوار تھی،

يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾

جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی، اے پیغمبر و تم نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ

اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو، سو ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریق الگ

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا

الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا، ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے سو آپ ان کو ان کی جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے

نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾

کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم انکو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں، تو ہم انکو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے

حلال غذا کی اہمیت

تمام پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا خاص طور پر حکم فرمایا ہے۔ اول یہ کہ کھانا حلال اور پاکیزہ کھاؤ، دوم یہ کہ نیک اور صالح اعمال کرو۔ پیغمبروں کو مخاطب کر کے امتوں کو یہ حکم سنایا گیا ہے۔

علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ ان دونوں حکموں کو ایک ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا حرام ہوتی ہے تو نیک اعمال کا ارادہ کرنے کے باوجود

بھی اس میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ جس شخص کا کھانا، پینا، لباس، حرام کا ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا اور انکی امتوں کو اصول اور عقائد کے مسائل میں ایک ہی دین اور طریقہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ صرف میری عبادت و بندگی کرو اور میری نافرمانی سے ڈرتے رہو، مگر لوگوں نے بنیادی عقائد میں اختلاف کرکے یعنی شرک وغیرہ اختیار کرکے اپنا دین و مذہب الگ بنا لیا اور ہر فریق اپنے اس طریق پر مگن اور خوش ہے، کسی طرح اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں خواہ انہیں آپ کتنی ہی نصیحت کریں بس آپ ان کی حالت پر غمگین نہ ہوں اور ان کی موت کے وقت ان کو غفلت و جہالت کے نشے میں ڈوبا رہنے دیجئے اس کے بعد حقیقت کھل کر ان کے سامنے آجائے گی۔

اور ان کا یہ سوچنا بھی بالکل غلط ہے کہ ہمیں خوب مال و دولت اور اولاد عطا کی گئی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم صحیح مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں اور ہمارا رب ہم سے خوش ہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ یہ ہماری طرف سے ان کو ڈھیل دی جارہی ہے جب ان کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا تو ہم ان پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں، اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل ان سے خوفزدہ ہوتے ہیں

اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ

کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں، یہ لوگ اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ انکی طرف دوڑ رہے ہیں، اور ہم کسی کو

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے، اور ہمارے پاس ایک دفتر جو ٹھیک ٹھیک (سب کا حال) بتا دیگا اور لوگوں پر ظلم نہ ہوگا

اچھے لوگوں کی صفات

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ وہ اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے فرمان پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ دیتے ہیں اس کو دینے کے بعد ان کے دل خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا یہ صدقہ قبول نہ ہوا ہو۔ اور جب ہم اللہ کی بارگاہ میں جائیں ہم سے مواخذہ ہونے لگے، حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنے ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے اتنے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں میں صفات مذکورہ ہیں وہ اپنے فائدے یعنی نیکی اور بھلائی کیطرف تیزی سے دوڑ رہے ہیں، اور ان کے ان اعمال کا بدلہ ہمارے یہاں یقینی ہے کیونکہ ان کے یہ اعمال ہمارے یہاں ان کے نامہ اعمال میں بالکل محفوظ ہیں جن کا انھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ہمارے یہاں لوگوں پر ظلم نہ ہوگا کہ کسی کی نیکی کو ضائع کردیں یا اس کا اجرو ثواب کم کردیں یا بلاوجہ کسی کا بوجھ اس کے اوپر ڈالدیں، بس پورے انصاف کے ساتھ ہم ہر ایک کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیں گے ان آیات میں انسان کو رغبت دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مذکورہ چار اعمال کچھ مشکل نہیں کہ انسان نہ کرسکے بلکہ بالکل ہلکے پھلکے اور آسان ہیں ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے، اور فرماتے ہیں کہ ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

بلکہ ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا

یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اٹھیں گے۔ اب مت چلاؤ۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق

لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

مدد نہ ہوگی، میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے، تکبر کرتے ہوئے

مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے ہوئے

کافرین کی حالت

پچھلی آیات میں مومنین کے حالات وصفات بیان کئے گئے تھے ان آیات میں کافرین کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ ان کے دل کفروشرک کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمیشہ بڑے بڑے اور خبیث کام کرتے رہتے ہیں اور اپنی اس حالت پر خوش ہیں مگر جب ان کے خوشحال اور دولت مند لوگ جن کو اپنی دولت پر گھمنڈ تھا اللہ کی گرفت میں آئیں گے تو چلاّ پڑیں گے اللہ کے عذاب سے اپنی حفاظت نہ کرسکیں گے، غریب غربا تو کس درجہ میں وہ تو اپنے کو عذاب سے کس طرح بچا سکتے ہیں۔ غرضیکہ جب یہ چلائیں گے اور کہیں گے ہمیں اس آفت سے بچاؤ مگر وہاں بچانے والا کوئی نہ ہوگا، اس عذاب کا ایک نمونہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو دنیا ہی میں دکھا دیا، جب جنگ بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار قید ہوئے اور مارے گئے ان کو اس آفت سے نہ انکی دولت بچا سکی اور نہ ان کا گروہ جس پر ان کو گھمنڈ تھا۔

یہ سزا ان کو اس لئے دی گئی کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتی تھیں تو یہ الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے اور قرآن کی شان میں بیہودہ باتیں بکتے تھے، کوئی کہتا کہ یہ جادو کی کتاب ہے کوئی کہتا شعروشاعری کی۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ

توکیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی، یا یہ لوگ

يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ

اپنے رسول سے واقف نہ تھے، اس وجہ سے ان کے منکر ہیں، یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں بلکہ ان کی تکذیب کی

بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۝

اصلی وجہ یہ ہے کہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لیکر آئے ہیں اور انہیں اکثر حق بات سے نفرت رکھتے ہیں۔

مشرکین کے ایمان نہ لانیکی وجہ

ان آیات میں مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نہ تو قرآن کی آیتوں کو دھیان سے سنتے ہیں اور نہ ہی ان کے معانی و مطالب میں غور کرتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی نئی چیز نہیں آئی جس کو ایمان نہ لانیکا بہانہ بنائیں بلکہ انھیں دین کی وہی باتیں اور نصیحتیں پیش کی گئیں جو ان کے بڑوں کو حضرت ابراہیم و اسمعیلؑ پیش کر چکے تھے یعنی توحید و رسالت۔

اور یہ اس کو بھی ایمان نہ لانے کا بہانہ نہیں بنا سکتے کہ رسول انکا جانا پہنچانا نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے شہر میں پیدا ہوئے انہی کے خاندان کے ایک فرد ہیں، آپ کا بچپن و جوانی ان کے سامنے گذرا تمام مشرکین آپ کی شرافت، حسن اخلاق، امانت و صداقت، ایفاء وعدہ وغیرہ کے مکمل طور پر قائل تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ آپ بلا کسی سے تعلیم حاصل کئے علم کی کمال بلندی کو پہونچے ہوئے ہیں۔

اور یہ اس کو بھی بہانہ نہیں بنا سکتے کہ آپ دیوانہ و مجنوں ہیں کیونکہ مشرکین عرب بخوبی جانتے اور مانتے تھے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے دانشور و مدبّر ہیں۔ اور گہری فکر و نظر کے مالک ہیں اگرچہ کبھی کبھی عداوت و دشمنی میں آپ کو مجنوں کہہ دیا کرتے تھے، غرضیکہ وہ آپ کے لائے ہوئے دین کو حق اور سچ بھی جانتے تھے اور آپ کی شرافت و صداقت اور دانشمندی کے بھی قائل تھے بس ایمان آپ پر صرف اس لئے نہیں لاتے تھے کہ ان میں سے اکثر کو حق سے نفرت تھی کیونکہ یہ خواہشات کے پرستار اور جاہلانہ رسم و رواج کے پابند ہو چکے تھے ان کو چھوڑ کر حق بات قبول کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے تھے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ

اور اگر دین حق ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے

اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ

بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں، یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو

رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾

آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے، اور آپ تو ان کو سیدھے رستے کی طرف بلا رہے ہیں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس رستہ سے ہٹتے جاتے ہیں۔

مشرکین کی خواہش

مشرکین دین حق کا اتباع تو کیا کرتے الٹا یہ چاہنے لگے کہ یہ دین بھی ہمارے خیالات کے تابع ہو جائے قرآن میں جو مضامین ہمارے خیالات کے خلاف ہیں ان کو اس سے نکال دیا جائے یا ان میں ترمیم کر دی جائے۔

ان آیات میں فرمایا گیا کہ اگر بغرض محال دین حق ان کے خیالات کے تابع اور موافق ہو جاتا تو تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں آباد ہے سب تباہ ہو جاتے کیونکہ دین ان کے خیالات کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پورے عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا جس سے اللہ کا غضب جوش میں آجاتا اور پھر پورا عالم تباہ و برباد ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے مشرکین مکہ کے لئے کچھ نفع کی باتیں اور نصیحتیں بھیجیں (یعنی قرآن کریم) وہ ان سے یہ سوچ کر منہ پھیر بیٹھے کہ محمد عربی ہم سے اس کا معاوضہ وصول کریں گے حالانکہ آپ دعوت و تبلیغ اور نصیحت و خیر خواہی کر کے ان سے کسی معاوضہ کے طلبگار نہ تھے کیونکہ خدائے بالا و برتر نے جو دارین کی دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے ہزار ہا گنا بہتر ہے، اور جس راستہ کیطرف آپ ان کو بلا رہے ہیں وہ بالکل سیدھا اور صاف ہے جس کو ہر سیدھی اور صحیح عقل والا آسانی سمجھ سکتا ہے، اس راستہ کو وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو مرنے کے بعد کی زندگی اور سزا و جزا کو مانتے ہوں

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

اور اگر ہم ان پر مہربانی فرما دیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر دیں تو وہ لوگ اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں، اور

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے، سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے پورے طور سے فروتنی کی۔ اور نہ عاجزی اختیار کی، یہاں تک کہ ہم

بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ؑ

جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے۔

ع ۲۷ / ۴

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ان مشرکین کا یہ حال ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت و آفت آتی ہے تو یہ گھبرا جاتے ہیں اور جب ہم ان کی مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں تو یہ پھر سرکشی اور نافرمانی پر اتر آتے ہیں اور جو قول و قرار مصیبت میں انہوں نے کئے تھے وہ سب بھلا دیتے ہیں، چنانچہ بعض اوقات ہم نے ان کو عذاب و مصیبت میں مبتلا کیا اور پھر اپنے نبی کے دعا کرنے پر ان کو اس مصیبت سے نجات دیدی مگر نجات پانے کے بعد بھی یہ ہمارے سامنے نہیں جھکے، اور برابر کفر و شرک پر جمے رہے

واقعۂ شان نزول

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ الخ اس آیت میں ایک واقعہ کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہی اس کا شان نزول بھی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کفار و مشرکین نے مسلمانوں پر زبردست ظلم و ستم کئے ان سنگین حالات سے مجبور ہو کر آپ نے مشرکین مکہ کے لئے قحط کی بد دعا فرمائی (نہیں تو آپ دشمنوں کے لئے بھی بد دعا نہیں فرماتے تھے) بہر حال آپ کی بد دعا فوراً قبول ہوئی اور ان پر ایسا زبردست قحط مسلط کیا گیا کہ یہ لوگ مردار جانور، کتے، ہڈیاں، خون، اون وغیرہ کھانے پر مجبور ہو گئے، یہ دیکھ کر ابوسفیان حضور کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کو اللہ کا اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں پورے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں آپ نے فرمایا بے شک کہا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے ابوسفیان نے کہا کہ آپ نے اپنی قوم کے بڑوں کو تو جنگ بدر میں تلوار سے قتل کر دیا اور

جو باقی بچے ہیں ان کو بھوک سے قتل کر رہے ہیں (آپ ہم پر رحم فرمائیے) اور اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ قحط ہم سے ہٹ جائے، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی قحط اسی وقت ختم ہو گیا۔
ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ کفار و مشرکین اس وقت حیرت زدہ رہ جائیں گے جب ان پر سخت عذاب بھیجا جائے گا خواہ دنیا میں قہر خداوندی کی بجلیاں ان پر لوٹ پڑیں، نہیں تو آخرت میں لازمی طور پر یہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے،

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَهُوَ

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو، اور وہ

الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے، اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے

وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ

اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا، سو کیا تم نہیں سمجھتے، بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر)

الْاَوَّلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا

لوگ کہتے چلے آئے، یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جاویں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاوینگے، اس کا

نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ

تو ہم سے اور پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے، یہ کچھ نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں، آپ کہہ دیجئے

وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ

کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تمکو کچھ خبر ہے، وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے، آپ یہ بھی

رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (۸۶) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا

کہئے کہ ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے، وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے آپ کہئے

تَتَّقُوْنَ (۸۷) قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے، آپ یہ بھی کہئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے، اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ

تَعْلَمُوْنَ (۸۸) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (۸۹) بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ

میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں، آپ کہئے کہ پھر تمکو کیسا خبط ہو رہا ہے، بلکہ ہم

لَكٰذِبُوْنَ (۹۰)

نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

احسانِ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو کان، آنکھ اور دل مرحمت فرمایا۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اپنے محسن و منعم اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے اور اس کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اس کی قدرت کے کرشمے آنکھوں سے دیکھ کر کانوں سے سن کر اور دل سے غور و فکر کر کے اس کی قدرت کاملہ کا قائل ہو جائے اور پھر صرف اسی کی عبادت و بندگی کرے مگر اکثر آدمی زیادہ تر ان قوتوں کو صحیح استعمال نہیں کرتے۔

اللہ کی قدرت دیکھئے کہ اس نے تم کو زمین میں ہر جگہ پھیلایا اور پھر قیامت کے روز تم سب کو ایک جگہ جمع فرمائے گا اور وہی تم کو پیدا کرتا اور مارتا ہے اور وہی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے، بس ذرا عقل پر زور دے کر سوچو جو ذات مردہ کو زندہ اور اندھیرے کو اجالے میں بدل دیتی ہے اس کے لئے تم کو دوبارہ زندہ کر کے جمع کرنا کچھ مشکل نہیں، افسوس کافرین نے اس واضح حقیقت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ یہی بات ہمارے بڑوں کو بھی کہی گئی تھی لیکن آج تک ہم نے مٹی کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے ہوئے نہیں دیکھا جو ایک دفع مر گیا تو مر گیا، مر کر دوبارہ زندہ ہونا یہ صرف ایک پرانی کہانی ہے

جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ الخ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کافرین سے پوچھئے کہ یہ زمین اور جو کچھ اس پر آباد ہے اس کا مالک کون ہے؟ اور آسمانوں اور عرش کا مالک کون ہے؟ آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ وہ کونسی ذات ہے جس کے قبضہ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے عذاب و مصیبت سے بچالیتا ہے اور کوئی دوسرا ایسا نہیں جو اس کے مقابلہ میں کسی کو عذاب و تکلیف سے بچا سکے یقیناً وہ ان سب سوالوں کے جواب میں یہی کہیں گے کہ وہ ذات قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی ہے جب وہ یہ جواب دیں تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہیے پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے، یعنی جب تم ان باتوں کا اقرار کرتے ہو تو پھر کس فریب میں پڑ کر حق و ہدایت سے دور بھاگ رہے ہو، اخیر میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو بات ہم نے ان کو بتلائی کہ دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے پاس آنا ہے وہی سچ اور حق ہے اور جو کچھ یہ کافرین اور منکرین کہہ رہے ہیں وہ بالکل جھوٹ اور فریب ہے،

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا

اللہ نے کسی کو اولاد نہیں قرار دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا

خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اسکی نسبت بیان کرتے ہیں، جاننے والا ہے سب پوشیدہ

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۱۵ / ۵

اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر ہے۔

اللہ کا کوئی ساجھی نہیں

ان آیات میں ان لوگوں کے عقیدہ کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے اولاد ثابت کرتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہیں ارشاد ہے کہ اللہ کی ذات اولاد و شریک سے پاک و منزہ ہے نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی شریک، ذرا عقل پر زور دے کر سوچو اگر اللہ کا کوئی شریک و ساجھی ہوتا تو عالم کا نظام

صحیح کبھی نہیں چل سکتا اس میں ضرور بگاڑ آجاتا کہ ایک ساجھی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر اپنی طاقت بنا کر اپنے ساجھی پر حملہ کر دیتا اور اس طرح عالم کا نظام درہم برہم ہو جاتا مگر آج تک ایسا نہیں ہوا جس وقت سے دنیا قائم ہوئی ہے اس وقت سے آج تک اس کا نظام بالکل صحیح چل رہا ہے اور آخر تک صحیح چلتا رہے گا،

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھا دیں تو اے میرے رب مجھ کو ظالم لوگوں میں

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۔

شامل نہ کیجئے، اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں، آپ انکی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝

بہت ہی اچھا ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو جو کچھ یہ کہا کرتے ہیں اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپکی پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝

اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں۔

عذاب الٰہی سے پناہ

قرآن کریم نے مختلف جگہوں پر کافرین و مشرکین کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے کہ تم جو اللہ کی شان میں کفر و شرک اور گستاخیاں کرتے ہو تو یاد رکھو جلد ہی تم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ الٰہی اگر ان پر عذاب میری موجودگی میں آئے تو اپنے عذاب سے بچا لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عذاب الٰہی سے محفوظ رہنا یقینی ہے بس یہ ہدایت آپ کو مخاطب کر کے آپ کی امت کو کی گئی کہ تم عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے رہنا آگے فرمایا کہ ہم کو اس پر پوری قدرت ہے کہ ہم آپ کے سامنے ہی ان پر اپنا عذاب نازل کر دیں، چنانچہ اہل مکہ پر قحط کا عذاب پھر جنگ بدر

یں مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہونے کا عذاب آپ کے سامنے ہی ان پر آچکا تھا، بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ امت پر آپ کی برکت سے عام عذاب نہیں آئے گا مگر خاص حالات میں خاص خاص لوگوں پر آپ کی موجودگی میں عذاب آجانا اس کے منافی نہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ الخ اس آیت میں حضور علیہ السلام کو بلند اخلاق کی تعلیم دی گئی کہ کافرین آپ کی شان میں گستاخی کرتے اور آپ کو ستاتے ہیں تو اس پر آپ صبر کیجئے اس کا بدلہ ان سے ہم لے لیں گے ہم ان کی حرکتوں سے خوب واقف ہیں، آپ ان کی گستاخی کا بدلہ حسن اخلاق سے دیجئے ان کے ظلم وستم کا جواب عدل وانصاف سے دیجئے انکی بے رحمی کا بدلہ رحم سے دیجئے۔

اس سے پتہ چلا کہ دعوت وتبلیغ میں انسان کو بلند اخلاق سے کام لینا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھے اخلاق دیکھ کر لوگ آپ کی طرف کھنچیں گے اور پھر دعوت واصلاح کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ آپ شیطان کے مکروفریب اور وسوسوں سے ہماری پناہ مانگئے اور دعا کیجئے اے اللہ کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ وہ مجھ پر اپنا حملہ کر سکے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارے ہر کام میں اور ہر حال میں تمہارے پاس آتا ہے اور گناہوں کا وسوسہ دل میں ڈالتا رہتا ہے، لہذا اس دعا کے ذریعہ اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آکھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں

تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ

اس میں نیک کام کروں ہرگز نہیں یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے، اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک پھر جب

يُبْعَثُوْنَ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

قیامت میں صور پھونکا جاوے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

کافرین کی بے جا تمنا

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ کافرین اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئیے یہاں تک کہ ان کو موت آ گھیرتی ہے اور ان کو دونوں ٹھکانے دکھائی دینے لگتے ہیں کہ اگر ایمان لاتا تو جنت کا یہ ٹھکانہ مجھ کو ملتا اور ایمان نہیں لایا اس لئے دوزخ کے اندر تیرا یہ ٹھکانہ ہے، یہ منظر دیکھ کر کافر کہتا ہے کہ اے رب مجھے اسی دنیا میں پھر سے واپس بھیجدیا جائے جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اور اب وعدہ کرتا ہوں کہ وہاں جاکر خوب نیک کام کروں گا مگر اس کی یہ تمنا فضول ہے کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آیا، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہمارا عذاب دیکھ کر حسرت وافسوس کے عالم میں آج یہ ایسی تمنا کررہا ہے جو کبھی پوری نہ ہوگی، کیونکہ عالم برزخ میں پہونچ کر کوئی واپس نہیں آتا، دنیا میں جب ہمارے پیغمبروں نے اس کو سمجھایا اس وقت اس کی آنکھ نہ کھلی، اب تو اس کا انجام بس ہمارے عذاب میں مبتلا میں ہونا ہے

فَاِذَا نُفِخَ الآیۃ، پھر جب قیامت کے روز صور پھونکا جائے گا تو سارے مردے زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے اور سب کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا تو ہر ایک پر ہیبت طاری ہوگی اور ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، وہاں دنیوی تمام رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے، ہر انسان اپنے بھائی سے ماں باپ سے، بہن بھائی سے، بیوی بچوں سے دور بھاگے گا کسی کو کسی سے کوئی ہمدردی نہ ہوگی، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، مگر یہ حال کافرین کا ہوگا جیسا کہ اوپر سے کافرین ہی کا بیان ہورہا ہے، مومنین کی یہ حالت ہوگی کہ ان کے وہ بچے جو نابالغ مرچکے تھے وہ جنت کا پانی لئے ہوئے والدین کو تلاش کریں گے لوگ ان سے پانی مانگیں گے تو یہ جواب دیں گے کہ یہ پانی اپنے ماں باپ کو پلائیں گے۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتہ کے علاوہ تمام رشتہ منقطع ہو جائیں گے، یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی رضؓ سے نکاح کیا (تاکہ آپ سے دامادی رشتہ قائم ہوجائے) علماء نے لکھا ہے کہ حضور کے نسبی رشتہ میں پوری امت داخل ہے، کیونکہ حضور علیہ السلام پوری امت کے باپ ہیں اور آپ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔

ایک تعارض کا حل

قرآن کریم میں یہاں تو فرمایا گیا ہے، "وَلَا یَتَسَآءَلُوْنَ"، یعنی قیامت میں ایک دوسرے کی بات نہیں پوچھیں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ، یعنی قیامت میں لوگ ایک دوسرے کے حالات پوچھیں گے۔ بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض نظر آرہا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

قیامت میں مختلف حالتیں ہوں گی کسی مقام پر اس قدر خوف و دہشت اور ہیبت طاری ہوگی کہ کوئی کسی سے کچھ نہ پوچھ سکے گا، اور کبھی کسی مقام پر خوف و دہشت میں کچھ کمی آئے گی تو آپس میں ایک دوسرے کے حالات دریافت کریں گے، حاصل یہ کہ جو بدحالی کافرین پر چھائی ہوئی ہوگی وہ حالت مسلمانوں کی نہیں ہوگی بلکہ یہ ایک دوسرے سے ملیں گے بھی اور کام بھی آئیں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ

سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے

فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ

جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ

(اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور اس میں انکے منہ بگڑے ہوں گے، کیوں کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ

انکو جھٹلایا کرتے تھے، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا اور (بیشک) ہم گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے

اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

رب ہم کو اس سے نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں، ارشاد ہوگا کہ اسی جہنم میں راندے ہوئے پڑے

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ

رہو اور مجھ سے بات مت کرو، میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے

خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ

اور ہم پر رحمت فرمائیے اور آپ سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالے ہیں، سو تم نے انکا مذاق مقرر کیا تھا، یہاں تک کہ مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی

تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

بھلادی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے، میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب ہوئے۔

میزانِ عدل

مرنے کے بعد جو چیز کام آئیگی وہ ایمان واعمال صالحہ ہیں اور ان کو تولنے کے لئے اللہ تعالیٰ ترازو قائم کریں گے جورائی کے دانہ کے برابر فرق کو بھی ظاہر کردے گی، جس شخص کے ایمان اور نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ فلاح (کامیابی) اور نجات پانے والا ہوگا اور جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا، اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا وہ خسارہ والا ہوگا، ہمیشہ جہنم میں پڑا رہے گا۔

اس آیت میں مقابلہ کامل مومنین اور کفار کا کیا گیا ہے اور انہی دونوں کے انجام کو ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مستحق جنت دوسرا مستحق جہنم، قرآن کریم کی اس آیت ۔ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ۔ میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جن کے اعمال کچھ اچھے ہوں گے کچھ برے، انہی لوگوں کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز ان لوگوں کے اعمال کا حساب اس طرح ہوگا کہ جس شخص کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بڑھ جائیں گی خواہ ایک ہی نیکی سے بڑھے وہ جنت میں جائیگا، اور جس شخص کے گناہ نیکیوں سے بڑھ جائیں گے خواہ ایک ہی گناہ بڑھے وہ جہنم میں جائے گا اور اپنے گناہوں کی سزا پاکر بالآخر اس کے لئے بھی جنت میں جانے کا حکم ہوجائے گا، اور جس شخص کی نیکیاں اور گناہ بالکل برابر ہوں گے ان کو اعراف (یہ جنت وجہنم کے درمیان ایک مقام ہے) میں رکھا جائے گا، کچھ مدت کے بعد اس کو بھی جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔

کافرین کو جب ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ گھبرا جائیں گے اور اپنے جرم کا اقرار کریں گے، اے ہمارے رب واقعی ہم خطا کار اور گمراہ تھے اے ہمارے رب آپ ہمیں جہنم سے نکال کر دوبارہ دنیا میں بھیج دے، ہم پوری زندگی تیری فرمانبرداری کریں گے اگر اس مرتبہ بھی گمراہی اختیار کی تو جو چاہے سزا دینا، حق تعالیٰ فرمائیں گے اب تو جہنم میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو مجھ سے بات بھی مت کرو ذرا یاد کرو دنیا میں ایک گروہ وہ بھی تھا، جو میری فرمانبرداری کرتا اور مجھ سے اپنی بخشش ورحم کا طلبگار رہتا تھا تم اس گروہ کی مذاق اڑاتے تھے، دیکھ لو آج وہی کامیاب اور خوش ہیں، جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ

ارشاد ہوگا (کہ اچھا یہ بتلاؤ) تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے، وہ جواب دیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہونگے

الْعَادِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا

سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے، ارشاد ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے لیکن کیا خوب ہوتا کہ تم سمجھتے ہوتے، ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ

تم کو یونہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے، اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس

اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس پر اسکے پاس

بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ

کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اسی کے رب کے ہاں ہوگا۔ یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔ اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے

وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ع ۶

رب معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔

تفسیر

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں سے فرمائیگا یہ بتاؤ تم دنیا میں کتنے سال رہے، یہ قیامت کے ہولناک مناظر سے گھبرائے ہوئے ہوں گے، اور ہوش وحواس کھو چکے ہوں گے، لہٰذا اس پریشانی کے عالم میں جواب دیں گے ہمارا خیال ہے کہ ہم صرف ایک دن یا اس سے بھی کم وقت رہے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں صحیح یاد ہی نہیں، لہٰذا آپ ان فرشتوں سے دریافت فرمالیجئے جو ہمارے اعمال لکھا کرتے تھے ان کو ضرور صحیح یاد ہوگا۔

حق تعالیٰ فرمائیگا تمہارے جواب سے اتنا تو ضرور معلوم ہوگیا کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہ کر آئے ہو، کیا ہی اچھا تھا اگر یہ بات تم دنیا ہی میں ذہن نشین کر لیتے کہ ہمیں دنیا میں کچھ مدت

رہنا ہے اصل ٹھکانہ تو آخرت کا ہے اور پھر دنیا کے مزے کی فکر نہ کر کے آخرت کی تیاری کرتے مگر تم نے ایسا نہیں کیا لہذا اب یہاں ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہو۔
بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے تم مسافر یا راہ گیر ہو۔
افحسبتم الخ کافرین کو بطور ڈانٹ کے فرمایا جارہا ہے کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار کھیل تماشہ کے لئے پیدا کر دیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے، تمہارا یہ خیال غلط نکلا اور تم کو آخر کار ہمارے پاس آنا پڑا، اور جو زندگی تم ہماری اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے کھیل کود میں گنوا کے آئے ہو آج اس کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کی آگ میں پڑے جلتے رہو، بس اے لوگو یاد رکھو اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی بندگی کریں، بلاشک وشبہ اللہ ہی حقیقی بادشاہ ہے، اور ہر ہر چیز کا مالک اور ہر ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے بس ایسی زبرست قدرت سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگتے رہنا چاہئے اور اس سے رحم کی بھیک مانگتے رہنا چاہئے بلاشبہ وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، بحمد سبحانہ وتعالی سورۃ المومنون کی تفسیر مکمل ہوئی۔

(۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) — آیاتہا ۶۴ — رکوعاتہا ۹

سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اس کو ہم نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

سورۂ نور کی اہمیت

اس سورت میں خاص طور پر پاکدامنی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اسی سلسلہ میں زنا کی برائی اور اس کی سنگین سزا کا بیان کیا گیا ہے، اس سورت کا سب سے اہم حصہ وہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے

جھوٹی تہمت لگائی تھی اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی کا پُرزور الفاظ میں اعلان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اس انداز سے شروع فرمایا جس سے اس سورت کے آنے والے مضامین کی اہمیت پورے طور پر واضح فرمائی گئی ہے ارشاد ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا، خاص طور پر اپنی طرف منسوب فرما کر اس کی اہمیت بڑھائی ہے، نہیں تو تمام ہی سورتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، اور فرمایا کہ اس سورت میں ایسے احکامات ہیں جن کی اطاعت کرنا لوگوں پر ضروری ہے اور اس کی آیتیں ایسی واضح ہیں جن کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں، بس اے لوگو اس سورت کے مضامین کو خوب سمجھو عمل کرو اور اچھی طرح عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنیوالا مرد سو ان میں ہر ایک کے سو دُرّے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور دونوں کی سزا کے وقت

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔

زنا کاری کی سزا

اس آیت میں زنا و بدکاری کرنے والی عورت و مرد کی یہ سزا بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں کو سَو سَو کوڑے مارے جائیں اور مارنے والے کو ہدایت ہے کہ ان مجرموں کو کوڑے مارنے میں تمہیں رحم نہیں آنا چاہئے کہ ترس کھا کر چھوڑ دو یا کم از کم سزا دو ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ جو سزا اللہ نے مقرر کی ہے وہ پوری پوری دینی چاہئے اور سزا دیتے وقت اس کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ لوگوں کے مجمع میں کوڑے مارے جائیں تاکہ ذلت و رسوائی اٹھا کر انہیں بھی پوری پوری سزا مل جائے اور دیکھنے والوں کو بھی عبرت حاصل ہو اور پھر کوئی اس سنگین جرم کے لئے قدم اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو۔

مسئلہ:- یہ سزا ان بدکاروں کی ہے جو غیر شادی شدہ ہوں اور اگر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا سنگسار ہے کہ ان پر پتھراؤ کر کے مار ڈالا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی زنا کرتا ہے تو زمین رو کر کہتی ہے اے رب مجھے اختیار دے کہ میں ان بدکاروں کو نگل جاؤں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذرا صبر کر یہ دونوں تیرے ہی اندر آنے والے ہیں اس وقت ان سے نمٹ لینا، ایک اور روایت میں ہے کہ زناکار کے مرنے کے بعد اس کی قبر میں دوزخ کے ساتوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ان دروازوں سے آکر اس کو سانپ اور بچھو ڈستے رہتے ہیں۔ (اللّٰھم احفظنا)

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ۫ وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے

وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور یہ مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے۔

تفسیر

زنا ایسی گندی چیز ہے کہ اس سے انسان کا مزاج ہی بگڑ جاتا ہے جس مرد یا عورت کو زنا کی بری عادت پڑ جاتی ہے ان سے نکاح کرنا وہی پسند کرینگے جو اس گندی خصلت کا شکار ہوں، الغرض جو مرد و عورت بدکاری کے عادی ہوں وہ اس لائق نہیں کہ ان کا نکاح کسی پاکباز مرد یا عورت سے کیا جائے بلکہ وہ تو اس کے مستحق ہیں کہ بدکار مسلمان کا نکاح بدکار مسلمان سے کیا جائے بلکہ مشرک اور مشرکہ سے۔ بہرحال ان کی حرکت کا تقاضہ تو یہی تھا مگر شریعت نے کچھ مصالح کی وجہ سے بدکار مسلمان کا نکاح مشرک اور مشرکہ سے جائز نہیں رکھا۔

بدکار مرد و عورت اپنی بدکاری پر قائم رہتے ہوئے اگر پاکباز مرد و عورت سے نکاح کریں تو وہ ناجائز اور گناہ کا کام ہے، ہاں اگر یہ اپنی بدکاری سے سچی توبہ کر لیں تو پھر پاکباز مسلمان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں (حاصل بیان معارف فوائد درس وغیرہ)

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا

اسی درّے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی قبول مت کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں لیکن جو

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لوگ اس تہمت لگانے کے بعد خدا کے سامنے توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں، سو اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت والا رحمت کرنے والا ہے۔

زنا کی تہمت لگانے کی سزا

اس سے پہلے زنا کی برائی اور اس کی سزا کا بیان کیا گیا تھا، اس آیت میں پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا کا بیان ہے، کوئی شخص کسی عورت یا مرد پر زنا کا الزام لگائے اور پھر اس کو چار ایسے گواہوں سے جن کی گواہی شریعت تسلیم کرتی ہے ثابت نہ کرسکے تو اس کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے گواہی دینے کا حق اس سے چھین لیا جائیگا وہ اب کسی کے معاملہ میں کسی بھی قسم کی گواہی نہیں دے سکے گا، یہ دو سزائیں (۱ اسّی کوڑے ۲ گواہی قبول نہ ہونا) تو دنیا میں ہوئیں ان کے علاوہ آخرت میں بھی اس کو سزا ملے گی ہاں اگر یہ اللہ سے سچی توبہ کرلیں اور جس پر تہمت لگائی ہے اس سے معافی چاہ لیں تو آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اور جو لوگ اپنی بی بیونکو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ان کی شہادت یہی ہے کہ

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ ۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ

چار بار اللہ کی قسم کھاکر یہ کہدے کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت

عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ

ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھاکر کہے کہ

شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ

بے شک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر

كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

یہ سچا ہو، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے

حَكِيْمٌ ۝

والا حکمت والا ہے،

ع

اپنی بیوی پر تہمت لگانے کی سزا

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کاری کا الزام لگائے تو اس سے بھی عام قانون کے مطابق چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر اس نے چار گواہ پیش کر دیئے تو عورت کو سنگساری کی سزا دے کر ختم کر دیا جائے گا، اور اگر شوہر چار گواہ پیش نہ کر سکا تو اس سے کہا جائے گا کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں یعنی میں نے اپنی بیوی پر جو زنا کا الزام لگایا ہے وہ سچ ہے غلط نہیں۔ اور پانچویں مرتبہ یوں کہے اگر میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو۔ اگر شوہر یہ الفاظ کہنے سے منع کرے تو اس کو قید کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ یہ الفاظ نہ کہے یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار نہ کرے اگر اس نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس کو تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے مارے جائیں گے اور اگر ان قسموں کو کھا لیا اور اپنے اوپر خدا کی لعنت کر لی تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، پھر اسی طرح عورت سے چار مرتبہ یہی کلمات قسمیں کھا کر کہنے کو اور پانچویں مرتبہ اپنے اوپر لعنت بھیجنے کو کہا جائے گا۔ اگر عورت کہنے سے انکار کرے تو اس کو بھی قید کر لیا جائے گا جب تک وہ ان الفاظ کو نہ کہہ لے یا شوہر کی بات کی تصدیق کر کے اپنے جرم کا اقرار کرے اگر اس نے اقرار کر لیا تو اس کو سنگسار کر دیا جائے گا، اور اگر وہ قسمیں کھا لیں اور اپنے اوپر خدا کی لعنت دھتکار بھیج لی، تو پھر میاں بیوی کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، دنیا میں دونوں کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی، اور اب یہ دونوں ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئے شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو طلاق دیدے اگر طلاق وہ نہ دے تو پھر قاضی دونوں کے اندر جدائی کر دے، جو طلاق کے حکم میں ہوگی۔

اللہ کی شانِ کریمی کے قربان جائیں کہ اس نے میاں بیوی کی تہمت کے مسئلہ کو عام قانونِ تہمت سے جدا رکھا، کیونکہ عام آدمی تو چار گواہ مل جانے پر تہمت لگائے گا نہیں تو خاموش رہے گا مگر شوہر کے لئے یہ معاملہ بڑا سنگین تھا کہ اپنی آنکھ سے پورا منظر دیکھنے کے بعد خاموش رہ کر زندگی بھر خون کے گھونٹ کس طرح پیئے اور اگر معاملہ کو ظاہر کرے تو پھر چار گواہ کہاں سے لائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کا قانون الگ بنا کر ان پر بڑا احسان فرمایا کہ قسمیں کھا کر اور لعنت بھیج کر سزا سے بچ جائیں اور عمر بھر کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور جو واقعی خطا کار ہے وہ بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر اپنی بخشش کرا کر آخرت کی سزا سے بچ جائے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ

توتم بڑی مصیبتوں میں پڑ جاتے جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک گروہ ہے، تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو

لَّكُمۡ ؕ لِكُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ

تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا، اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ

لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱﴾

لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

تفسیر

اس سے پہلے پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا کا بیان تھا ۵ھ میں بعض منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اس طرح کی تہمت لگائی تھی، یہ معاملہ عام مسلمان عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت تھا، اس لئے قرآن کریم کی ان آیات میں اس کا تفصیل سے ذکر کر کے حضرت عائشہؓ کی براءت و پاکدامنی کا اعلان فرمایا۔

قصۂ اِفک و بہتان

حضرت عائشہؓ کا یہ قصہ قرآن و حدیث میں واقعۂ اِفک کے نام سے مشہور ہے، اَفک کہتے ہیں بدترین قسم کے جھوٹ اور افتراء بہتان کو بخاری و مسلم شریف میں یہ واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ درج ہے یہاں مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ اس کی مدد سے آیات کی تفسیر سمجھنے میں آسانی ہو۔

چھٹی ہجری (۶ھ) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام کے قافلہ کے غزوۂ بنی المصطلق

سے واپس مدینہ منورہ تشریف لارہے ہیں حضرت عائشہؓ بھی ساتھ تھیں ان کی سواری کا اونٹ الگ تھا وہ اپنے ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں یہ لوگ اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے۔ راستہ میں ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، قافلہ کے کوچ کرنے سے کچھ دیر پہلے حضرت عائشہؓ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی تو آپ قافلہ سے دور جنگل کی طرف تشریف لے گئیں وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش میں دیر لگ گئی جب واپس اپنی جگہ پہونچی تو قافلہ کوچ کر چکا تھا، حضرت عائشہؓ کا ہودج جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ آپ کے اونٹ پر یہ سمجھ کر رکھ دیا گیا کہ آپ حسب عادت اس میں تشریف فرما ہیں ہودج اٹھاتے وقت بھی لوگوں کو یہ شبہ نہ ہوا کہ آپ اس میں موجود نہیں کیونکہ آپ کم عمر اور بہت ہی ہلکی پھلکی تھیں۔

بہرحال جب آپ نے اپنی سواری نہ پائی تو سخت حیران و پریشان ہوئی مگر اپنی اس پریشانی کے عالم میں آپ نے نہایت دانشمندی اور مکمل سمجھ داری سے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر ادھر تلاش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا مستقل مزاجی سے چادر اوڑھ کر وہیں بیٹھ گئیں کہ جب حضورؐ مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو یہیں واپس تشریف لائیں گے۔ یہ رات کا آخری وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا تو چادر میں لپٹ کر یہیں لیٹ گئیں اور آنکھ لگ گئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو بحکم حضور قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے اس غرض سے رہا کرتے تھے کہ قافلہ کی کوئی چیز گری پڑی ملے تو اس کو اٹھالیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہونچے ابھی روشنی اچھی طرح نہیں پھیلی تھی بس اتنا نظر آیا کوئی شخص لیٹا ہے قریب آکر دیکھا تو پہچان لیا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں۔ زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ، نکلا تو حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے فوراً اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا، حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ ان کے قریب لاکر بٹھا دیا، آپ پردہ کے ساتھ اس پر سوار ہوگئیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم حضرت صفوانؓ نے مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی اور میں نے سوائے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون"، کے اور کوئی لفظ انکی زبان سے نہیں سنا، بس وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے رہے اور دوپہر کے وقت تک قافلہ سے آملے۔

عبداللہ بن اُبیّ بڑا خبیث منافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتا تھا بس اس کو یہ ایک بات ہاتھ لگ گئی اور اس نے حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کے متعلق غلط قسم کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ بہت سے مسلمان بھی سنی سنائی باتیں

نقل کرنے لگے اور پورے مدینہ میں ایک ماہ تک تقریباً یہی چرچا ہوتا رہا جس سے عموماً صحابۂ کرام کو اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ اور صدمہ تھا مگر بلا تحقیق آپ کچھ نہ فرماتے خاموش رہتے۔ حضرت عائشہؓ کا تو یہ عالم تھا کہ شدت غم سے بیتاب ہو کر بیمار پڑ گئیں، رات دن روتی تھیں ایک منٹ کے لئے بھی آنسو نہ تھمتے تھے، آخر کار سورۂ نور کی ان دس آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت و پاکدامنی کا اعلان فرما دیا، اس وقت حضرت عائشہؓ کو سکون و اطمینان حاصل ہوا۔

تفسیر آیاتِ افک

ان آیات میں ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت و الزام تراشی کا طوفان برپا کیا وہ تمہارے ہی میں سے چھوٹی سی ایک جماعت ہے کیونکہ تہمت لگانے والے چار تھے، ایک تہمت گھڑنے والا عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار اور تین وہ بھولے بھالے مسلمان جو اس خبیث کے پروپیگنڈہ سے متأثر ہو کر اس افسوسناک واقعہ کا تذکرہ کرنے لگے تھے، مردوں میں سے حضرت حسانؓ اور حضرت مسطحؓ اور عورتوں میں سے حضرت حمنہؓ تھیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابۂ کرام کو اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ اور ان کے گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اس تہمت کے واقعہ کو اپنے حق میں بُرا مت سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگرچہ بظاہر اس سے تم کو سخت رنج و غم پہونچا جس پر تم نے صبر کیا تو تمہارے درجات بلند ہوئے اور عائشہ صدیقہؓ کی پاکدامنی اور عظمت شان کا اظہار کلام پاک میں فرما کر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی زبان پر اس کی تلاوت جاری فرما دی، اور اس کے برخلاف جن لوگوں نے اس تہمت تراشی میں جس قدر جس نے حصہ لیا کہ کسی نے اسکو گھڑا اور کچھ لوگوں نے اس کا چرچا کیا اور کچھ نے سنکر بدگمانی کی وغیرہ اسی قدر انکو رسوائی و ذلت اور گناہ ملا اور آخرت میں اسی قدر سزا ملے گی، روایات میں ہے کہ دنیا میں ان کو یہ سزا بھی ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر الزام لگانے والے پر سزا جاری کی یعنی اسّی اسّی کوڑے لگوائے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان میں سے سب سے زیادہ سخت سزا اس کو دی جائے گی جس نے یہ طوفان برپا کیا یعنی عبداللہ بن ابی منافق جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو رنج و غم پہنچانے اور مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ایسا کیا اس کو جہنم میں سخت سزا دیجائیگی اور دنیا میں قیامت تک اسی طرح برائی اور ذلت کے ساتھ اس کا تذکرہ مسلمانوں کی زبان پر جاری رہے گا۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گماں نیک کیوں نہ کیا، اور یوں کیوں

مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ

نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ سو جس صورت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے

فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

حسن ظن کی تعلیم

مذہب اسلام نے مسلمانوں کو حسن ظن اور ایک دوسرے کے متعلق اچھا گمان رکھنے کی تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی کسی مسلمان پر بلا شرعی ثبوت کے الزام لگائے تو تم اس کو جھٹلا دو کہ یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ بلا وجہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر جھوٹی افواہوں کو ہوا مت دو۔

اس آیت میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ جب تم نے عائشہ صدیقہ رض کے متعلق تہمت کی بات سنی تو تم نے ان کے متعلق حسن ظن اور اچھا گمان کیوں نہ کیا، کیوں بلا وجہ شک و تردد میں پڑ گئے نہیں تو برملا جواب دینا چاہئے تھا کہ یہ کھلا جھوٹ اور بہتان ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، جیسا کہ ایک روز حضرت ایوب انصاری کی بیوی نے کہا کہ لوگ حضرت عائشہ رض کے متعلق ایسا کہتے ہیں، حضرت ایوب نے فوراً فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں، کیا ایسا کام تو کرسکتی ہے، بولی ہرگز نہیں فرمایا پھر صدیق رض کی بیٹی نبی ؐ کی بیوی عائشہ صدیقہ رض تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف ہے، ان کی نسبت ایسا خیال کیوں کیا جائے۔

فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا الخ، اس آیت میں تہمت لگانے والوں سے کہا جا رہا ہے اگر تم اپنی الزام تراشی میں سچے تھے تو چار گواہ کیوں نہیں لائے۔ بس جب گواہ نہیں لائے تو تم قانون الٰہی کی نظر میں جھوٹے ہو اور شرعی ضابطہ کے مطابق سزا کے مستحق ہو۔

امام بغوی ؒ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا، نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں (۱۔ عبداللہ بن ابی ۲۔ حسان بن ثابت ۳۔ مسطح ۴۔ حمنہ) کو تہمت تراشی کی سزا اسّی اسّی کوڑے لگوائے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ

میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا، جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے

عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا

جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے، اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو یوں کیوں

يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا

کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ

لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾

پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا

حکمت والا ہے، جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک ہے اور اللہ تعالیٰ

وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل وکرم ہے (جس نے تم کو توفیق

وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

کی دی) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے تو تم بھی نہ بچتے،

رکوع ۸ النصف

شانِ نزول

یہ آیت ان مومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو غلطی سے اس تہمت میں کسی قسم کی شرکت کر بیٹھے تھے پھر توبہ کرلی ان میں سے بعض کو سزا بھی دی گئی، ان سب کو اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جو جرم تم سے سرزد ہوا تھا وہ بہت بڑا جرم تھا اس پر دنیا

آسان تفسیر

میں بھی عذاب آسکتا تھا جس طرح پہلی قوموں کے مجرموں پر آیا اور آخرت میں بھی اس پر شدید عذاب دیا جاتا بس اللہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ عذاب تم سے ٹلا دیا اس طور پر کہ تمہیں اپنے کئے پر ندامت اور توبہ کی توفیق ہوئی اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر کے اپنے عذاب سے بچالیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بطور نصیحت فرمایا کہ اول تو حسن ظن کا تقاضہ یہ تھا کہ تمہارے دل میں بھی یہ خیال نہیں گذرنا چاہیئے تھا اور اگر شیطانی وسوسہ سے کسی کے دل میں کچھ وسوسہ آبھی گیا تھا تو اس کو چاہیئے تھا کہ ایسی ناپاک بات زبان پر نہ لاتا اور سمجھتا کہ یہ بہتان عظیم ہے، بھلا جس پاکباز خاتون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید الانبیاء محمد عربی کی زوجیت کے لئے چنا ہو، کیا وہ معاذ اللہ خود بے آبرو ہو کر سرتاج الانبیاء کی عزت کو بٹہ لگائے گی، ہرگز نہیں۔

بس اے مسلمانو تمہیں اسلام دشمن طاقتوں منافقوں وغیرہ سے ہمیشہ ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیئے جو پیغمبر اسلام اور ان کے گھرانہ کی عظمت کو پامال کر کے مذہب اسلام کو کمزور بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح کی ناپاک چیزیں مشہور کر کے وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحش کام اور بدکاری پھیل جائے، اس لئے قرآن کریم نے ہدایت فرمائی کہ اس طرح کی ناپاک باتوں کو شہرت نہ دی جائے اور اگر کوئی واقعہ پیش آجائے تو اس کو مکمل ثبوت اور چار گواہوں کے پیش کیا جائے تاکہ مجرم کو سزا مل کر دوسروں کو عبرت ونصیحت حاصل ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ

اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو بے حیائی

يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ

اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا، اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوتا

اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۱)

لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے،

شیطان کی پیروی سے بچو

شیطان ہمیشہ مسلمانوں کو صحیح راستہ سے بھٹکا کر غلط راستہ پر لے جاتا ہے، اس لئے اے مسلمانوں تم اس کی چالوں سے ہوشیار رہو، اور ان شیاطین الانس والجن کی پیروی سے اپنے کو بچاؤ، ان ملعونوں کا تو مشن ہی

یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لیجائیں، دیکھ لو حضرت عائشہ کے واقعہ میں شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا جسمیں بعض سیدھے سادھے مسلمان بھی پھسل کر غلط راہ پر پڑ گئے اور یہ تو اللہ کا کرم ہوا نہیں تو شیطان تو سب کو سیدھے راستے سے ہٹا کر چھوڑتا اور پھر اللہ نے ان مخلص بندوں کی بھی مدد فرمائی کہ توبہ کی توفیق دے کر انکو اس عظیم گناہ سے پاک صاف کر دیا۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ

اور جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو　اور اللہ کی راہ میں

وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ

ہجرت کرنیوالوں کو　دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے،

واقعہ شان نزول

حضرت عائشہ صدیقہ پر طوفانِ بدتمیزی اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی اپنی کم سمجھی کی وجہ سے مبتلا ہو گئے تھے ان میں سے ایک حضرت مسطح رض بھی تھے جو ایک غریب مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، آپ نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی مگر ایک لغزش ہو گئی جس سے حق تعالیٰ نے سچی توبہ نصیب فرمائی اور جس طرح حضرت عائشہ کی برأت کا قرآن نے اعلان کیا، اسی طرح حضرت مسطح وغیرہ حضرات مومنین کی توبہ قبول ہونے اور معاف کر دینے کا بھی اعلان فرمایا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رض واقعۂ تہمت سے پہلے ان کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے، مگر جب ان کو اپنی بیٹی کے الزام میں ملوث پایا تو اس سے سخت رنج پہونچا اور حضرت عائشہ کی برأت نازل ہو جانے کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اب میں مسطح کی امداد نہیں کروں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، تم میں سے جن کو دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت وسیع اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں، بڑی جوانمردی تو یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے، محتاج رشتہ داروں اور اللہ کے لئے اپنا وطن چھوڑنے والوں کی

مدد بند نہ کیجائے، اگر قسم کھالی ہے تو اس کو پورا مت کرو اور اس کا کفارہ ادا کر دو، تمہاری شان یہ ہونی چاہیئے کہ خطا کار کی خطا کو درگذر کرو، ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر کرے گا، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے۔

بخاری و مسلم شریف کی روایت ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ سنا تو فوراً عرض کیا بے شک اے پروردگار میں ضرور چاہتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے حضرت مسطح رضؓ کی فوراً امداد جاری فرمادی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے پہلے کے مقابلہ میں ان کا امدادی وظیفہ دوگنا کر دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ

جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

لعنت کیجاتی ہے اور انکو بڑا عذاب ہوگا، جس روز انکے خلاف میں انکی زبانیں گواہی دینگی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

کرتے تھے، اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔ بات

الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ

کو کھول دینے والا ہے گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں،

لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع ۹

اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے

تہمت لگانے والوں پر پھٹکار

یہ آیات ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عائشہ کی برأت نازل ہونے کے بعد بھی اس من گھڑت جھوٹے قصہ کا چرچا کرتے رہے، ظاہر ہے ایسا کسی مسلمان سے ممکن نہیں اور اگر کوئی مسلمان بھی ایسا کرے تو وہ آیات قرآنی کی مخالفت کی وجہ سے مسلمان ہی نہیں رہتا، ان لوگوں پر دونوں جہان میں اللہ کی پھٹکار

ہے اور آخرت میں ان کو سخت عذاب ہوگا جس روز کہ ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن حساب کے لئے مومن کو طلب کیا جائیگا اور اس کے سامنے وہ اعمال لائے جائیں گے جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں، بندۂ مومن ان اعمال کے کرنے کا اقرار کریگا تو اللہ تعالیٰ ان پر پردہ ڈالدیگا اور معاف فرمادے گا، اسی طرح منافق کو حساب کے لئے طلب کیا جائے گا اور اس کے عمل ان کے سامنے لائے جائیں گے تو وہ انکار کرے گا اور کہے گا کہ فرشتے نے بلا کئے یہ کام میرے نامۂ اعمال میں لکھدیئے، فرشتہ اس کو یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں دن تونے یہ کام کئے تھے، منافق انکار کردے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے منھ پر مہر لگادے گا (یعنی زبان اس شخص کی مرضی کے مطابق نہیں بولے گی بلکہ جو حق اور سچ ہوگا وہی بولے گی) اور پھر اسکے اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ سب بیان کردیں گے جو جو کام ان سے کئے تھے پھر ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اس وقت ان کو معلوم ہوگا واقعی اللہ تعالیٰ ٹھیک فیصلہ کرنے والے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا گیا کہ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، اور پاک صاف عورتیں پاک صاف مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور پاک صاف مرد پاک صاف عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، درحقیقت اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عام ضابطہ تبلادیا ہے کہ طبعی طور پر ہم نے جوڑ رکھا ہے کہ بدکار مرد گندی عورت کی طرف رغبت کرتا ہے اور بدکار عورت گندے مرد کی طرف رغبت رکھتی ہے اور ہر ایک اپنی اپنی رغبت کے مطابق اپنا جوڑا تلاش کرتا ہے اور قدرتاً وہ اس کو مل بھی جاتا ہے،

اس عام ضابطہ سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آگئی کہ انبیاء علیہم السلام جو پاکی میں سب سے اعلیٰ مقام والے ہوتے ہیں، ان کی بیویں بھی اعلیٰ درجہ کی پاک وصاف ہوتی ہیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار ہیں ان کی بیویاں بھی اللہ تعالیٰ نے پاکی وصفائی میں آپ کی اعلیٰ شان کے مطابق عطا فرمائی کہ ان کی پاکی کا کوئی دنیا کی عورت مقابلہ ہی نہیں کرسکتی اور پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ تو ان سب بیویوں میں بھی ممتاز شان اور اعلیٰ اخلاق سے مزین فرمائی گئیں تھیں۔

اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی بھی برأت اور صفائی فرمادی جن کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ متہم کیا گیا تھا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ

اے ایمان والو تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے کے قبل)

اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا

ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو پھر اگر گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) نہ معلوم ہو تو ان گھروں میں

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ

نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دیجائے اور اگر تم سے اجازت لینے کے وقت یہ کہدیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے

کسی کے گھر جانے کا طریقہ

اس سورۂ نور کے شروع ہی سے عفت و پاکدامنی کا مضمون بیان ہو رہا ہے اسی ضمن میں ان آیات میں بلا اجازت کسی کے گھر میں جانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اسمیں ایک حکمت و مصلحت یہ بھی ہے کہ بلا اجازت اندر گھس جانے پر غیر محرم عورت پر نظر پڑسکتی ہے اور شیطان کسی مرض میں مبتلا کرسکتا ہے، اسطرح کے نقصانات سے بچانے کیلئے شریعت نے اجازت کو ضروری قرار دیا۔

ان آیات میں ارشاد ہے: اے مومنو تم کسی کے گھر میں یونہی بلا اجازت داخل نہ ہو جاؤ بلکہ پہلے اجازت لو پھر داخل ہو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے اگر پہلی دفعہ میں اجازت نہ ملے تو تین مرتبہ سلام کرکے اجازت طلب کرے اگر تین مرتبہ کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس ہو جائے ممکن ہے اندر کوئی نہ ہو یا کسی ایسی حالت میں ہو کہ تم سے مل نہ سکے، لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ واپس ہو جائے۔

ان آیات میں اگرچہ اجازت طلب کرنے کا حکم مومنوں کو ہے مگر حکم میں مؤمنات بھی داخل ہیں کہ وہ بھی کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوں عورتیں اس میں بے پناہ کوتاہی کرتی ہیں اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ہمیں اجازت کی کیا ضرورت اس طریقہ سے بسا اوقات ان عورتوں کی اندر کے مردوں سے اچانک جانے پر بے پردگی ہو جاتی ہے، حضرات صحابیات رضؓ باقاعدہ اجازت لے کر دوسروں کے گھر میں داخل ہوا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت اُمِّ ایاس رضؓ فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں جایا کرتی تھیں اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے ان سے اجازت طلب کرتی تھیں، بہرحال اجازت طلب کرنا واجب ہے اور اس سے پہلے سلام کرنا مستحب ہے مگر اس زمانہ میں مسنون طریقہ کے مطابق اجازت طلب کرنے میں کچھ دشواریاں بھی پیش آتی ہیں کہ جس سے اجازت لینی ہے وہ عموماً دروازے سے دور ہے وہاں تک سلام اور اجازت لینے کی آواز کا پہونچنا مشکل ہے اس لئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اصل چیز اجازت کا لینا واجب ہے اس کا

طریقہ کوئی بھی ہو سکتا ہے ایک طریقہ تو یہی کہ دروازہ پر دستک دی جائے جیساکہ خود حدیث سے اسکا ثبوت ہے، یا دروازے پر آواز لگانا، اور آج کل گھنٹی بجا کر اجازت چاہنا یا اپنا ایڈرس کارڈ اندر بھیج کر اجازت طلب کرنا بھی صحیح ہے یا ان کے علاوہ جہاں جو طریقہ بھی اجازت لینے کا رائج ہو اس سے واجب کی ادائیگی ہو جائے گی اور جب آمنا سامنا ہو تو سلام کر لیا جائے اس کے بعد اصل گفتگو کی جائے۔
مذہب اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جانبین کی ضروریات اور چین سکھ کو سامنے رکھتا ہے، چنانچہ یہاں اجازت کے مسئلہ میں بھی ایسا کیا کہ ایک طرف تو اجازت طلب کرنے والے کو یہ ہدایت فرمائی کہ تیسری مرتبہ اجازت نہ ملنے پر واپس ہو جائے اس سے زیادہ صاحب خانہ کو باہر نکلنے پر مجبور و پریشان نہ کرے۔
اور دوسری طرف صاحب خانہ کو یہ ہدایت فرمائی کہ جب کوئی آپ سے ملنے کے لئے آئے تو اس سے ملاقات کرو اس کا بھی آپ پر حق ہے یعنی اس کا یہ حق ہے کہ اس کو اپنے پاس بلا کر یا باہر آکر اس سے ملو اس کا اکرام کرو، بلا سخت مجبوری کے ملاقات سے منع مت کرو۔

مسئلہ: جن مکانوں میں بلا اجازت داخلہ کی ممانعت ہے وہ عام حالات میں ہے اگر اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آجائے، مثلاً گھر میں آگ لگ جائے یا گھر کی چھت وغیرہ گر جائے یا ایسی سخت لڑائی ہو جائے کہ جان کا خطرہ ہو وغیرہ ایسے حالات میں بغیر اجازت ہی کے داخل ہو جائے اور مدد کرے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ

تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا نہ گناہ ہوگا جن میں کوئی نہ رہتا ہو، ان میں تمہاری کچھ برت ہو اور تم

يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے،

شان نزول

جب گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت کی آیات مذکورہ نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قریش کے وہ لوگ کیا کریں جو مکہ و مدینہ سے ملک شام تک تجارتی سفر کرتے ہیں اور راستے میں ان کے ٹھہرنے کے لئے جابجا مسافر خانے بنے ہوئے ہیں ان میں داخل ہوتے وقت یہ لوگ کس سے اجازت لیں، اسپر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتے اور نہ ہی اس مکان میں عام آدمی کو جانے کی کوئی روک ٹوک ہے ایسے مکانوں میں بلا اجازت لئے داخل ہونے میں کوئی گناہ نہیں، ایسے مکانوں سے مراد مسافر خانے سرائے، ہوٹل، ہسپتال، ریلوے اسٹیشن وغیرہ

اسی طرح دینی مدارس، خانقاہیں، مسجدیں، وغیرہ مراد ہیں

تنبیہ :- عام فائدے کے ان اداروں میں جس حصہ میں ان کے مالکان یا متولیان کیطرف سے داخلہ پر کچھ شرائط یا پابندیاں ہوں تو اس کی پابندی شرعاً ضروری ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن پر بغیر پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں تو فلیٹ فارم لینا ضروری ہے، اسی طرح مساجد، مدارس، خانقاہوں ہسپتالوں، اسٹیشنوں وغیرہ میں جو کمرے مخصوص ہوں ان میں بھی بلا اجازت جانا جائز نہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ

لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

صفائی کی بات ہے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں، اور مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ

شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج

بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ

ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر، یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ

کے بیٹوں پر، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی ر طور پر

غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪

رہتے) ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں،

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا

اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور مسلمانو تم سب اللہ کے سامنے

أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾

توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

اپنی نظر کی حفاظت کیجئے

پردہ کا حکم تو ۵ھ میں سورۂ احزاب میں حضرت زینبؓ کے حضور کے نکاح میں آنے کے وقت نازل ہو چکا تھا پھر ۶ھ میں ان آیات میں مزید پردہ کے احکام نازل ہوئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنین و مومنات سے فرما رہے ہیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی جن چیزوں کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع ہے ادھر سے اپنی نظریں پھیر لیں، کسی اجنبی عورت کو بری نظر سے دیکھنا حرام ہے اور بلا کسی نیت کے دیکھنا مکروہ ہے، بدنظری ہی چونکہ عام طور پر زنا و بدکاری کی سیڑھی ہے اس سے بدکاری کے راستے کھلتے ہیں، اس لئے قرآن کریم کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اسی راہ پر پابندی لگائی ہے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوت کو قابو میں رکھیں، اگر پہلی مرتبہ اچانک مرد کی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے کیونکہ دوبارہ دیکھنا اس کے اپنے ارادہ اور اختیار سے ہے جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا بخلاف پہلی نظر کے وہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے معاف ہے۔ فتنۂ شہوت کی ابتدا نظر بد ہے اور انتہا زنا ہے اس آیت میں ان دونوں کو واضح طور پر بیان کر کے حرام قرار دیدیا گیا اور جوان کے درمیان کی چیزیں ہیں مثلاً باتیں سننا ہاتھ سے چھونا وغیرہ وہ سب اس میں ضمناً آ گئے۔

عورتوں کو ہدایت

اس کے بعد خاص طور پر عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی زیب و زینت کے مواقع کو ظاہر کریں یعنی عورتیں عام طور پر جن اعضا کو زیور وغیرہ سے مزین کرتی ہیں اس سے مراد، ہاتھ پاؤں، پنڈلی، بازو، گردن، سر، سینہ، کان ان سب حصوں کو غیر محرم یعنی اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھنا ضروری ہے، اجنبی مرد وہ ہیں جن سے نکاح ہو سکتا ہے جیسے دیور، جیٹھ، بہنوئی، چچازاد، تایازاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی وغیرہ ان سب سے خوب اچھی طرح مکمل پردہ کرنا چاہئے۔

اعضاء مذکورہ اگر محرم یعنی غیر اجنبی مرد کے سامنے کھل جائیں تو کوئی حرج نہیں، غیر اجنبی مرد وہ ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے جیسے باپ، دادا، نانا، ماموں، چچا، بھائی، بھتیجا، بھانجہ، خسر،

ران، پیٹ اور پیٹھ کا چھپانا اجنبی اور غیر اجنبی دونوں طرح کے رشتہ داروں سے ضروری ہے، اور اپنے شوہر سے بدن کے کسی بھی حصہ کا چھپانا ضروری نہیں۔

اور بعض وہ اعضا جو خود بخود ظاہر ہو ہی جاتے ہیں اور اگر ان کو چھپانے کا اہتمام کیا جائے تو عورتوں کو کام کاج میں سخت تنگی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے اور اگر وہ کسی مجبوری اور ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلیں تو ان اعضا کو چھپانا بڑا مشکل ہو اسلئے شریعت نے بوجہ مجبوری اور ضرورت کے ان اعضا کو بھی غیر محرم مردوں سے چھپانا ضروری قرار نہیں دیا وہ اعضا تین ہیں ۱۔ چہرہ ۲۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں، ۳۔ پاؤں مگر یاد رہے ان اعضا کا کھولنا اسی وقت جائز ہے جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ حسن وخوبصورتی کا اصل مرکز عورت کا چہرہ ہی ہے اور یہ زمانہ بھی فتنہ وفساد کا ہے اسلئے مخصوص ضرورتوں کے علاوہ جیسے علاج ومعالجہ وغیرہ جیسی کوئی سخت ضرورت پیش آجائے تو غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ وغیرہ کو کھولنے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

تنبیہ۔ اگر ایک طرف شریعت نے عورتوں کو ان اعضا کو بوجہ مجبوری وضرورت کھولنے کی اجازت دی ہے تو دوسری طرف مردوں کو حکم ہے کہ بلا ضرورت عورتوں پر نظر نہ ڈالیں بلکہ قرآنی اسی اصول پر عمل پیرا رہیں اور اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

ڈوپٹہ اوڑھنے کا طریقہ

محرم مردوں کے سامنے بھی حیا اور کسی قدر پردے کے ساتھ سامنے آنے کے لئے قرآن عورتوں کو تاکید کر رہا ہے کہ ڈوپٹہ اوڑھ کر رکھیں، زمانۂ جاہلیت میں عورتیں سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے کمر کی طرف لٹکا لیا کرتی تھیں جس سے ان کا سینہ مزید ابھر کر نظر آتا تھا اور گلا سینہ اور کان وغیرہ بھی کھلا رہتے تھے، اس لئے قرآن کی ان آیات میں یہ تعلیم دی گئی کہ دوپٹہ کو سر پر سے لاکر سینہ پر لٹکالیں، اور اس کا ایک پلو دوسرے پر ڈال لیں تاکہ گلا سینہ کان وغیرہ تمام حصے چھپ جائیں۔

ان آیات میں عورتوں کو ایک ہدایت یہ بھی فرمائی گئی کہ اپنے پاؤں اتنی زور سے نہ رکھیں جس سے زیور کی آواز نکلنے لگے اور اجنبی مردوں کا رجحان ان کی طرف ہو جائے، کیونکہ اس سے بھی شیطان فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے، بعض فقہاء نے فرمایا جب زیور کی آواز سنانا ناجائز ہے تو عورت کو خود اپنی آواز سنانا بھی ناجائز ہوا مگر مفسرینؒ نے لکھا ہے کہ اگر عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ناجائز ہے ورنہ جائز ہے مگر بہتر اور احتیاط اسی میں ہے کہ عورت بلا ضرورت پردہ میں بھی اجنبی مردوں سے بات نہ کرے۔

امام جصاصؒ نے فرمایا کہ جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے ممنوع قرار دیا تو دلکش اور مزین رنگوں اور ڈیزائنوں کے برقعے پہن کر اجنبی مردوں کے بیچ سے نکلنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع اور ناجائز ہوا۔

آخر میں فرمایا گیا کہ ہم نے ان آیات میں تم کو جو پردہ وغیرہ کے احکام دیئے ہیں ان پر مکمل عمل کرو

اور اگر کہیں کوئی کوتاہی ہو جائے تو ہم سے توبہ و معافی چاہو اس طرح تمہیں فلاح و کامیابی نصیب ہو جائیگی۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اسکے لائق ہوا سکا بھی، اگر وہ لوگ مفلس ہونگے

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

تو خدا تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا خوب جاننے والا ہے، اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

چاہئے کہ ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کر لیں)

بدکاری کی روک تھام

اس سورت کے شروع ہی سے بے حیائی اور بدکاری سے روک تھام کی تعلیم دی جارہی ہے، یہاں بدکاری سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو عورتیں اور مرد بے نکاح ہوں خواہ ابھی تک ان کا نکاح ہی نہ ہوا ہو یا ہو کر کسی بھی صورت سے موت سے یا طلاق سے ختم ہو گیا ہو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کا نکاح کر دیں، اسی طرح آقاؤں کو مخاطب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارے جو غلام یا باندیاں نکاح کے لائق ہوں یعنی وہ نکاح کے حقوق ادا کر سکتے ہوں ان کا بھی نکاح کر دیا کرو اپنی کسی غرض و مصلحت سے ان کو نکاح سے محروم مت رکھو۔

آگے ان غریب مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے جو اپنے ایمان کی حفاظت اور سنت رسول پر عمل کرنے کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہیں مگر مالی وسائل ان کے پاس نہیں تو ان سے فرمایا جارہا ہے کہ ہم ان کو نکاح کرنے پر مالدار بھی بنا دیں گے غرضیکہ اس خوف سے نکاح ترک نہیں کرنا چاہیئے کہ بیوی بچوں کے خرچ کا بار میں کیسے اٹھاؤں نگا یاد رکھو تمہاری روزی بھی اور تمہارے بیوی بچوں کی روزی بھی اللہ کے قبضہ میں ہے کیا معلوم خدا چاہے تو بیوی بچوں کی قسمت سے تمہاری روزی میں بھی فراخی کر دے۔

اس میں لڑکی والوں کو بھی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی ایسے غریب لڑکے کا رشتہ لے کر آئے جو دیندار اور با اخلاق ہے اور کام کی صلاحیت بھی اس کے اندر ہے تو اس کی غربت کو دیکھ کر رشتہ کا انکار مت کرو، مال آنے جانے والی چیز ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ان غریب لوگوں کو یہ ہدایت بھی فرمادی کہ تم میں سے جو نکاح کی بالکل قدرت ہی نہیں رکھتے اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور ہر برائی سے پاک وصاف

رہیں، ضبط نفس کی ایک تدبیر حدیث پاک میں یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ کثرت سے روزے رکھے، اگر کوئی غریب ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اتنے مالی وسائل عطا فرما دے گا جس سے وہ نکاح کر سکے۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو ان کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری پاؤ

خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ

اور اللہ کے اس مال میں سے ان کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے اور اپنی لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص)

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ

جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں محض اسلئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص انکو مجبور کریگا تو اللہ تعالیٰ ان کے

بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ

مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں، اور جو لوگ

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کی بعض حکایات اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

آقاؤں کو ہدایت

اس آیت میں آقا و مالک کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے غلام و باندی اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہونا چاہیں تو اگر تم ان میں بھلائی دیکھو کہ وہ آزاد ہو کر کسی غلط راہ پر نہیں پڑیں گے اور جو رقم تمہارے اور ان کے درمیان طے ہوئی ہے وہ کما کر ادا کرنے کی صلاحیت بھی ان کے اندر ہے تو انہیں آزاد کر دینا چاہیئے اور تمہیں خود بھی ان کی مالی امداد کرنا چاہیئے تاکہ انہیں انسانی حقوق آزادی حاصل ہوں، اور وہ اپنے اختیار و مرضی کے مطابق نکاح کر کے آزادانہ و شریفانہ زندگی گذار سکیں۔

واقعۂ شان نزول

زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ اپنی باندیوں سے زنا کرا کر پیسہ کماتے تھے، منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی کے پاس کئی باندیاں اسی کام کے لئے تھیں جن سے وہ مستقل یہی بدکاری کا پیشہ کرا کر مال حاصل کرتا تھا ان میں سے جب بعض باندیاں مسلمان ہو گئیں تو انہوں

نے بدکاری سے منع کیا تو یہ بدبخت ان کو مار پیٹ کر زنا کرانے پر مجبور کرتا تھا اس پر یہ آیت وَاٰتُوْهُمْ نازل ہوئی جس میں اس ذلیل حرکت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور مت کرو، خاص طور پر جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں، بدکاری کا پیشہ کرانا تو بہرصورت حرام ہی یہاں اس انداز بیان سے درحقیقت آقاؤں کو شرم و غیرت دلانا مقصود ہے کہ باندیاں تو پاکدامن رہنا چاہیں اور تم انھیں بدکاری پر مجبور کرو ڈوب مرنے کی بات ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو باندی بدکاری کے لئے مجبور کی جا رہی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس فعل بد پر کچھ سزا نہ دے گا البتہ جو مجبور کر رہا ہے اس کو سخت سزا دیجائیگی۔

اخیر میں فرمایا کہ قرآن کریم میں ہم نے نصیحتیں، احکام اور گذری ہوئی قوموں کے عبرتناک واقعات بیان کر دیئے ہیں تاکہ خدا کا ڈر رکھنے والے ان سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ

اور اللہ تعالیٰ نور دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا، اسکے نور کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ (رکھا ہے)

زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ

اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہے (اور وہ قندیل ایک طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا ہے جیسا ایک چمکدار ستارہ ہو، وہ چراغ ایک نہایت

وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ

مفید درخت سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون ہے جو نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے اس کا تیل اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵

معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا، نور علی نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے تک جسکو چاہتا ہے راہ دیدیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں پہلے اللہ کے نور کا ذکر ہے کہ اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں بسنے والی مخلوقات کو نور ہدایت بخشنے والا ہے اور جنکو ہدایت ہوئی ان سب کو اللہ ہی نے ہدایت دی۔

اس کے بعد اس مومن کی مثال دی جس کے دل میں اللہ نے ایمان کا نور ڈالدیا ہے، فرمایا اس کو یوں سمجھو کہ ایک طاق ہے اس کے اندر ایک چمکدار قندیل کے اندر چراغ روشن ہے، اور اس چراغ کو تیل

بھی برابر ایسے درخت سے حاصل ہو رہا ہے جو برکت والا ہے یعنی زیتون، جس کا تیل نہایت صاف و شفاف اور لطیف ہوتا ہے اور اس درخت کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بلا کسی آڑ کے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کھلے میدان میں کھڑا ہے کسی طرف سے بھی دھوپ کی رکاوٹ نہیں، ایسے درخت کا تیل اور بھی زیادہ صاف و شفاف لطیف اور زیادہ روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بغیر جلائے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا، اس مثال میں مومن کا سینہ ایک طاق کی مثال ہے اور اس کا دل روشن قندیل کی مثال ہے اور زیتون کا صاف و شفاف تیل نور ہدایت کی مثال ہے۔

اب یہ اللہ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے کہ وہ یہ نور ہدایت کس کو عطا فرمائے اور وہی اپنی حکمت و مصلحت کو خوب جانتا ہے کہ یہ نور ہدایت کس کو ملنا چاہئے اور کس کو نہیں۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ

وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح شام

وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے

وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

اور نہ فروخت وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی انجام یہ ہو گا کہ اللہ ان کو ان کے

اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دیگا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے۔

مسجد کا ادب و احترام

اس سے پہلی آیات میں ان مومنین کا بیان ہوا جن کے دل نور ہدایت سے روشن ہیں اب یہاں انہی مومنین کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ایسے گھروں یعنی مسجدوں میں جاکر عبادت کرتے ہیں جن کے ادب و احترام کرنے کا حکم ہے مسجدوں کا ادب و احترام یہ ہے کہ وہاں شور و غل نہ مچایا جائے دنیوی باتیں اور کام نہ کئے جائیں بدبودار چیز لہسن، پیاز، سگریٹ، بیڑی حقہ وغیرہ پی کر مسجد میں داخل نہ ہو جبتک ان کی بو زائل نہ ہو جائے، غرضیکہ

ہر طرح کی نجاست وگندگی سے مسجد کو پاک صاف رکھا جائے۔

جو شخص مسجد کو گندگی سے پاک صاف رکھے گا اس کے لئے جنت میں گھر کی بشارت وخوشخبری دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد سے ناپاک وگندگی اور تکلیف دہ چیز کو ہٹائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیگا

ان مومنین کی شان یہ ہے کہ کاروبار اور مصروفیات ان کو نماز اور زکوٰۃ سے نہیں روکتی مال کا لالچ زکوٰۃ دینے سے رکاوٹ نہیں بنتا ہے، فرض نمازوں کو ان کے وقت پر جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے ہیں، اور فرض کے علاوہ نفل نمازوں، تلاوت، ذکر و تسبیح میں بھی اپنا وقت مسجد میں گذارتے ہیں اور باوجود اس قدر عبادت واطاعت کے آخرت کے حساب وکتاب سے بے فکر نہیں ہوتے بلکہ قیامت کا خوف طاری رہتا ہے، ان حضرات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے، بلکہ ہم اپنی طرف سے مزید انعام بھی دیں گے۔ حضرت ابودرداء رضہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مسجد پرہیزگاروں کا گھر ہے جو شخص مسجد کو اپنا گھر بنالے یعنی فرض نمازوں کے علاوہ بھی مسجد میں رک کر کچھ نفل عبادات ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راحت وسکون اور پلصراط پر آسانی سے گذارنے کا ضامن ہوگیا، ایک حدیث میں فرمایا گیا جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے اس لئے اس کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی زبان سے سوائے کلمۂ خیر کوئی بات نہ نکالے۔

واقعہ شان نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو صحابی تھے ایک تجارت پیشہ دوسرے لوہار، پہلے صحابی رضہ کی یہ حالت تھی اگر سودا تولتے وقت اذان کی آواز کان میں آجاتی تو فوراً ترازو کو وہیں رکھ کر نماز کے لئے چل دیتے تھے اور دوسرے صحابی رضہ کا یہ حال تھا اگر لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگاتے وقت اذان کی آواز آگئی تو ہتھوڑا وہیں چھوڑ کر نماز کو چلدیتے تھے۔ ان حضرات کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ الخ نازل فرمائی کہ ان کو کاروبار اللہ کی یاد سے نہیں روکتا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں، جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾

اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور قضاء الہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا اور اللہ دم بھر میں حساب کر دیتا ہے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ

یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندر دلی اندھیرے کہ اس کو بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل، اوپر

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ

تلے بہت سے اندھیرے ہیں کہ اگر اپنا ہاتھ نکالے تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور

لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ۧ

نہ دے اس کو نور نہیں (میسر ہو سکتا)

کافرین کے اعمال کی مثال

کافر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے گمان اور عقیدہ کے مطابق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے یہ اعمال کچھ کام نہ آئیں گے، اس آیت میں بیان ہے کہ ان کافرین کے اعمال کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی پیاسا آدمی کسی چٹیل میدان میں دور سے کہیں پانی دیکھے اور پینے کے لئے اس کی طرف جائے اور وہاں جاکر حقیقت کھلے کہ یہ پانی نہیں بلکہ سفید ریت ہے جو دور سے پانی محسوس ہو رہا تھا اور پھر شدت پیاس کی وجہ سے بدحواس ہو جائے اور تڑپ تڑپ کر مر جائے تو گویا اس نے وہاں پانی کے بجائے قضاء الٰہی یعنی موت کو پایا اور اللہ نے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدیا۔

منکرین آخرت کی مثال

یہاں اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال ان کافرین کی دی ہے جو آخرت اور قیامت کو بھی نہیں مانتے اور وہاں کے حساب وکتاب اور بدلہ کو بھی نہیں مانتے فرمایا یہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے سمندر کی تہ میں پڑا ہو جہاں ایک تو سمندر کی تہ کا اندھیرا دوسرے سطح پانی کی موج در موج کا اندھیرا تیسرے اوپر سے بادل کی تاریکی کا اندھیرا اس طرح مختلف اندھیروں کی وجہ سے اس کا یہ عالم ہے کہ اس کو اپنا ہاتھ تک بھی نظر نہیں آتا۔

مثال کا حاصل

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کافر جو آخرت اور وہاں کے بدلہ کے منکر ہیں ان کے پاس وہمی نور بھی نہیں جیسے پہلی قسم کے کافروں کے پاس ایک وہمی اور خیالی نور تھا کہ انہوں نے بعض اعمال کو اپنی آخرت کا سامان سمجھا تھا مگر وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی نور نہ تھا، جس کی وجہ سے وہ اعمال ان کو نفع نہ پہونچائیں گے اور ان منکرین آخرت کافروں نے اپنے گمان وعقیدہ کے مطابق بھی کوئی کام آخرت کے لئے نہیں کیا جس کے نور کا انہیں وہم وگمان ہو غرضیکہ ان کے پاس ظلمت ہی ظلمت ہے نور کا وہم تک بھی نہیں جس طرح تہ دریا کی مثال میں روشنی کا کہیں نام ونشان نہیں۔

آخر میں ارشاد ہے کہ جس کو اللہ ہی نور ہدایت نہ دے اسے کون روشنی پہونچا سکتا ہے مطلب یہ کہ انہوں نے مسلسل گناہ کر کے اپنی نور قبول کرنے کی صلاحیت بالکل ہی ختم کر لی ہے جس کی وجہ سے انہیں نور حاصل کرنے کی توفیق نہ ملی گویا کہ دریا کی تہ میں گر کر انہوں نے روشنی کے تمام دروازے بند کر لئے اب روشنی آئے تو کہاں سے آئے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ‌ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ

کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پھیلائے ہوئے ہیں سب کو اپنی اپنی دعا اور

صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے، اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں

وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۴۲﴾

اور اللہ کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی بندگی اور اطاعت کرتی ہے اور اللہ نے ہر ایک کو ان کی تسبیح اور بندگی کا طریقہ سکھا رکھا ہے: اے لوگو تم ان کی تسبیح و بندگی کو خواہ تم سمجھو یا نہ سمجھو مگر اللہ تعالیٰ سب سمجھتے ہیں۔

حضرت سفیان نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، ستاروں وغیرہ مخلوقات کو جن کاموں پر مامور فرما رکھا ہے وہ اس پر کاربند ہیں ان کی اسی اطاعت و فرمانبرداری کو تسبیح و بندگی فرمایا گیا۔

علامہ زمخشری وغیرہ مفسرین رح نے فرمایا کہ یہ بات کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اتنا فہم و شعور دے رکھا ہو جس سے وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانتی ہو اور اس میں بھی کچھ بعد نہیں کہ ان کو خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح و بندگی سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہتی ہوں۔

افسوس تمام مخلوقات تو اللہ کی بندگی میں مصروف ہے اور انسان جس کو بندگی ہی کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے وہ غفلت کی زندگی گذار دے اور اللہ کی یاد کو بھولا رہے۔ قرآن کریم کہتا ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ۔ کہ ہم نے انسانوں اور جنوں کو عبادت و بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے، ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا کہ آسمان و زمین کی حکومت اللہ ہی کی ہے اور اے لوگو تمہیں مر کر اس کے پاس جانا ہے وہاں تمہارے

ایک ایک عمل کا مکمل حساب وکتاب ہوگا، بس غفلت کی زندگی چھوڑ کر اللہ کی عبادت واطاعت کی زندگی گذارو تاکہ کل تمہیں اللہ کے دربار میں رسوا و ذلیل نہ ہونا پڑے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے پھر اس بادل کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر تو

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ

بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا

مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۗ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾

ہے گراتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی،

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے اس میں اہل دانش کے لئے استدلال (کا موقع) ہے۔

اللہ کی قدرت کے کرشمے

قرآن کریم جگہ جگہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے وجود اور قدرت کا یقین ہو یہاں پر بھی اللہ کی قدرت کے کرشموں کا بیان کیا گیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ کی ذات وہ زبردست قدرت والی ہے جو بادلوں کو دھکیل کر ایک جگہ کرتی ہے اور پھر ان بادلوں کے ٹکڑوں کو یکجا کردیتی ہے اور پھر ان سب کو تہ بہ تہ کرکے ان کے بیچ سے بارش برساتی ہے اور پھر ان بڑے بڑے بادلوں سے اللہ تعالیٰ اولے بھی برساتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کی جان و مال اور کھیتی کو نقصان پہنچتا ہے اور بہت سے اس نقصان سے محفوظ رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان بادلوں میں بجلی بھی پیدا فرماتا ہے جس کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آنکھ کی بینائی چھین لیجائے گی، اور یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ وہ دن رات کو بدلتا رہتا ہے کہ دن کے بعد

اقوال وتحقیق

بعض مفسرینؒ نے جبال سے مراد پہاڑ ہی لیا ہے اور فرمایا کہ جس طرح زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں اسی طرح آسمان میں اولوں (برف) کے پہاڑ ہیں مگر راجح اور قوی یہی ہے کہ جبال سے مراد بڑے بڑے بادل ہیں جو اپنے بڑے اور وزنی ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کی طرح ہیں۔

محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

رات اور رات کے بعد دن اور کبھی دن بڑا کبھی رات، یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں ان سے سمجھدار لوگوں کو عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہئے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے

مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ

ہیں، اور بعضے ان میں وہ ہے جو دو پیروں پر چلتے ہیں، اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، ہم نے سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور جس کو اللہ چاہتا ہے

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں بھی اللہ کی قدرت کا بیان ہے کہ اللہ ہی نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے، پانی سے مراد وہ پانی ہے جو ہر جاندار کے خمیری مادے میں شامل ہے یا اس سے مراد قطرۂ منی ہے بعض وہ جانور جو قطرۂ منی سے پیدا نہیں ہوتے وہ بھی اسی میں سے شامل ہیں کیونکہ قاعدہ ہے (لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ) یعنی اکثر کو کل کا حکم دیدیا جاتا ہے۔

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا فرمایا پھر اس کے کچھ حصے کو ہوا بنا دیا جس سے فرشتے بنے اور کچھ حصے کو آگ بنا دیا جس سے جن بنے اور کچھ حصے کو مٹی بنا دیا جس سے حضرت آدم اور ہر قسم کے جانور بنے۔

آگے ارشاد ہے کہ ان جانوروں میں سے بعض وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ، مچھلی وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو دو ٹانگوں سے چلتے ہیں جیسے انسان اور پرندے اور بعض وہ ہیں جو چار ٹانگوں سے چلتے ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر مکمل قدرت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے۔

ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو واضح کرنے کے لئے بے شمار اپنی قدرت کی نشانیاں

ظاہر فرما رکھی ہیں، زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے وغیرہ اور ان کا نظام اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی صاف صاف آیات نازل فرما دی ہیں جن سے انسان کے لئے ذات خداوندی کا پہچاننا آسان ہو گیا ہے مگر انسان کی عقل پر خواہشات کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اللہ ہی توفیق دے تو ہدایت ہو۔

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ

اور لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ

بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَاِذَا دُعُوٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ

لوگ (دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے، اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے

بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ وَاِنْ يَكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوٓا اِلَيْهِ

جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیویں تو انہیں کا ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے اور اگر ان کا حق ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس

مُذْعِنِينَ ۝ اَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوٓا اَمْ يَخَافُونَ اَنْ يَّحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

چلے آتے ہیں. کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

وَرَسُولُهٗ ۚ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝

ان پر ظلم نہ کرنے لگیں نہیں بلکہ یہ لوگ برسر ظلم (ہوتے) ہیں۔

ع ۱۲

منافقین کی حالت بد

یہاں منافقین کا ذکر ہے کہ یہ زبان سے تو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور ان کے ہر حکم کو ماننے کو تیار ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا تو اپنی بات سے پھر جاتے درحقیقت ان کے دل میں شروع ہی سے ایمان نہیں تھا صرف زبان سے ایمان کا اظہار کر کے دھوکہ دیتے تھے.

آگے ان کی حالت بد کا ذکر ہے کہ اگر ان کا کسی سے جھگڑا ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم حق پر نہیں ہیں اور دوسرا فریق کہتا کہ رسول اللہ کی خدمت میں چل کر اس جھگڑے کا فیصلہ کرا یا جائے تو یہ راضی نہ ہوتے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ حق کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اگر یہ منافق کسی معاملہ میں حق پر ہوں تو اس وقت خوشی خوشی اپنا مقدمہ لے کر عدالت محمدی میں حاضر ہوتے ہیں کیونکہ سمجھتے تھے کہ فیصلہ ہمارے مطابق ہوگا.

واقعۂ شانِ نزول

وَاِذَا دُعُوْا الخ کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ منافقین میں ایک شخص بشر نام کا تھا ایک مرتبہ اس کے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا۔ یہودی نے اس سے کہا چلو تمہارے ہی رسول سے ہم فیصلہ کرالیں مگر یہ منافق حق پر نہیں تھا اس لئے اس پر آمادہ نہ ہوا کیونکہ جانتا تھا کہ بارگاہ محمدی میں فیصلہ حق کے مطابق ہوگا وہاں اپنے اور غیر کو نہیں دیکھا جاتا وہاں تو صرف حق و انصاف پر نظر رکھی جاتی ہے اس لئے اس نے کعب بن اشرف یہودی کے پاس مقدمہ لیجانے کو کہا، بس معلوم ہوا منافقین کا دعویٰ کہ ہم آپ کا ہر حکم مانیں گے صراصر غلط اور جھوٹ تھا۔

ان آیات کے اخیر میں بارگاہ محمدی میں مقدمہ نہ لانے کی وہ وجہیں جنکا امکان ہو سکتا ہے ذکر کر کے اصل وجہ بیان کی گئی ہے ارشاد ہے کیا یہ منافقین اس وجہ سے بارگاہ محمدی میں اپنا مقدمہ نہیں لیجاتے کہ ان کے دل میں کفر[۱] کا مرض ہے[۲] یا آپ کے رسول ہونے میں ان کو شک ہے یا[۳] اندیشہ ہے کہ ہم پر ظلم ہوگا، فرمایا یہ وجہ نہیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے یہ دوسروں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کا مال ہڑپ کرنا چاہتے ہیں اس لئے آپ کی بارگاہ میں مقدمہ نہیں لاتے کہ وہاں حق کے مطابق فیصلہ ہوگا اور ہم پھر کسی کا مال ہڑپ نہیں کرسکیں گے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا

مسلمانوں کا قول تو جب کہ ان کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیاں میں فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ

کہدیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، اور ایسے لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے

وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝

ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے

اقوال و تحقیق

اوپر جو منافقین کے کفر و شک کی نفی کی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے دلوں میں کفر و شک نہیں یہ تو واضح ہے کہ ان کے دلوں میں کفر و شک ہے مطلب یہ ہے کہ کفر و شک بارگاہِ محمدی میں مقدمہ لانے کا سبب نہیں اس کی نفی کی گئی ہے محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

مسلمانوں کی شان

یہاں ارشاد ہے کہ سچے مسلمانوں کا حال یہ ہوتا ہے (اور ہونا بھی چاہئے) کہ جب انہیں کسی معاملہ میں اللہ و رسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے خواہ اس میں انکا نفع ہو یا نقصان تو وہ فوراً اس پر لبیک کہتے ہیں اور حکم مان لیتے ہیں، حق تعالیٰ فرمار ہے ہیں اسی میں ان کی اصل بھلائی اور حقیقی فلاح و کامیابی ہے اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے، اور اس کی مخالفت سے بچے وہی کامیاب و بامراد ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

اور وہ لوگ بڑا زور لگاکر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ (واللہ ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں آپ کہدیجئے

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

کہ بس قسمیں نہ کھاؤ فرمانبرداری معلوم ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے، آپ کہئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

اطاعت کرو، پھر اگر تم لوگ روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسول ؐ کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا

تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

تم پر بار رکھا گیا ہے، اور اگر تم نے انکی اطاعت کرلی تو راہ پر جالگوگے اور رسول ؐ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

تفسیر

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے کہ ان کی یہ حالت ہے کہ قسمیں کھاکر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو سب گھر بار چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکل پڑیں اور اگر حضورؐ اشارہ فرمائیں تو تمام مال و دولت اللہ کے راستہ میں مٹا دیں، ان آیات میں ان سے فرمایا گیا کہ لمبی چوڑی قسمیں کھانے سے کچھ حاصل نہیں تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو بس تم کو چاہئے کہ بجائے جھوٹی قسمیں کھانے اور باتیں بنانے کے سچے مسلمانوں کیطرح اللہ و رسول کی فرمانبرداری کرو یاد رکھو اللہ کے سامنے کسی کا فریب نہیں چلتا وہ ہر ظاہر و پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے اور اگر تم اطاعت سے روگردانی کروگے تو سمجھ لو اس میں رسول کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ رسول کی ذمہ داری سے صرف تبلیغ کرنا ہے جو وہ تم کو کر چکے اب اگر تم رسول کی بات نہیں مانوگے تو اس کا نقصان تم ہی کو ہوگا سزائے الٰہی کے مستحق ہوگے اور اگر تم نے

رسول کی بات مان لی تو فلاح و کامیابی حاصل کر لو گے جنت کے مستحق ہو گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو انکے لئے قوت دے گا

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ

اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بہ امن کر دیگا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں، اور جو شخص بعد اس کے

بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں، اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسولؐ کی اطاعت

الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ

کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، کافروں کی نسبت یہ خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر) ہرا دیں گے اور ان کا

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ع

ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

ع ۷ ۱۴

نیک بندوں سے اللہ کا وعدہ

یہاں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے ان لوگوں کو ہے جو اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسول اللہ کی مکمل پیروی کرنے والے ہیں، اللہ کا ان سے وعدہ ہے رسول اللہ کے بعد ان کو زمین کی حکومت دیگا اور جو دین اسلام اللہ کو پسند ہے ان کے ذریعہ دنیا میں اس کو قائم کرے گا اور یہ حضرات محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ رسول اللہ کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دین حق کی جڑیں جمائینگے اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا وہ مکمل امن واطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن وامان کا دور دورہ ہو گا، ان مقبول ومعزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر بھی شرک کی آمیزش نہ ہوگی بس

صرف ایک خدا کی بندگی کریں گے، اسی سے ڈریں گے اس سے امید رکھیں گے، اسی پر بھروسہ کریں گے، الحمدللہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفا رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم پیشین گوئی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان چاروں خلفا کے بعد بھی ان کے نمونہ کے کچھ خلیفہ (بادشاہ) آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آتے رہیں گے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

بہرحال یہ اللہ کا اعلان ہے کہ جب لوگ اپنے رب کی سچی بندگی کریں گے اور رسول اللہ کا مکمل اتباع کریں گے تو انہیں دنیوی نعمت حکومت سے نوازا جائے گا اور جو لوگ اس عظیم نعمت کے ظاہر ہونے کے بعد بھی اللہ کی ناشکری کرے گا وہ نافرمان ہے جو دنیوی نعمت سے بھی محروم رہیگا اور اخروی سزا بھی پائے گا

اے لوگو! اگر تم خدا کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تو انہی نیک بندوں کے طریقہ پر چلو اور وہ طریقہ یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ پابندی سے ادا کیا کرو اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مکمل اتباع کرو۔

آگے کفر ومعصیت کا انجام ذکر کیا گیا کہ اے لوگو تم کافروں کے متعلق یہ مت سمجھو کہ وہ دنیا میں ہم سے بچ کر اور چھپ کر ہمارے عذاب سے چھٹکارہ پاجائیں گے ایسا نہیں، بہرصورت ہمارا عذاب ان کو اپنی گرفت میں لے لیگا اور آخرت میں جہنم کے اندر انکو ڈالدیا جائیگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا۟ ٱلْحُلُمَ

اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لئے) غلاموں کو — اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے — تین دفعوں میں

مِنكُمْ ثَلَٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ

اجازت لینا چاہئے، (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہوں اور (تیسرے)

وَمِنۢ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ۚ ثَلَٰثُ عَوْرَٰتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۚ

نماز عشاء کے بعد — یہ تین وقت تمہارے پردوں کے وقت ہیں ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ

طَوَّٰفُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ ۗ

ان پر کچھ الزام ہے وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا

صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے، اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے حدِ بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح

كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

اجازت لینا چاہئے جیساکہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور

عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۰﴾

اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے،

پردہ کے احکام

یہاں سے چار رکوع پہلے غیر محرموں کے پردہ کے مسائل بیان ہوئے اب یہاں محارم واقارب اور نابالغ غلام لونڈی کے پردہ کے احکام کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ تین اوقات میں ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے ۱ نماز فجر سے پہلے ۲ دوپہر کے وقت ۳ عشاء کے بعد ان تین وقتوں میں آدمی عام طور پر اپنے زائد کپڑے اتار دیتا ہے یعنی سونے جاگنے کا لباس تبدیل کر لیتا ہے نیز یہ اوقات عام طور آرام کے ہیں جس میں آدمی بے تکلفی سے رہنا چاہتا ہے اور عام طور پر انہی اوقات میں آدمی اپنی بیوی سے بھی بے تکلفانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔

ان تین وقتوں میں علاوہ محارم واقارب وغیرہ بلا اجازت آسکتے ہیں، اور جب لڑکے بالغ ہوجائیں تو انہیں پھر ان تین وقتوں کے علاوہ بھی اجازت لے کر آنا چاہئے اب بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا انکو جائز نہیں[1]۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے احکام خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت و مصلحت سے خوب واقف ہے اس لئے وہ ایسے احکام وقانون انسان کے معاشرے کے لئے مقرر کرتا ہے جن کا پابند ہو کر انسان دنیا میں پاک زندگی بسر کر سکے۔ یاد رکھو اگر قرآنی احکامات سے لاپرواہی برتی گئی تو پورا معاشرہ بگڑ جائیگا اور انسانوں کا چین وسکون ختم ہوجائیگا

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔

[1] اسکی مکمل تفصیل اسی سورۂ نور کی آیت ۲۷ و ۲۸ آسان تفسیر پارہ ۱۸ پر گذر چکی ہے ایک بار پھر اسکا مطالعہ کر لیا جائے۔

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

بوڑھی عورتوں کے پردہ کا حکم

جو عورت ایسی بوڑھی ہو جائے کہ نہ اس کی طرف کسی کو رغبت ہو اور نہ وہ نکاح کے قابل ہو تو اس کے پردہ کے احکام میں سہولت دی گئی ہے کہ اجانب (غیروں) کے سامنے بھی وہ اقارب (اپنوں) کی طرح آسکتی ہو۔ ارشاد ہے کہ ایسی بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے جن سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے (یعنی برقع واوپر کی چادر) کو اجنبی کے سامنے اتارے رکھیں، یہ تو ان کی سہولت کے لئے قرآن کریم نے اجازت دیدی مگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگر وہ اس کی بھی احتیاط رکھیں یعنی اجنبی کے سامنے بھی مکمل پردہ رکھیں تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہے اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ پردہ کی کس قدر اہمیت ہے جب بوڑھی عورتوں کو اتنی تاکید ہے تو جوانوں کا تو کہنا ہی کیا، اس ظاہری پردے کے ساتھ یہ بھی ہر وقت یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کا سننے اور جاننے والا ہے وہ دل کے ارادوں سے بھی خوب واقف ہے پردے کے احکام پر عمل کرنا تو قانون کی پابندی کرنا ہے لیکن ارادوں اور نیتوں کو درست رکھنا تقویٰ اور پرہیزگاری کی روح ہے اس لئے ظاہری قانون پر عمل کرتے ہوئے زبان اور دل کو بھی بری باتوں اور گندے خیالوں سے بچانا چاہئے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ

(سب کچھ) جانتا ہے نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے

وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں (کچھ مضائقہ) ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی

اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی

عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ

پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے　یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں

اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا

ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے　تم پر کچھ گناہ نہیں　کہ سب مل کر کھاؤ　یا الگ الگ (کھاؤ)　پھر

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً

جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو دعا کے طور پر جو خدا کی طرف سے مقرر ہے برکت والی عمدہ چیز ہے

طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے احکام بیان فرماتا ہے۔　تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

ع ۸

واقعۂ شانِ نزول

اس آیت کی تفسیر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ حالات معلوم کرلئے جائیں جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مزاج بن چکا تھا کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ اسی جذبہ کے پیش نظر کچھ وہ صحابہ کرام رض، جو غریب، اندھے، لنگڑے بیمار وغیرہ معذور تھے یہ سوچ کر تندرست و مالدار حضرات کے ساتھ کھانے سے رک گئے کہیں ہماری وجہ سے انکو تکلیف نہ ہو یا ہمارے کھانے کے ڈھنگ سے ان کی طبیعت میں تکدر ہو، اور دوسری طرف تندرست و مالدار صحابۂ کرامؓ یہ سوچ کر ان معذور حضرات کے ساتھ کھانے سے رک گئے کہ حکم ہے تمام ساتھی اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ سب برابر کھائیں کسی کی حق تلفی نہ ہو اس لئے انہیں یہ خیال ہوا کہ یہ حضرات اپنی معذوری اور بیماری کی وجہ سے کم کھائیں اور ہم زیادہ کھالیں جس سے ان کی حق تلفی ہو یا نابینا حضرات کو کچھ نظر نہیں آئے گا کہ کونسی چیز عمدہ ہے اور کونسی نہیں اور ہم عمدہ کھالیں تو ہم سے مواخذہ ہوگا اس ڈر سے یہ حضرات ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھانے سے رک گئے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ معذور و تندرست کو ایک ساتھ مل جل کر کھانے میں کوئی حرج نہیں، حاصل یہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھاؤ چھوٹی چھوٹی باتوں کا اتنا خیال مت کرو کہ باہم بے تکلف میل جول میں خواہ مخواہ رکاوٹیں پیدا ہوں۔

تنبیہ: اس آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھا بیٹھ کر کھائیں

تو موجب خیر و برکت ہے۔ دوسری بات اس آیت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ تمہارے جو خاص رشتہ دار یا دوست واحباب ہیں تم ان کے گھر جاکر خود بھی کھانا کھا سکتے ہو اور مجبور و معذور اور حاجتمند لوگوں کو بھی کھلا سکتے ہو، یہ آیت عرب میں صحابۂ کرام کے لئے نازل ہوئی جن کا یہ ماحول تھا کہ دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے تھے وہ قریبی رشتہ دار جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یا دوست واحباب اور حاجتمندوں کے لئے ان کے معاشرہ میں کھلی اجازت تھی کہ ہمارے گھر کھانے کی جو چیز بھی ہے اس پر تمہارا پورا حق ہے لہٰذا ایک دوسرے کے یہاں بلا تکلف جاکر کھا لیتے تھے جس سے انہیں خوشی ہوتی تھی اور حاجتمند کو کھلانا باعث فخر سمجھتے تھے۔

اب ایک آج کا ہمارا ماحول ہے جو اس ماحول سے بالکل جداگانہ ہے آج کوئی رشتہ دار اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر جاکر خود کچھ کھالے یا کسی حاجتمند کو کھلادے اس لئے ایسے حالات میں صریح اجازت کے بغیر نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ کسی غریب مسکین کو کھلانا جائز ہے ہاں اگر آج بھی کسی کو کسی کے گھر میں خود کھانے یا ضرورت مند کو کھلانے کی اجازت ہے تو پھر بلا معلوم کئے کھا اور کھلا سکتا ہے، غرضیکہ یہ مسئلہ موقوف ہے مالک کی اجازت پر۔

اس آیت میں ایک بات یہ بھی تعلیم فرمائی گئی کہ اجازت ملنے پر جب کسی کے گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے اپنے بھائی مسلمانوں کو سلام کرلیا کرو کہ یہ خیر و برکت کی چیز ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ

پس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس

جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

کے لئے مجمع کیا گیا ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں بس

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ

وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ ایسے مواقع پر اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت طلب کریں

شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

تو ان میں سے جس کے لئے آپ چاہیں اجازت دیدیا کریں اور آپ ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اصلی مومن کون؟

اوپر کی آیات میں آنے کے لئے اجازت طلب کرنے کا ذکر تھا اب یہاں جانے کے وقت اجازت لینے کے لئے فرمایا گیا ہے ارشاد ہے کہ اصلی مومن وہ حضرات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہو جاتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوتے ہیں تو بغیر اجازت کے اٹھ کر نہیں جاتے۔

واقعۂ شان نزول

یہ آیت غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی جو ماہ شوال ۵ھ میں اس وقت ہوا جب مشرکین عرب اور دوسری جماعتوں نے متحد محاذ بنا کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضہ کے مشورہ سے ان کے حملہ سے بچاؤ کے لئے خندق کھودی تھی، اس وقت بذات خود رسول اللہ اور تمام صحابہ رض خندق کھودنے میں مصروف تھے مگر منافقین اول تو آنے میں سستی کرتے تھے اور پھر آکر بھی معمولی سا کام دکھانے کو کر لیتے اور پھر چپکے سے غائب ہو جاتے، اس کے برخلاف مومنین سب کے سب پوری محنت کے ساتھ لگے رہتے اور کوئی مجبوری وضرورت پیش آتی تو رسول اللہ سے اجازت لے کر جاتے۔

حضرات فقہاء کرام رضہ نے لکھا ہے کہ اس وقت کے کامل مومن وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے تھے اور اب بلکہ ہر زمانہ میں کامل مومن وہ کہلائیں گے جو اپنے وقت کے اس امام وامیر جس کے قبضہ میں حکومت کی باگ ڈور ہے اس کا اور اس کی ہر ایسی مجلس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب وہ سب کو جمع کرنے کا حکم دیں تو اس کی تعمیل واجب ہے اور بغیر اجازت کے واپس جانا جائز نہیں۔

ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے لئے یہ حکم زیادہ اہم ہے اور اس کی مخالفت کھلی بدبختی ہے، اسلامی آداب معاشرت کے لئے یہ حکم باہمی اجتماعات اور مجلسوں کے لئے بھی کم از کم مستحب اور مستحسن ضرور ہے۔

اس آیت کے آخر میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ جب کوئی مومن ایسے موقع پر آپ سے اجازت طلب کرے تو آپ اس کے لئے مناسب سمجھیں تو اجازت دیدیا کیجئے اور اجازت دینے کے بعد ان کے لئے دعاء مغفرت کیا کیجئے کیونکہ ان کا یہ رخصت چاہنا اگرچہ قوی عذر ہی کی وجہ سے ہو مگر اس میں دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کا شائبہ ہے اس لئے آپ ان مخلصین کے لئے دعاء مغفرت فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

تم لوگ رسول ؐ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

(دوسرے کی) آڑ میں ہو کر تم میں سے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ

کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے، یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے.

يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ

اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم ہو اور اس دن کو بھی جس میں جب اس کے پاس لائے جاوینگے پھر وہ ان سب کو جتلا دیگا

شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

ع ۹ / ۱۵

تعظیم رسول فرض مومن ہے

لَا تَجْعَلُوْا الخ اس آیت کی دو تفسیریں بیان کی گئی ہیں، اول یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کیطرح نہ سمجھو کہ آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے بلکہ آپ کے بلانے پر آنا فرض ہو جاتا ہے جس طرح بغیر اجازت آپ کی مجلس سے جانا حرام ہو جاتا ہے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے صحابہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر (یا محمد) نہ پکارو اس میں بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ القاب سے پکارا کرو، حاصل یہ کہ آپ کی تعظیم مسلمانوں پر واجب ہے اور ہر ایسی بات سے بچنا جس سے آپ کی بے ادبی ہو یا آپ کو تکلیف پہونچے ضروری ہے، یہ حکم ایسا ہی تعظیمی ہے جیسے سورۂ حجرات میں فرمایا گیا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو تو ادب احترام کا پورا خیال رکھو ضرورت سے زیادہ اونچی آواز مت کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں، اور اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جب آپ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو باہر سے آواز دیکر نہ بلاؤ بلکہ آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو، اس دوسری تفسیر سے ایک عام ادب بزرگوں اور بڑوں کا یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کو ان کے نام سے پکارنا بے ادبی ہے ان کو تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیئے۔

اخیر میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سننا شاق گذرتا تھا وہ اکثر موقع

پاکر آنکھ بچا کر مجلس سے بلا اجازت کھسک جاتے تھے مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا تو یہ بھی اس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے انسے فرمایا گیا تم رسول اللہ سے کیا چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ کو تمہارا سب حال معلوم ہے قیامت کے دن جب پوری مخلوق اللہ کے سامنے حاضر ہوگی تب ان کے ایک ایک عمل کا حساب و کتاب ہو کر پوری پوری سزا دیدی جائیگی بس اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت آجائے یا آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں عذاب ہو (العیاذ باللہ) الحمد للہ سورۃ النور کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

(۲۵) سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۴۲)
آیاتہا ۷۷ — رکوعاتہا ۶

سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ ① الَّذِيْ

بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانیوالا ہو، ایسی ذات

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ انداز رکھا اور ان مشرکین نے خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے

يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا اور نہ کسی کے

وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③

مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو دوبارہ جلانے کا

سورۂ فرقان کا حاصل

اس سورت کے اندر اللہ کی عالی شان، قرآن کریم کی عظمت شان، رسول اللہ کی رسالت و نبوت کی حقانیت، دشمنان اسلام کے اعتراضوں کے جوابات، کچھ قوموں کے واقعات وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں۔

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی اعلیٰ شان والے ہیں جس نے حق و باطل حلال و حرام کے درمیان فیصلہ کر دینے والی کتاب قرآن مقدس اپنے خاص بندے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور یہ قرآن ہی تمام جہاں والوں کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا اور عذاب الٰہی سے ڈرانیوالا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے کہ وہ ذات بالا و برتر ایسی ہے جو آسمان و زمین کی تنہا مالک ہے اس کے نہ کوئی اولاد ہے نہ کوئی شریک، اس نے تنہا اپنی قدرت سے ہر چیز کو مناسب خواص و صفات کے ساتھ پیدا فرمایا، مثلاً زمین کو نہ اتنی سخت بنا دیا کہ اس میں کھیتی نہ ہو سکے اور نہ اتنی نرم بنایا کہ انسان اس پر بس نہ سکیں، مگر افسوس مشرکین نے خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے ایسے معبود بنا لئے ہیں جو کسی طرح بھی معبود ہونے کے قابل نہیں کیونکہ انہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور انکی یہ حالت ہے کہ نہ کسی کو کوئی نفع پہونچا سکتے ہیں اور نہ کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں، نہ کسی کو مارنے کا اختیار ہے، نہ پیدا کرنے کا اور نہ کسی کو قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے کا، پھر بڑی ہی بے وقوفی کی بات ہے کہ ایسی لچر اور بودی اور کمزور چیزوں کو اپنا معبود بنایا جائے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں　جھوٹ ہے　جس کو ایک شخص نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں

اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚۛ وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ

نے اس میں اس کی امداد کی ہے سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے　اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو

اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ

اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص نے لکھوا لیا ہے پھر وہی (مضامین) اسکو صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، آپ

السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اس ذات نے اتارا ہے جس کو چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں سب خبر ہے واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

کفار کے اعتراضات کے جوابات

کفار و مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن پر اعتراضات کیا کرتے تھے یہاں سے ان کے بعض اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

اس آیت میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن اللہ کی کتاب نہیں بلکہ محمد عربی نے اس کو خود ہی گھڑ لیا ہے یا پچھلے لوگوں کے قصے اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ سے سنکر اپنے صحابہ سے لکھوا لئے ہیں، اور چونکہ محمد امی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا اس لئے ان لکھے ہوئے قصوں کو صبح و شام سنتے رہتے ہیں تاکہ وہ یاد ہو جائیں اور پھر مجمع میں جاکر لوگوں کے سامنے یہ کہہ کر سنائیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

اس اعتراض کا جواب اس آیت میں جو دیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات خود بتلا رہی ہیں کہ یہ کسی انسان یا کسی مجلس کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اس خدا کی اتاری ہوئی ہیں جس کے احاطۂ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں، اس کتاب عظیم کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، غیبی خبریں احکام و قوانین وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی محدود علم والے انسان کا کلام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے بار بار چیلنج کرنے کے بعد بھی کوئی اس جیسی مکمل کتاب تو کیا ایک سورت بھی نہیں بنا سکا بلکہ ایک آیت بھی آج تک دنیا بھر کے کروڑوں فصحاء و بلغا بنانے سے عاجز و قاصر رہے، اہل عرب جن کے لئے یہ معمولی کام تھا وہ بھی عاجز رہے، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ خالق و مالک کائنات اللہ جل شانہ کا مقدس کلام ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۙ

اور یہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ

اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ آ پڑتا

اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا اور یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو۔

مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو وہ (بالکل) گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ

سَبِيْلًا ۝۹

نہیں پا سکتے.

ع ۱۶

تفسیر ان آیات میں کفار کے دوسرے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، کفار کہتے تھے جب محمد عربی ہماری طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہیں تو پھر اللہ کے رسول کہاں سے ہو گئے اگر یہ واقعی اللہ کے رسول ہوتے تو ان کے ساتھ کم از کم ایک آدھ فرشتہ تو ضرور ہوتا جو ان کو سچا رسول ثابت کرتا لوگوں پر رعب جمانے کے لئے وہ ان کے ساتھ گھوما کرتا. اگر فرشتہ بھی ہمراہ نہیں تو سونے چاندی کا کوئی خزانہ ہوتا جسے لوگوں پر خرچ کر کے اپنے دین کی طرف انہیں مائل کرتے اور اگر ایسا بھی نہیں کم از کم ایک آدھ باغ تو عام زمینداروں کی طرح ضرور ہی ہونا چاہئے تھا تاکہ اپنے اپنی ضروریات پوری کرتے بس جب کچھ بھی نہیں تو کیسے یقین کر لیا جائے کہ یہ معمولی حیثیت کا آدمی اللہ کا رسول ہے بس اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص کی عقل جاتی رہی یا کسی نے جادو کرا کر ہوش باختہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس کا مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ دیکھو یہ لوگ آپکی شان میں کیسی کیسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ سب گمراہ ہو گئے اور اب ان کو راہ ملنے کی کوئی صورت نہ رہی، تفصیلی جواب اگلی آیات میں دیا گیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے باغات جن کے نیچے سے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ

بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دیدے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ

اور (انجام اس کا یہ ہو گا کہ) ہم نے ایسے شخص کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے، وہ انکو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ

بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

اس کا جوش وخروش سنیں گے۔ اور جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں

مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا

ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے، تو وہاں موت موت پکاریں گے آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں

ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

کو پکارو آپ کہئے کہ (یہ بتلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی حالت) اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت جس کا خدا سے ڈرنیوالوں

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ

سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لئے صلہ ہے اور انکا ٹھکانہ ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ ہمیشہ رہیں گے

عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝۱۶ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے، اور جس روز اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے ان کو جمع

فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ ۝۱۷ قَالُوْا

کریگا پھر فرمادے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ راہ سے گمراہ ہو گئے تھے وہ عرض

سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ

کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۸ فَقَدْ

لیکن آپ نے ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی یہاں تک کہ وہ (آپ کی) یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے، (اس

كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ

وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو لاجواب کرنے کے لئے فرمادیگا کہ) تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرادیا سو تم نہ تو خود ٹال

مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

سکتے ہو اور نہ مدد دیئے جاسکتے ہو اور جو تم میں ظالم ہوگا ہم اسکو بڑا عذاب چکھائینگے۔

تفسیر یہاں کفار و مشرکین کے اعتراض کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر محمد عربی اللہ کے رسول ہوتے تو ان کے پاس باغ و جائیداد اور خزانے ہوتے، ان کو جواب دیا گیا ہے کہ باغات اور خزانے دیدینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرمادے جس کا تم لوگ مطالبہ کر رہے ہو بلکہ اللہ کو قدرت ہے کہ جو باغات نہریں محلات اور حوریں جنت میں ملنے والی ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کردے مگر کچھ حکمتوں اور مصلحتوں کا تقاضہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیوی مال و دولت سے الگ ہی رکھا جائے خاص طور پر انبیا کے سردار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہوا کہ وہ عام غریب مسلمانوں کی صفوں اور ان جیسے حالات میں رہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان معترضین کے اگر تمام مطالبات و فرمائشیں پوری بھی کردی جائیں یہ تب بھی ایمان لانے والے نہیں یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس کا انجام جہنم ہے جہاں یہ موت کو پکاریں گے مگر وہاں موت کہاں اس وقت ان سے کہا جائیگا تمہارا یہ انجام بہتر ہے یا اللہ کا وہ وعدہ جو مومنین سے جنت اور اسکے راحت و آرام کا کیا گیا تھا جو آج ان کو مل گئی ہے اور وہ اب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے بعد ان مشرکین کو سنانے کے لئے ان کے معبودوں کو خواہ وہ بت ہوں یا فرشتے یا حضرت عیسیٰؑ وغیرہ سے کہا جائیگا تم نے میرے ان بندوں کو حق سے گمراہ کیا تھا یہ سب عرض کریں گے ہمارے پروردگار ہم میں یہ مجال کہاں کہ ہم ان کو گمراہ کرتے یہ خود ہی نفسانی خواہشات میں پڑکر گمراہ ہوئے ہیں بھلا ہم تو خود آپکو اپنا معبود سمجھتے ہیں، پھر ان کو کیسے حکم دیتے کہ ہم تمہارے معبود ہیں ہم تو خود بندے ہیں معبود کس طرح بن سکتے ہیں معبود تو بس صرف اے اللہ آپ کی ذات ہے۔

حق تعالیٰ ان مشرکین سے فرمائیں گے لو جن پر تمہیں پورا بھروسہ تھا کہ وہ تمہاری مدد کریں گے انہوں نے صاف انکار کردیا ہے اور وہ خود تمہارے شرک سے بیزار ہیں، اور تمہارا جرم پورے طور پر ثابت ہوچکا اب یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں رہی کہ ہمارے معبودوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا بس اب ہم تم کو بڑا سخت جہنم کا عذاب چکھائیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے

وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ

اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے، اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا صبر کرو گے

وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰

اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

ع ۲ / ۱۱ / ۱۷

تفسیر

کفار و مشرکین نے ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ اگر محمد عربی اللہ کے رسول ہوتے تو عام انسانوں کیطرح نہ کھاتے پیتے اور نہ ضروریات زندگی کے لئے بازاروں میں پھرتے، اصل میں ان کا یہ گمان تھا کہ رسول انسان نہیں ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا ہے، یہاں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جن انبیاء کو تم نبی و رسول مانتے ہو جیسے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ وہ بھی انسان ہی تھے فرشتہ نہیں وہ بھی کھاتے پیتے اور بازاروں میں پھرتے تھے جس سے تمہیں بآسانی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کھانا پینا وغیرہ نبوت کے خلاف نہیں بلکہ یہ عین حکمت ہے کہ انسانوں میں رسول ہی انسان ہی بھیجا جائے تاکہ ان کے مزاج کے مطابق ان کو تعلیمات دے سکے۔

امیر و غریب اور تندرست و بیمار بنانیکی حکمت

اس آیت کے اخیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تو سب کچھ تھی کہ وہ سارے انسانوں کو یکساں مالدار اور تندرست بنا دیتا کوئی غریب و بیمار نہ ہوتا مگر نظام عالم میں اسکی وجہ سے بڑے رخنے پیدا ہو جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی کو غریب کسی کو مالدار کسی کو صحت مند کسی کو بیمار بنایا، اور اس میں ہر ایک کی آزمائش وامتحان بھی ہے مالدار اور صحتمند کے شکر اور غریب و بیمار کے صبر کا امتحان ہے اسی لئے اپنی امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت اور صحت و تندرستی اور عزت و جاہ میں تم سے بڑھا ہوا ہو تو فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہوں تاکہ حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ کا شکر کرنے کی توفیق بھی ہو۔

بحمد سبحانہ وتعالیٰ پارہ قَدْ اَفْلَحَ ۱۸ کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر

آسان تفسیر

پارہ ۱۹

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

موبائل: 9837375773

50/-

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

قرآن شریف کی آسان تفسیر

اردو

قدیم و جدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ

مرتب
محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

اداره دعوت و تبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

ظہیر انور قاسمی

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ

پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد سے بہت دور نکل گئے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے، اس روز مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔

کفار کے ایک اعتراض کا جواب

یہاں کفار و مشرکین کی بے ہودہ گوئی اور اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، یہ کہتے تھے کہ اگر محمد عربی واقعی ہی میں اللہ کے رسول ہیں تو فرشتے اس کی تصدیق ہمارے پاس آکر کیوں نہیں کرتے یا پھر اللہ ہی تصدیق کرے اس طور پر کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھیں اور وہ ہم سے کہے کہ محمد عربی ہمارے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ اعتراض کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کو مرکر قیامت کے روز ہمارے سامنے پیش ہونے اور حساب وکتاب دینے اور سزا پانے کا خوف نہیں اسی لئے وہ ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں اور اپنے کو بہت بڑا اور اس قابل سمجھ رہے ہیں کہ فرشتے ان سے بات کریں یا ان سیاہ کاروں کو اللہ کی زیارت ہو۔

آگے بطور طنز ان سے فرمایا جارہا ہے کہ تم فرشتوں کو دیکھو گے مگر اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں قیامت کے دن اور اس وقت تم ان سے پناہ مانگو گے کیونکہ جب تم ان فرشتوں کو عذاب کے سامان کے ساتھ دیکھو گے تو گھبرا کر پناہ مانگو گے مگر اس وقت تم کو پناہ دینے والا کوئی نہیں ہوگا بس تم سخت عذاب کی گرفت میں آجاؤ گے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ

اور ہم ان کے ان کاموں کی طرف جو کہ وہ کرچکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا کردیں گے جیسے پریشان غبار (البتہ) اہل جنت اس روز

مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾

قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہونگے، اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائیگا اور فرشتے بکثرت اتارے

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ

جاویں گے۔ اس روز حقیقی حکومت رحمٰن ہوگی اور وہ کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا۔ اور جس روز ظالم اپنے

الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ

ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھا دے گا کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول کے ساتھ راہ پر لگ لیتا۔ ہائے میری شامت کیا اچھا ہوتا

لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ

کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو انسان کو

الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم قیامت کے روز کافروں کے ان کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے جن کو انھوں نے دنیا میں نیک اور اچھے سمجھ کر کیا ہوگا مگر ان اعمال پر بھی ان کو کسی قسم کا ثواب نہیں ملے گا کیونکہ بلا ایمان نیک اعمال بھی قابل قبول نہیں، بس ہم ان کے ان اعمال کو خاک کے حقیر ذرات جیسا بنا دیں گے جو کسی کام نہ آئیں گے اور اس کے بالمقابل ان مومنوں کے اعمال قابل قبول ہوں گے جن کا کافر مذاق اڑایا کرتے تھے ان مومنوں کو ہم جنت میں جگہ دیں گے جہاں وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد ادھر سے بادل جیسی ایک چیز اترتی ہوئی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اور اس کے ساتھ بے شمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا یہ سب میدان حشر میں آئیں گے جہاں صرف اللہ ہی کی حکومت ہوگی کسی کو چون و چرا کی کوئی ہمت نہ ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا حساب و کتاب لیں گے، حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوپہر تک تمام مخلوقات کے حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اور دوپہر کے سونے کے وقت جنتی جنت میں پہونچ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں، یہ وقت کافروں پر بڑا ہی سخت

ہو گا اپنے ہاتھ کاٹ کر کہہ رہے ہوں گے کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم رسول اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ پر اپنی زندگی گذارتے، اور افسوس کریں گے کیوں ہم نے شیطان الانس والجن اور اس کے چیلوں چانٹوں کا راستہ اختیار کیا، حالانکہ پیغمبر کی نصیحت ہمیں پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی اور ممکن تھا کہ ہمارے دل میں اتر جاتی مگر اس کمبخت کی دوستی نے تباہ کیا اور ہمیں پیغمبر کی نصیحت کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ بلاشبہ شیطان بڑا ہی دغاباز ہے آدمی کو عین وقت پر دھوکہ دیتا ہے اور بری طرح رسوا و ذلیل کرتا ہے۔

واقعہ شان نزول

"لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا" یہ آیت اگرچہ ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی مگر اپنے حکم کے اعتبار سے عام ہے جیسا کہ اوپر تفسیر کی گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ عقبہ ابن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس آتا تو شہر کے معزز لوگوں کی دعوت کرتا۔ یہ عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملاقات کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے رسول اللہ کی بھی دعوت کی جب آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے عقبہ میں اس وقت کھانا کھاؤں گا جب تم شرک چھوڑ دو اور ایمان قبول کرلو چنانچہ آپ کے کہنے سے اس نے ایمان قبول کرلیا اس کے بعد آپ کھانا کھا کر اس سے رخصت ہو کر آ گئے اس واقعہ کا علم جب عقبہ کے دوست اُبی بن خلف کو ہوا تو اس نے اپنے دوست کو بڑی ملامت کی اس نے مجبوری ظاہر کی کہ قریش کے معزز شخص محمد عربی میرے گھر سے بغیر کھانا کھائے جاتے یہ میرے لئے بڑی ذلت و رسوائی کی بات تھی اس وجہ سے میں نے کلمہ پڑھ لیا اس پر ابی بن خلف نے کہا میں تیری ان باتوں کو اسوقت تک نہیں مانوں گا جب تک کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ پر جاکر نہ تھوکے، یہ بدنصیب اپنے دوست کی خاطر اس گستاخی پر آمادہ ہوگیا اور کر گذرا۔ ان دونوں دوستوں کو اللہ نے دنیا میں بھی ذلیل کیا کہ جنگ بدر میں دونوں مارے گئے اور آخرت کے عذاب کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جب آخرت میں عذاب آتا دیکھے گا تو اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو اپنا دوست نہ بناتا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ وَكَذٰلِكَ

اور رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا، اور ہم اسی

جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ۝

طرح مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

تفسیر مسلسل کوشش کے بعد بھی جب ضدی قسم کے لوگوں نے حضور علیہ السلام کی دینی دعوت کی طرف توجہ نہ کی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی۔ اے میرے پروردگار میری قوم دین اسلام کی بات نہیں سنتی قرآن عظیم جیسی مقدس کتاب کو بکواس کہتی ہے جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے ہیں تاکہ کوئی سن اور سمجھ نہ سکے، انھوں نے قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا ہے۔

قرآن سے لاپروائی کا انجام اس آیت میں اگرچہ ذکر کافروں کا ہے مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس میں وہ مسلمان بھی درجہ بدرجہ شامل ہیں جو اس قرآن کو پڑھنا نہیں سیکھتے، تلاوت نہیں کرتے اس کا مطلب نہیں سمجھتے، اس پر عمل نہیں کرتے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا لیکن اس کو بند کر کے گھر میں رکھ لیا اس کی پابندی سے تلاوت نہ کی اور اس کے احکام و مطالب میں غور نہ کیا تو قیامت کے روز قرآن ایسے شخص کے گلے میں پڑا ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرے گا کہ اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔

آپ کی اس شکایت کے جواب میں آپ کو تسلی دینے کے لئے ان آیات میں فرمایا گیا ہے اگر آپ کے دشمن قرآن کو نہیں مانتے تو آپ اس پر صبر کیجئے کیونکہ ہمیشہ سے دستور خداوندی یہی رہا ہے کہ ہر نبی کے کچھ مجرم لوگ دشمن ہوا کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس پر صبر کرتے رہے ہیں (جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں) بس آپ ان کافرین کی رکاوٹ کی پرواہ نہ کیجئے جس کو اللہ چاہے گا ہدایت پر لے آئے گا۔ اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان کے مقابلہ میں اللہ آپ کی مدد و نصرت فرمائے گا لہٰذا آپ کسی طرح کا غم نہ کریں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن دفعۃً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس طرح اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے تاکہ

بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ

ہم اسکے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے، اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپکے سامنے

تَفْسِيرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

پیش کریں مگر ہم ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لیجائے

وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

جاویں گے، یہ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

دشمنانِ اسلام کے ایک اعتراض کا جواب

نبی کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے اعتراض گھڑتے ہیں ان میں سے ایک اعتراض کو یہاں بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ دوسری کتابوں کیطرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا تھوڑا تھوڑا کر کے برسوں میں اتارا گیا، کیا اللہ تعالیٰ کو کچھ سوچنا پڑتا تھا (نعوذ باللہ) اس سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ محمد عربی خود سوچ سوچ کر یہ کلام بناتے تھے اور پھر موقع دیکھ کر تھوڑا تھوڑا اسنا دیتے تھے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ناسمجھ لوگو تمہاری سوچ غلط ہے اگر تم صحیح طور پر اس میں غور و فکر کرو تو بہت سے فائدے تمہیں نظر آئیں گے مثلاً ۱ تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی صورت میں حفظ کرنا زیادہ آسان ہے ۲ سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے ۳ واقعہ شان نزول دیکھ کر ان آیات کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا ۴ ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا صحیح جواب ملتے رہنے سے حضور اور مسلمانوں کے دل کو تسکین ملتی رہی، ۵ تھوڑا تھوڑا نازل ہونے میں حضرت جبریلؑ کا بار بار آنا جانا ہوا جو مستقل برکت تھی اور حضور علیہ السلام کے لئے تسلی و تشفی اور مسرت و خوشی کا ذریعہ تھا۔

اس کے بعد حضور کے دل کو تقویت پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ آپ سے کیسا ہی عجیب سوال کریں ہم اس کا صحیح جواب پوری وضاحت کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں تاکہ آپ ان کو لاجواب کر سکیں، ان لوگوں کے انجام سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو باخبر کیا کہ ہم ان کو چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں لے جائیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا

اور بہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارونؑ کو معین بنایا تھا، پھر ہم نے (دونوں کو)

اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ؕ

حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے۔

تفسیر یہاں تک رسالت کا انکار کرنے والوں اور قرآن پر اعتراضات کرنے والوں کو وعیدیں سنائی گئیں اور جواب دیئے گئے، اب یہاں سے کچھ پچھلی قوموں کے عبرتناک حالات بیان کئے جاتے ہیں جن میں حضور علیہ السلام کے لئے تسلی و تقویت قلب کا سامان ہے۔ کہ جس طرح ہم نے پچھلے انبیاء کی مدد فرمائی اور دشمنوں کو غالب کیا اسی طرح آپ کے لئے بھی ہونیوالا ہے پہلے حضرت موسیٰ ع کا ذکر فرمایا کہ ہم نے ان کو اور ان کے بھائی ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا جنہوں نے اپنے رب کو بھلا رکھا تھا، اور فرعون کو خدا بنا رکھا تھا، جب انھوں نے موسیٰ کی باتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اپنے قہر و غضب سے ہلاک کر ڈالا، چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا

سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا۔ اور قوم نوحؑ کو بھی ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ جب انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انکو

لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ

غرق کر دیا اور ہم نے ان کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنا دیا۔ اور ہم نے (ان) ظالموں کیلئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحٰب

كَثِيْرًا ؕ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ؕ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ

الرس اور انکے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ہر ایک کے واسطے عجیب عجیب مضامین بیان کئے اور ہم نے سب کو بالکل برباد کر دیا

اقوال و تحقیق كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ یعنی قوم فرعون نے ہماری آیات کا انکار کیا۔

س ۔ اس وقت تک تو حضرت موسیٰ ع پر توریت نازل بھی نہیں ہوئی تھی پھر آیات کے انکار کرنے کا کیا مطلب؟ **ج** یہاں آیات سے مراد یا تو توحید کے دلائل عقلیہ ہیں جو ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق سمجھ میں آسکتے ہیں ان میں غور نہ کرنے کو آیات کا انکار فرمایا ہے یا انبیاء سابقین کی روایات جو کچھ نہ کچھ ہر قوم میں نقل ہوتی آئی ہیں ان کا انکار مراد ہے۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ۔

الَّتِیۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ اَفَلَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَرَوۡنَہَا ۚ بَلۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴿۴۰﴾

اور اس بستی پر ہو کر گذرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے، سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے. بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے۔

پیغمبروں کو جھٹلانے کا انجام

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب قوم نوح نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو طوفان سے غرق کردیا اور اسی طرح ہم نے قوم عاد اور قوم ثمود اور اصحاب الرّس اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں کو ہلاک کیا، کیونکہ ان سب کی ہدایت کے لئے ہم نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ عجیب عجیب مضامین، عمدہ قسم کی مثالیں مضبوط دلائل بیان کئے مگر یہ نافرمانی و سرکشی پر قائم رہے تو پھر ہم نے ان کو ہلاک کردیا۔

اَصۡحٰبَ الرَّسِّ سے کون لوگ مراد ہیں اس کی تفصیل کسی صحیح حدیث میں منقول نہیں البتہ صاحب مظہری وغیرہ مفسرین نے کچھ اقوال بیان کئے ہیں ان میں سے یہاں صرف ایک کو لکھا جاتا ہے. وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ اصحاب الرس (یعنی کنویں والے) سے مراد حضرت شعیبؑ کی قوم ہے ان کی آبادی ایک کنویں کے اردگرد تھی یہ لوگ جانور پالتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے. حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا اور اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے قبول نہ کی اور روز بروز ان کی نافرمانی و سرکشی بڑھتی رہی، اور حضرت شعیبؑ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہونچاتے رہے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا جس وقت یہ لوگ اپنے گھروں میں موجود تھے تو یکدم وہاں کی زمین دھنس گئی جس سے ان کے تمام گھر اور کنواں زمین میں دھنس گیا اور یہ سب لوگ ہلاک ہوگئے۔

ان آیات کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کافرین کو مخاطب کرکے فرمایا جو ملک شام کا سفر کرتے ہوئے قوم لوط کی ان بستیوں سے گذرتے جن پر پتھر برسا کر اللہ نے ہلاک کردیا تھا ان سے تمہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اپنے خالق و مالک کے فرمانبردار بن کر زندگی گذارنی چاہئے۔

وَاِذَا رَاَوۡکَ اِنۡ یَّتَّخِذُوۡنَکَ اِلَّا ہُزُوًا ؕ اَہٰذَا الَّذِیۡ بَعَثَ اللّٰہُ رَسُوۡلًا ﴿۴۱﴾ اِنۡ کَادَ

نہیں رکھتے. اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کے تمسخر کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے. اس شخص نے

نوٹ:۔ قوم موسیٰ، قوم نوح، قوم ثمود، قوم عاد کے تفصیلی حالات سورہ اعراف میں گذر چکے ہیں۔
(محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ)

لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے اور (مرنے کے بعد) جلد ہی ان کو معلوم ہو جاویگا جب عذاب کا معائنہ

مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾

کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا، اے پیغمبرؐ آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع ۲

اسکی نگرانی کر سکتے ہیں، یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

کافرین کی حالت

ان آیات میں فرمایا گیا کہ ان کافرین و مشرکین کا یہ حال ہے کہ جہاں آپ کو دیکھا وہیں آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں کہتے ہیں کیا یہی وہ بزرگ ہے جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی یہ غریب آدمی رسول نہ ہونا چاہئے تھا کوئی مالدار ہوتا اور پھر خود ہی کہتے مگر ہاں اس شخص میں ایک بات بڑی کمال کی ہے باتوں کا بڑا جادوگر ہے اپنی بات ایسے مؤثر انداز میں کہتا ہے کہ دل میں اترتی چلی جاتی ہے ارے یہ تو ہمیں بھی ہمارے معبودوں (بتوں) سے ہٹا دیتا اگر ہم ان کو مضبوطی سے نہ پکڑے ہوئے ہوتے اب تک تو یہ ہم کو گمراہ کر چکا ہوتا، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ مرنے کے بعد جب تم ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھو گے تب پتہ چلے گا کون گمراہ تھا اور کون حق پر۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اے محمد جو شخص خواہشات نفسانی کا غلام بن چکا ہے ان کے ہدایت پر آنے کی امید نہ کیجئے کیونکہ نہ وہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں مثل جانوروں کے ہیں بلکہ اس سے بھی گئے گذرے کیونکہ جانور کم از کم اتنا شعور تو رکھتے ہیں کہ اپنے مالک کے سامنے سر جھکا لیتے ہیں اور یہ کمبخت تو اپنے خالق و مالک کے سامنے بھی سر نہیں جھکاتے الٹی نافرمانی و سرکشی کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

کیا تو نے اپنے پروردگار پر نظر نہیں کی اس نے سایہ کو کیونکر پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھیرا یا ہوا رکھتا پھر ہم نے

عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

آفتاب کو اس پر علامت مقرر کیا پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا۔

اللہ کی قدرت واحسان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت واحسان کو واضح کرنے کے لئے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کی صنعت وقدرت کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح سائے کو پھیلاتا ہے کہ وہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو ایک ہی جگہ ٹھہرائے رکھتا وہ نہ گھٹتا نہ بڑھتا اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سورج کی شعاعوں کو اتنی دور تک نہ آنے دیتا کیونکہ سورج کی شعاعوں کا زمین پر پہنچنا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے چنانچہ جب سورج نکلتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مغرب کی جانب لمبا ہوتا ہے پھر وہ گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ نصف النہار (دوپہر کے وقت) تک تقریباً ختم ہو جاتا ہے، پھر زوال کے بعد یہی سایہ اسی طرح رفتہ رفتہ بڑھنا شروع ہوتا ہے اور پھر شام کو غروب کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

ان آیات سے غافل انسان کو بیدار کرنا ہے کہ سائے کا گھٹنا بڑھنا تمہاری نظر میں اگرچہ سورج کی وجہ سے ہے مگر تم اس پر بھی غور کرو کہ سورج کو اس شان سے کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ اللہ کی ذات ہے اسی نے دھوپ اور سائے کو پیدا کیا۔ یہ دونوں چیزیں پیدا کر کے اللہ نے بندوں پر بڑا احسان کیا کیونکہ دھوپ چھاؤں ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر انسانی زندگی اور اس کا کاروبار نہیں چل سکتا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۞

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔ اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک

طَهُوْرًا ۞ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۞

صاف کرنیکی چیز ہے، تاکہ اسکے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈالدیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۞

کردیں۔ اور ہم اس کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں سو اکثر لوگ بغیر ناشکری کئے نہ رہے

اللہ کے انعامات و احسانات

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی کرم فرما ہے کہ اس نے انسان پر نیند مسلط فرما دی جو راحت و آرام کی چیز ہے سونے سے انسان کی جسمانی و دماغی تکان دور ہو کر نئی طاقت حاصل ہو جاتی ہے نیند کے لئے رات کا وقت بنایا رات کی تاریکی میں نیند آرام کی اور گہری آتی ہے، پھر سب ایک ہی وقت میں سوتے ہیں جس سے کسی کے کاروبار میں بھی الجھن نہیں ہوتی اگر لوگوں کے سونے کیوقت الگ الگ ہوتے تو کاروبار میں بڑی دشواریاں پیدا ہو جاتیں،

اور یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ جس طرح اس نے رات کو سونے کے لئے مخصوص فرمایا اسی طرح دن کو جاگنے کے لئے تاکہ ہر آدمی اپنی ضروریات زندگی مہیا کر سکے۔

یہ بھی اللہ کا انعام عظیم ہے کہ بارش آنے سے پہلے بطور خوشخبری ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے پھر آسمان کی طرف سے پانی برساتا ہے جو خود بھی پاک ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والا ہے اور اس پانی کے ذریعہ مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے، کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جہاں خاک اڑ رہی تھی وہ سبزہ زار بن جاتا ہے اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

اور یہ بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو برابر نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں جلدی کہیں دیر میں غرض کہ جس طرح اللہ کی حکمت و مرضی ہوتی ہے اس حساب سے پہونچتا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس پانی کا بھیجنا کسی قادر مختار اور حکیم کے قبضہ میں ہے مگر پھر بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ الٹے ناشکری پر اتر جاتے ہیں اور کفر و نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ، یعنی بارش کو ہم بدلتے اور پھیرتے رہتے ہیں کبھی ایک شہر میں کبھی دوسرے شہر میں، حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ اس سال بارش کم ہے اس سال زیادہ ہے یہ حقیقت کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ بارش کا پانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر سال برابر برستا ہے البتہ بحکم الٰہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی مقدار کسی شہر بستی میں زیادہ کر دی کسی میں کم کر دی، اور بعض اوقات بستیوں سے کم کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں برسا دیا جاتا ہے اس سے لوگوں کو سزا دینا اور متنبہ کرنا ہوتا ہے، اور بعض اوقات ضرورت سے زیادہ بارش برسا کر بھی لوگوں کو سزا دینا اور تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لئے ہر دم اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہنا چاہئے

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ۖ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے، سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے ان کا

كَبِیْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ

زور شور سے مقابلہ کیجئے، اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو صورۃً ملایا جن میں ایک (کا پانی) تو شیریں تسکین بخش ہے

بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

اور ایک (کا پانی) شور تلخ ہے۔ اور ان کے درمیان میں ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھدیا، اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے

وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ۭ

آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔ اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ۝

کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ انکو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں، اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے۔

قرآنی تعلیمات کو پھیلانا بھی جہاد ہے

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کافرین کی حالت بد اور کفر وانکار کو دیکھ کر ہمت نہ ہارئیے کہ میں تنہا ان ضدی لوگوں کو کس طرح قرآنی دعوت پیش کروں گا۔ ہم چاہتے تو ہر زمانہ اور ہر خطہ میں الگ نبی بھیج دیتے مگر ہمارا مقصود آپ کے اجر و ثواب اور قرب کو بڑھانا ہے، بس آپ خوب زور و شور سے قرآنی دلائل پیش کر کے اپنا تبلیغی مشن جاری رکھیے

بعض مفسرین رح نے فرمایا کہ قرآنی تعلیمات کو پھیلانا یہ بھی بڑا جہاد ہے اس کے بعد ان ہی آیات میں توحید و قدرت خداوندی پر دلیل پیش کی گئی کہ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے دو ایسے دریاؤں کو ملایا جن میں ایک کا پانی میٹھا اور دوسرے کا تلخ ہے اور اس پر اس کی قدرت کا کمال یہ کہ بظاہر دونوں طرح کے پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایسا خفیف و لطیف پردہ ہوتا ہے جو دونوں کو ملنے نہیں دیتا ادھر کا پانی پیجئے تو تلخ اور دوسری جانب سے پیئے تو شیریں اور ذائقہ دار۔

علماء مفسرین رح نے فرمایا کہ اس سے وہ مواقع مراد ہیں جہاں شیریں ندیوں کا پانی آکر سمندر کے تلخ

پانی میں ملتا ہے ایسی جگہوں پر میلوں دور تک میٹھا اور تلخ پانی الگ الگ چلتے ہیں۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علمار کی شہادت نقل کی ہے کہ "ارکان" سے چاٹگام تک دریا کی یہ شان ہے کہ اس کی دونوں جانبین الگ الگ قسم کے دو دریا نظر آتے ہیں ایک جانب کا پانی سفید ہے اور دوسری جانب کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح پانی خوب ٹھاٹے اور موجیں مارتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید ہی میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی چلی گئی ہے لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ پانی تلخ ہے۔

اور یہ بھی قدرت خداوندی کی واضح دلیل ہے کہ اس نے ایک قطرہ منی سے انسان کو وجود بخشا پھر اس کی نسلیں چلائیں سسرالی اور دامادی رشتے قائم ہوئے اور ایک بہت بڑا خاندان بنا دیا، یہ اللہ کی شانِ قدرت کہ ایک ناپاک قطرہ سے کیسے کیا بنا دیا مگر یہ انسان اپنی حقیقت سے غافل ہو کر اور اپنے حقیقی خالق و مالک اور محسن و مربی کو بھول کر عاجز و کمزور مخلوق کو اپنا خدا بنا بیٹھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ

اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ خوش خبری سنائیں ۔ اور ڈرائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس

اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ

پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک راستہ اختیار کرے اور اس حی لایموت پر توکل رکھے۔ اور اس کی

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۟ۚ

تسبیح و تحمید میں لگے رہیے۔ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے

تفسیر ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری سنا دیں اور کافروں کو دوزخ سے ڈرا دیں اور آپ ان سے فرمائیے کہ اے لوگو میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے خالق و مالک کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے لگو، اور آپ ان کی دشمنی کی قطعاً پرواہ نہ کیجئے بلکہ ہم پر بھروسہ رکھیے اور ہماری تسبیح و تقدیس کرتے رہیے، اللہ

تعالیٰ ایسے گستاخ و نافرمان بندوں کی حرکات سے خوب واقف ہے وہ ان سے خود نمٹ لے گا۔

درحقیقت ان آیات میں حضور علیہ السلام کے اس فکر کو زائل کرنا مقصود ہے کہ جب یہ لوگ میرے دشمن ہیں تو جو دین کی بات میں ان کو سناؤں گا یہ کب اسے سن کر قبول کریں گے، اللہ نے فرمایا یہ سب ہمارا کام ہے آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں آپ صرف ہم پر بھروسہ کر کے تبلیغ کرتے رہیئے۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ

وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے سب چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا وہ بڑا مہربان ہے

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ

تو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے۔

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ

کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہمکو کہو گے اور اس سے انکو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے، وہ ذات بہت عالیشان ہے

فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ

جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا، اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے

یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝

کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اس شخص کے لئے ہیں جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

تفسیر

ان آیات میں پھر توحید باری تعالیٰ کا بیان ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو اس نے صرف چھ دن کے اندر پیدا فرمایا اور پھر عرش پر اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوا (اس کی پوری تفصیل سورۂ اعراف رکوع ۷ میں گذر چکی ہے)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو بوجہ عناد اور چڑ کے کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے جس کو ہم سجدہ کریں کیا آپ کے صرف اتنا کہنے سے ہم رحمٰن کو سجدہ کر لیں گے۔

ان آیات میں ان سے فرمایا گیا کہ اگر واقعی تم رحمٰن کو نہیں جانتے تو کسی جاننے والے سے معلوم کرلو، بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد سابقہ آسمانی کتب کا علم رکھنے والے علماء یہود و نصاریٰ ہیں کہ وہ تم کو رحمٰن کی حقیقت اس کی ذات وصفات سے واقف کرائیں گے کہ وہ کس زبردست قدرت وغلبہ والا ہے اور حقیقت میں سجدہ کا صرف وہی تنہا مستحق ہے۔

ان آیات کے اخیر میں بیان ہے کہ وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے۔ اور دوستارے تو بڑے ہی نورانی اور نفع بخش بنائے یعنی چاند وسورج اور پھران کے ذریعہ رات ودن روشنی وتاریکی۔ غرض کہ یہ تمام کائنات اس لئے پیدا فرمائی گئی ہے تاکہ انسان اس میں غور وفکر کرکے اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کو پہچان کر صرف اسی کا بندہ بن جائے اور کسی بھی مخلوق کے سامنے نہ جھکے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جہلا ان سے (جہالت کی بات کرتے ہیں) تو وہ رفع شر کی بات

قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

کہتے ہیں، اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں، اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے

اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔

تفسیر

سورۂ فرقان کی ان آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص ومقبول بندوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کے عقائد، اعمال، اخلاق، سب اللہ ورسول کی مرضی کے موافق اور احکام شرعیہ کے مطابق ہیں، اپنے ان بندوں کو اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کے لقب سے نوازا ہے۔

اللہ کے مخصوص بندوں کی صفات

اللہ کے یہ مخصوص بندے اپنے ہر قول وفعل سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں، ان کی چال ڈھال سے عاجزی وانکساری ظاہر ہوتی ہے، یہ متکبروں کیطرح اکڑ کر زمین پر نہیں چلتے بلکہ ان

کے مزاج میں تواضع ہے اسی کا اثر چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک صفت ان میں یہ بھی ہے کہ جب جاہل بے وقوف ان سے بدتمیزی کرتے ہیں تو یہ ان سے منھ نہیں لگتے بلکہ سلامتی کی بات کہتے ہیں اور اچھے سلوک سے پیش آتے ہیں تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے اور نہ ہی کسی قسم کا شر پیدا ہو۔

یہ تو ان کے دن کا حال تھا آگے رات کی کیفیت مذکور ہے کہ یہ رات کو نماز اور ذکر و اذکار میں مشغول رہتے ہیں، رات کی عبادت کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ وقت سونے آرام کرنے کا ہے مگر یہ لوگ اپنی نیند کو قربان کر کے آرام کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں نیز رات کے وقت ریا و دکھاوے کا بھی خطرہ نہیں ہوتا اسی لئے تہجد کی نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے ترمذی شریف کی ایک روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہجد کی پابندی کرو یہ تم سے پہلے صلحا کا معمول رہا ہے اس سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور گناہ ختم ہوتے ہیں نیز آئندہ گناہ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

ان آیات کے اخیر میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ کے ان مخصوص و مقرب بندوں کا یہ عالم ہے کہ رات دن عبادت و رضائے الٰہی میں مشغول رہنے کے باوجود اللہ سے بے خوف نہیں ہو جاتے۔ بلکہ ہر وقت اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر لگی رہتی ہے اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اور اپنی مغفرت کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِينَ

اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال

لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

پر ہوتا ہے اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، اس کو

وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے۔ اور جو شخص ایسے کام کریگا۔ تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ کہ قیامت کے روز

وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ

اسکا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے

اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ

لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ

يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝

اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے

مال خرچ کرنے میں اعتدال

اللہ کے یہ مقبول بندے جب مال خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ کنجوسی بلکہ درمیانہ راہ اختیار کرتے ہیں یعنی شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے موقعہ کے مطابق خرچ کرتے ہیں ایسا نہیں کہ خواہشاتِ نفس کے مطابق جیسے جی چاہا ویسے خرچ کر ڈالا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی عقلمندی کی نشانی یہ ہے کہ خرچ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرے، ایک دوسری حدیث میں فرمایا جو شخص خرچ میں درمیانہ روی اختیار کرے گا وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوگا۔

اور یہ حضرات نہ شرک کرتے ہیں نہ کسی کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں، اسی کے ساتھ اللہ نے تنبیہ کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ان گناہوں کے قریب جائیگا وہ اس کی سزا پائے گا۔ مطلب یہ کہ ان کے عقائد اور عملی زندگی برائیوں سے بہت دور ہے۔

شانِ نزول

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے آپ نے فرمایا کسی کو اللہ کے برابر قرار دینا حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا اس خوف سے اولاد کو قتل کر دینا کہ وہ کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائے گی (یعنی یہ سمجھنا کہ وہ میرے نصیب کا کھائے گی اور اس کی وجہ سے میرا کھانا پینا وغیرہ کم ہو جائے گا اس کی وجہ سے میں دنیوی ترقی نہیں کر سکوں گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی) میں نے پھر عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس مضمون کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ سے وَلَا يَزْنُوْنَ ط تک۔

اور جو شخص یہ گناہِ مذکورہ قتل و زنا وغیرہ حالت کفر میں کرے گا تو اسکا عذاب قیامت کے دن

ڈبل کر دیا جائے گا اور ہمیشہ جہنم میں ہی پڑا رہے گا اس کے بعد فرمایا ہاں جو شخص اپنے کفر و شرک اور جرم سے توبہ کر لے اور اچھے اعمال کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں. بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ وہ مشرکین جنہوں نے بکثرت قتل و زنا کر رکھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کر کے دریافت کیا ہم کس طرح پاک ہو سکتے ہیں آپ نے فرمایا ایمان قبول کر کے اپنے پچھلے گناہوں سے سچی توبہ کر لو اور آگے نیک اعمال کرنے شروع کر دو اس پر یہ آیت اِلَّا مَنْ تَابَ. نازل ہوئی

آخری آیت میں گناہگار مسلمانوں کا ذکر ہے کہ تم اگر توبہ کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور توبہ کے بعد اس کے ثبوت کے لئے نیک عمل بھی کرنے شروع کر دو پھر اللہ تم کو نواز دے گا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گذریں تو سنجیدگی کے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا

ساتھ گذر جاتے ہیں، اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعے سے نصیحت کیجاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور

مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہم کو متقیوں کا

بیہودہ مجلسوں سے سنجیدگی کیساتھ گذرنا چاہئے

اللہ کے مخصوص و مقبول بندوں کی ایک اور صفت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات بیہودہ ولغو اور خلاف شرع مجلسوں میں شرکت نہیں کرتے اور اگر اتفاقاً اس طرح کی کسی مجلس سے ان کا گذر ہو جائے تو یہ بڑی سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گذر جاتے ہیں یعنی اس مجلس کو برا جان کر اپنے کو بچا کر نکل جاتے ہیں اور دل میں کوئی اس طرح کا خیال نہیں لاتے کہ یہ لوگ ذلیل ہیں۔ اور ہم افضل ہیں۔

اور ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ جس وقت ان کو احکام خداوندی کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو یہ اس پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے جس طرح کا فر آیات قرآنی پر اعتراضات پیدا کرنے کے لئے اس کے معارف و حقائق سے اندھے بہرے ہو کر گر پڑتے ہیں، یہ حضرات تو خوب غور و فکر

اور شوق سے سنتے اور سمجھتے ہیں اور پھر اس سے متأثر ہو کر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اپنے اہل و عیال کو دیندار بنانے کی فکر

ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو دیندار بنانے کی فکر دامن گیر رہتی ہے چنانچہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ میرے لئے راحت و آرام کی چیز بنا دے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مومن کامل کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوتا ہے جب وہ اپنے بچوں کو علم دین حاصل کرنے میں مشغول دیکھے اور اس کے اہل و عیال دیندار اور متقی و پرہیز گار ہوں، اسی کے ساتھ یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں متقی۔ پرہیز گار لوگوں کا پیشوا اور بڑا بنا، مطلب یہ ہے کہ اے خدا جب تو نے ہمیں اپنے اہل و عیال کا بڑا بنا ہی دیا ہے تو ہمیں متقی لوگوں کا بڑا بنا یعنی تو ہمارے بیوی بچوں کو متقی و پرہیز اور پابند شرع بنا دے۔

أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ

ایسے لوگوں کو بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے (دین و طاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس میں (فرشتوں کی جانب سے) بقا کی دعا اور

فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

سلام ملے گا، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروا نہ کریگا اگر تم

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

عبادت نہ کرو گے۔ سو تم تو جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ (جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے) وبال (جان) ہوگا۔

مقبول بندوں کی جزا

مقبول بندوں کی صفات بیان کرنے کے بعد اب ان آیات میں ان کی جزا کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ ان حضرات کو جنت میں اونچے درجے یعنی بالا خانے ملیں گے (جو عام جنت کے محلوں سے زیادہ قیمتی ہوں گے) اور فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے اور سلام کریں گے۔

اقوال و تحقیق

لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ حضرات نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔

محمد یعقوب غزلہ ولوادیہ

اس کے بعد فرمایا اے رسول آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تمہارا رب تمہاری ذرا بھی پروا نہیں کریگا اگر تم اس کی عبادت نہیں کرو گے۔ حاصل یہ کہ بغیر عبادت کے انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ آگے کفار و مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم نے تو سب چیزوں کو جھٹلا ہی دیا ہے تمہاری تو کوئی وقعت اللہ کے نزدیک ہے ہی نہیں بس اب تو تم سزا کا انتظار کرو۔ بس موت کے دبوچتے ہی تم ہمیشہ کے لئے جہنم کے سپرد کر دیئے جاؤ گے۔

بحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ سورۂ فرقان کی تفسیر مکمل ہوئی۔

آیاتہا ۲۲۷　(۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷)　رکوعاتہا ۱۱
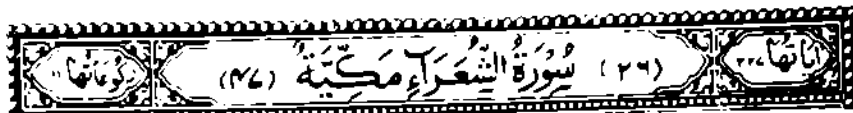
سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

طسم (یہ مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن کی) آیتیں ہیں۔ شاید آپ ان کے ایمان نہ لاتے پر اپنی جان دے دیں گے۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا

اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں پھر ان کی گردنیں اس نشانی سے پست ہو جائیں، اور ان کے

يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ

پاس کوئی تازہ فہمائش رحمٰن کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رخی نہ کرتے ہوں سو انہوں نے (دین حق کو) جھٹلا دیا

اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا

سو اب عنقریب انکو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جاویگی جسکے ساتھ یہ استہزا کیا کرتے تھے، کیا انھوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسمیں کس قدر عمدہ عمدہ

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ

قسم کی بوٹیاں اگائی ہیں۔ اس میں (توحید کی) ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔　اور بلاشبہ

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے۔

ع ۵

تفسیر

طٰسٓمّٓ، یہ بھی حروف مقطعات میں سے ہے جو اللہ ورسول کے درمیان ایک راز ہے اور اللہ ہی کو اس کے معنی معلوم ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مضامین جو آپ پر نازل کئے جاتے ہیں (یعنی قرآنی آیات) یہ ایک ایسی کتاب کے ہیں جو ہدایت کا راستہ کھولنے والی ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافرین کی بڑی فکر تھی کہ وہ کسی طرح ایمان لے آئیں، اس کے متعلق ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے، شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر اپنی جان ہی دے دینگے اس میں آپ کو ہدایت ہے کہ ان کافرین کا اتنا غم نہ کیجئے کہ آپ کی جان کو خطرہ ہو جائے پس جو آپ کا فریضہ ہے، تبلیغ وہ کرتے رہئے اور رہی ہدایت کی بات سو وہ اگر ہم چاہیں تو اپنی توحید و قدرت پر ایسی اہم نشانی پیدا کر دیں جس سے انکار کی گنجائش ہی نہ رہے مگر چونکہ یہ دنیا عالم ابتلاء و آزمائش ہے اور ہماری حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی غور و فکر کرے اور اپنے اختیار سے ایمان قبول کرے اور پھر جیسے اعمال کرے اس کے مطابق ہم ثواب و عذاب دیں۔

اس کے بعد فرمایا گیا کہ یہ کافرین جن کے غم میں آپ گھلے جا رہے ہیں ایسے ہیں کہ جب ہمارا کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو یہ اسے جھٹلاتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں ہم عنقریب ان کو اس کا مزہ چکھائیں گے۔ اور کیا یہ کافرین زمین پر نظر نہیں ڈالتے کہ ہم نے اس سے کیسی قیمتی اور ضروریات کی اشیاء پیدا فرما رکھی ہیں کیا کسی اور کو اس پر قدرت ہے ہرگز نہیں بس حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب ہی زبردست غلبہ و قدرت والا ہے، اور اسی کے ساتھ وہ رحیم و کریم بھی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کفر و شرک کر رہے ہیں مگر وہ ان کو فوری سزا نہیں دے رہا ہے۔

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰٓ أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّٰلِمِينَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۚ أَلَا يَتَّقُونَ ﴿١١﴾

اور جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ان ظالم لوگوں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿۱۲﴾ وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَ لَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ

انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں۔ اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان

فَاَرۡسِلۡ اِلٰی ہٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَہُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿ۚ۱۴﴾ قَالَ کَلَّا ۚ

نہیں چلتی اسلئے ہارونؑ کے پاس بھی وحی بھیجدیجئے۔ اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل

فَاذۡہَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَکُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۱۵﴾ فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ

کر ڈالیں، ارشاد ہوا کیا مجال ہے سو تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں۔ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ

الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۙ۱۶﴾ اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ؕ۱۷﴾ قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّ

اور کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔ (دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہہ دیئے)

لَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ ﴿ۙ۱۸﴾ وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَ اَنۡتَ مِنَ

فرعون کہنے لگا کیا ہم نے تمکو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی اس عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی

الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلۡتُہَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿ؕ۲۰﴾ فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَہَبَ

اور تم بڑے ناسپاس ہو۔ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں

لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا وَّ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلۡکَ نِعۡمَۃٌ تَمُنُّہَا عَلَیَّ اَنۡ عَبَّدۡتَّ

تمہارے ہاں سے مفرور ہو گیا پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا۔ اور وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ؕ۲۲﴾ قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ؕ۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔ فرعون نے کہا کہ رب العالمین کی ماہیت کیا ہے، موسیٰؑ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے

وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنۡ حَوۡلَہٗۤ اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ

آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے اسکا۔ اگر تم کو یقین کرنا ہو فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ تم لوگ سنتے ہو

اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۞ قَالَ رَبُّ

موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بزرگوں کا فرعون کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف رسول ہوکر آیا ہے

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ

مجنون ہے، موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے اسکا بھی اگر تم کو عقل ہو فرعون کہنے لگا کہ اگر تم

لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۞ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۞ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ

میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیجدونگا موسیٰ نے فرمایا کیا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کردوں تب بھی فرعون نے کہا کہ

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞

اچھا تو وہ دلیل پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔

حضرت موسیٰ کو دربار فرعون میں جانیکا حکم

یہاں سے اللہ کو جھٹلانے والی چند قوموں کے واقعات بیان کئے جارہے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ اللہ نے ان کو کس قدر ڈھیل دی مگر جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کس طرح ہلاک کیا، پہلے قوم فرعون کا واقعہ بیان ہے، یہ واقعہ سورۂ اعراف آسان تفسیر پارہ ۹ صفحہ تا صفحہ اور سورۂ طٰہٰ آسان تفسیر پارہ ۱۶ صفحہ ۴۹ تا صفحہ ۱۷ پر تفصیل سے گذر چکا ہے، اس کا ایک بار پھر مطالعہ کرلیا جائے تاکہ مکمل واقعہ پھر سے تازہ ہوجائے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں سے اس وقت کا قصہ بیان کیجئے جب آپ کے رب نے موسیٰ ع (علیہ السلام) کو پکارا اور حکم دیا کہ تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، کیا وہ لوگ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے جو اس قدر نافرمانی و سرکشی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور خدائی کا دعویٰ کررکھا ہے اللہ کا یہ حکم سنکر حضرت موسیٰ ع نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے دو عذر ہیں، ایک یہ کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری پوری بات سننے سے پہلے ہی جھٹلانے لگیں اور فطری طور پر ایسے وقت میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی لہذا میری آپ سے درخواست ہے کہ میرے بھائی ہارون کے پاس وحی بھیج دیجئے ان کو نبوت عطا فرمادیجئے تو تاکہ وہ اس تبلیغی مشن میں میری مدد و نصرت کرسکیں۔ دوسرے یہ کہ مجھ سے ان کی قوم کے ایک شخص کا قتل ہوگیا تھا مجھے ڈر ہے کہ فریضۂ تبلیغ انجام دینے سے پہلے ہی وہ لوگ مجھے قتل کردیں۔

اللہ کی طرف سے حکم ہوا، اے موسیٰؑ تسلی رکھو ہم تمہارے دونوں عذروں کا حل نکالے دیتے ہیں۔ اول یہ کہ ہم نے تمہاری خواہش کے مطابق ہارون کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے دوم یہ کہ ان میں اتنی جرأت و ہمت نہ ہو سکے گی جو وہ تم کو قتل کر سکیں تم دونوں بے فکر ہو کر اس کے دربار میں ہمارا پیغام پہنچاؤ، ہماری مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔

بہرحال دونوں بھائیوں نے طے کیا کہ اب فرعون کے پاس چلنا چاہئے اور اسے پیغام الہی سنانا چاہئے، بعض مفسرینؒ نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے پاس جانے لگے تو شفقت و محبت کی وجہ سے ان کی والدہ نے روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جس کے پاس حکومت کی طاقت بھی ہے اور وہ ظالم و مغرور بھی ہے تمہارا وہاں جانا بے سود ہے مگر دونوں بھائیوں نے والدہ کو سمجھایا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ الغرض دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے تو بلا کسی خوف و حواس کے تخت کے قریب پہنچ کر حضرت موسیٰ ع نے فرمایا کہ ہمیں خدا نے اپنا پیغمبر و رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے ہم تجھ سے دو اہم باتیں چاہتے ہیں ایک یہ کہ خدا پر ایمان لا اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر۔ دوسرے یہ کہ ظلم سے باز آ۔ اور قوم بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دے تاکہ ان کو ہم ان کے آبائی وطن ملک شام لے جائیں جہاں یہ آزادانہ زندگی بسر کر سکیں اور اپنے حقیقی معبود اللہ جل شانہ کی بندگی میں لگ جائیں۔

حضرت موسیٰؑ و فرعون کی باہمی گفتگو

حضرت موسیٰؑ کی یہ گفتگو سن کر فرعون نے حضرت موسیٰ کو پہچانتے ہوئے کہا کیا تو وہی نہیں جس کو ہم نے بڑے ناز و انداز سے اپنے محل میں پال پوس کر اتنا بڑا کیا اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو ایک مصری کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا اور اب تو رسول بن کر اپنے مطالبات منوانے میرے پاس آیا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ اعتراف بھی ہے کہ غلطی سے مجھ سے ایک شخص کا قتل ہو گیا مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکا مارنے سے اس کا دم نکل جائے گا، یہ بھی سچ ہے کہ گھبرا کر میں یہاں سے بھاگ گیا تھا مگر میرے رب نے مجھ پر احسان فرمایا کہ دولت نبوت سے سرفراز فرما کر پھر تیرے دربار میں بھیجا تاکہ میں تجھے حقیقی روشنی دکھاؤں، کیا یہ عدل و انصاف ہے کہ ایک شخص کی پرورش کے بدلے اور ایک شخص کی غلطی کی سزا میں پوری قوم کو غلام بنا لیا جائے، حضرت موسیٰ ع کی یہ معقول گفتگو سنکر فرعون نے گفتگو کا پہلو بدل دیا اور رب العالمین کے متعلق گفتگو شروع کر دی

کہنے لگا کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے اگر ہے تو اس کی حقیقت بیان کر، حضرت موسیٰ نے فرمایا اگر تمہارے دلوں میں کسی چیز پر یقین لانے کی صلاحیت ہے تو سنو رب وہ ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کو پیدا کیا اور سنو، تم کو اور تمہارے باپ داداؤں کو اسی نے پیدا کیا ہے، جب فرعون لاجواب ہو گیا تو اس نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا یہ شخص جو اپنے کو رسول بتاتا ہے مجھے تو یہ مجنوں اور پاگل لگتا ہے، جبھی تو ہمارے بڑوں پر تبصرے کرتا اور ہماری شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتا ورنہ تو ہمارے سامنے کس کو بولنے کی جرأت۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے، تمام سیارات کے طلوع و غروب کا نظام محکم طریقہ سے جاری رکھنے والی وہی ذات رب العالمین ہے اس میں غور و فکر کر کے سمجھئے اگر تم میں کچھ عقل ہے۔

اب تو فرعون ہکا بکا رہ گیا اور اس نے انتقامی باتیں کرنا شروع کر دیں کہنے لگا یہ ملک مصر ہے یہاں میرے سوا کوئی خدا نہیں اگر میرے علاوہ کسی اور کو معبود مانو گے تو تم کو قید خانہ میں ڈلوا دوں گا۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالدی تو وہ دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا۔ اور دوسرا اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ دفعۃً سب دیکھنے والوں کے روبرو

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔ فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ اسکا مطلب یہ

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ

ہے کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ درباریوں نے کہا کہ آپ انکو اور انکے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپراسیوں

بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِیْلَ لِلنَّاسِ

کو بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپکے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کئے گئے۔ اور لوگوں کو یہ اشتہار

هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ

دیا گیا کہ کیا تم لوگ جمع ہو گے تاکہ اگر جادوگر غالب آجاویں تو ہم ان ہی کی راہ پر رہیں پھر جب وہ

السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ

جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام) غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا، فرعون نے

وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَاَلْقَوْا

کہا کہ ہاں اور تم اس صورت میں مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ موسیٰؑ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو۔ سو انھوں نے اپنی

حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَاَلْقٰى

رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بیشک ہم ہی غالب آویں گے۔ پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا سو ڈالنے کے

مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا

ساتھ ہی (اژدہا بنکر) ان کے تمام ترجے بنائے دھندے کو نگلنا شروع کر دیا۔ سو (یہ دیکھکر) جادوگر سب سجدہ میں گر پڑے، کہنے لگے کہ ہم

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ

ایمان لے آئے رب العالمین پر، جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدون

اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ

اسکے کہ میں تم کو اجازت دوں، ضرور یہ تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫

ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ

ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے۔ (اور) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ

اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے دو معجزے

حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کہ ابھی فیصلہ میں جلدی نہ کر یہ تو تیری باتوں کا جواب تھا اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ کی قدرت اور میری صداقت ظاہر ہوتی ہے اور پھر حضرت موسیٰؑ نے بھرے دربار میں اپنا عصا ڈال دیا تو اژدہا بن کر چلنے لگا۔ یہ نظر کا فریب نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی، پھر اس کو اپنے ہاتھ سے اٹھالیا تو وہ عصا بن گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ گریبان کے اندر لے جاکر باہر نکالا تو وہ ایک روشن ستارہ کی طرح چمک رہا تھا۔

جب فرعون نے یہ دو حیرت انگیز معجزے دیکھے تو وہ گھبرا گیا اور کہنے لگا یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ تم لوگوں کو تمہارے ملک سے نکال دے اور پھر خود حکومت کرے۔ بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ تعجب ہے فرعون ابھی ابھی تو خدائی کے دعوے کر رہا تھا اور اب گھبرا کر اپنے ماتحتوں اور ملازموں سے اپنی حکومت بچانے کے مشورے شروع کر دئے۔ بہرحال فرعون اور درباریوں کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو ان دونوں کو مہلت دے دی جائے اور اس دوران ملک کے ماہر جادوگروں کو راجدھانی میں جمع کر کے ان سے مقابلہ کرایا جائے جس میں یہ دونوں یقیناً شکست کھائینگے اور ان کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا ہم سمجھ گئے تو جادوگر ہے اب ہم اپنے جادوگروں سے تیرا مقابلہ کرائیں گے اس کے لئے نوروز یعنی تہوار کا دن مقرر ہوا وقت دن چڑھے تقریباً دس بجے کا طے ہوا تاکہ اس تہوار کے دن زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوسکیں اور سورج کی روشنی میں خوب اچھی طرح جادوگری اور حقیقت کو دیکھ سکیں اور سمجھ سکیں۔ بہرحال وقت مقررہ پر فرعون مع ماہر جادوگروں کے میدان مقابلہ میں موجود تھا، فرعون جادوگروں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ان سے بڑے بڑے انعامات کے وعدے کر رہا تھا۔

القصہ جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا پہلے آپ اپنا کرتب دکھاتے ہیں یا ہم دکھائیں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا پہلے تمہیں کر لو جو تمہیں کرنا ہے بس سب جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالدیں جو سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آنے لگیں، اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا اور وہ اژدہا بن گیا اور اس نے جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو نگل لیا، جادوگر یہ دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے کیونکہ جادوگر بڑے سے بڑا کرتب تو دکھا سکتا ہے مگر یہ نہیں کرسکتا کہ دوسرے جادوگروں کی بنائی ہوئی چیزوں کو کھا جائے، لہٰذا انھیں

یقین ہوگیا کہ موسیٰ جادوگر نہیں بلکہ واقعتاً اللہ کے رسول ہیں اور پھر تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بآواز بلند کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو رب ہے موسیٰ وہارون کا۔ یہ نقشہ بدلا ہوا دیکھ کر فرعون کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی وہ گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو میری تمام رعایا ہی رب موسیٰ پر ایمان لے آئے لہٰذا اس نے چال چلی اور جادوگروں سے کہنے لگا معلوم ہوتا ہے یہ دونوں جادوگر (حضرت موسیٰ وہارون) تمہارے گرو اور استاذ ہیں ان کی عزت کی خاطر تم نے بلاوجہ اپنی شکست دہارمانی مگر یاد رکھو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا میں تم سب کو سنگین سزا دوں گا کہ تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور میں تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا تاکہ دوسروں کو بھی عبرت ہو، فرعون کی یہ سخت باتیں سن کر جادوگروں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ہمیں آپ کی اس سزا سے کوئی گھبراہٹ نہیں کیونکہ مرکر ہم اپنے مالک وخالق اللہ جل شانہ کے پاس پہنچ جائیں گے جہاں ہر قسم کا راحت و آرام ہمیں نصیب ہوگا اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری تمام خطاؤں کو معاف کردے گا اس وجہ سے کہ اس موقع پر ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي

اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو شباشب نکال لیجاؤ تم لوگوں کا تعاقب کیا جاوے گا۔ فرعون نے شہروں میں چپڑاسی

الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ ۝ وَ

دوڑادیئے (اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے۔ اور انھوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے۔ اور ہم سب

اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ

ایک مسلح جماعت ہیں، غرض ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا (ہم نے ان

كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا

کے ساتھ تو) یوں کیا اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنایا۔ غرض سورج نکلنے کے وقت انکو پیچھے سے جالیا۔ پھر جب دونوں

تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝

جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی کہنے لگے کہ ہم تو ہاتھ آگئے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ

پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی رستہ بتلاوے گا پھر ہم نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو، چنانچہ وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا

الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ

(بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ، اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچا لیا

اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ

پھر دوسروں کو غرق کر دیا۔ (اور) اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اور ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا رب بڑا

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

زبردست ہے، (اور) بڑا مہربان ہے۔

ع ۴ ۸

بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لیجانیکا حکم

حضرت موسیٰؑ فرعون اور اس کی قوم کو ایک عرصہ تک سمجھاتے رہے اور معجزات دکھاتے رہے مگر فرعون نے حق قبول نہ کیا اور نہ ہی بنی اسرائیل پر ظلم و ستم بند کئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ رات میں لے کر ملک شام ہجرت کر جاؤ، اور اے موسیٰؑ یہ فرعون تمہارا پیچھا کریں گے تم گھبرانا نہیں ہم تمہاری مدد و حفاظت فرمائیں گے، بہرحال حضرت موسیٰ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل پڑے صبح کو فرعون کو خبر ہوئی تو اس کو بہت غصہ آیا اس نے آس پاس کے شہروں میں اپنے قاصد بھیج کر فوج وغیرہ جمع کرائی اور پبلک کو تسلی دی کہ وہ کمزور لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہم جلد ہی ان سب کو تباہ کر ڈالیں گے چنانچہ فرعون ایک دو روز میں مکمل تیاری کر کے ایک بڑے لشکر کے ہمراہ حضرت موسیٰؑ کے پیچھے نکل پڑا اور ایک روز صبح سورج نکلنے کے وقت قوم موسیٰؑ کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ دونوں لشکر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے قوم موسیٰ گھبرائی کہ اب فرعون کا لشکر ہمیں ہلاک کر ڈالے گا کیونکہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریا، مگر حضرت موسیٰ نے تسلی دی کہ گھبراؤ مت اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے جیسے ہی یہ لوگ دریا کے کنارے پر پہنچے تو حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا دریا پر مارا جس سے دریا میں خشک راستے بن گئے قوم موسیٰ آرام سے اس کو پار ہو گئی فرعون نے جب دریا میں راستہ بنا ہوا دیکھا اور اس میں سے قوم موسیٰ کو پار ہوتے ہوئے دیکھا تو اس نے بھی اپنے لشکر

کو اس دریائی راستہ سے پار ہو جانے کا حکم دیا جب فرعون کا پورا لشکر دریا کے بیچوں بیچ پہنچ گیا تو اللہ نے دریا کو مل جانے کا حکم دیا. دریا چاروں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنے پورے لشکر کے اس دریا میں غرق ہو گیا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے یعنی کافرین و مشرکین کو چاہیئے کہ اس واقعہ میں غور و فکر کریں اور سوچیں کہ اللہ نے اپنے ماننے والوں کو دریا سے پار کر دیا اور نہ ماننے والوں کو اس میں غرق کر دیا آگے حق تعالیٰ خود ہی فرما رہے ہیں کہ اس طرح کے واقعات سن کر بھی اکثر کفار مکہ ایمان نہیں لاتے۔ اور فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب بڑا ہی زبردست ہے وہ چاہے تو ان کافرین کو دنیا ہی میں عذاب دیدے مگر ساتھ ہی وہ بڑا مہربان بھی ہے. اس لئے ڈھیل دیتا ہے کہ اب بھی سنبھل جاؤ۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیجئے۔ جبکہ انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو انھوں نے کہا

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ

کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں ہم ان ہی پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارا کرتے ہو۔

يَضُرُّوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ

یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا یہ تمکو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہمنے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا

تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

تمنے انکو دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو. تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی. کہ یہ میرے لئے باعث ضرر ہیں مگر ہاں رب العالمین جس نے

الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝

مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں کی طرف) رہنمائی کرتا ہے اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ

اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھ کو موت دیگا پھر مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ

أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيٓـَٔتِي يَوْمَ ٱلدِّينِ ۝

میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی اپنی قوم کو دعوت حق

یہاں سے چودھویں رکوع تک چھ رکوع میں چھ پیغمبروں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ان واقعات کی یہاں ہم نے صرف آیات متعلقہ کی تفسیر کی ہے، مکمل تشریح نہیں کی کیونکہ پہلے کئی جگہ ان واقعات کی تفصیل گذر چکی ہے، آسان تفسیر پارہ ۷، ۸، ۱۲ میں بھی یہ واقعات گذرے ہیں ان کو ایک بار پھر ملاحظہ کر لیا جائے۔

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین عرب کو حضرت ابراہیمؑ کا قصہ سنائیے جس میں شرک کی برائی دلائل کے ساتھ ان کو معلوم ہوگی، یہ قصہ خاص طور پر انھیں اس لئے سنایا گیا کہ مشرکین عرب کہا کرتے تھے کہ یہ ملت ابراہیم کے پیرو کار ہیں ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم واقعتاً ملت ابراہیمی کے پیرو کار ہو تو پھر شرک کیوں کرتے ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو شرک نہیں کرتے تھے وہ تو شرک سے بیزار تھے، یہ قصہ اس وقت کا ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ ہم مورتیوں کی پرستش کرتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا وہ تمہاری پکار سنتے بھی ہیں یا نہیں، اور پرستش کرنے پر تمہیں ان سے کچھ فائدہ بھی ہوا ہے یا نہیں، اور پرستش نہ کرنے پر کیا وہ تم کو نقصان پہنچاتے ہیں، مگر قوم نے کوئی جواب نہ دیا حضرت ابراہیمؑ نے خود ہی فرمایا کہ تمہاری یہ مورتیاں اپنے اوپر سے مکھی تک تو اڑا نہیں سکتیں یہ تمہیں کیا نفع و نقصان پہنچا سکیں گی ایسی عاجز و لاچار چیز کو اپنا معبود بنانا بڑی ہی کم عقلی کی بات ہے۔ قوم کے لوگوں نے کہا اے ابراہیم تمہاری یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور نہ ہی ان سے ہماری عقیدت میں کچھ فرق پڑتا ہے بس ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے بڑے بزرگ سب ہی ان کی پرستش کرتے آئے ہیں ہم ان کے طریقہ کو کیسے چھوڑ دیں، اور کیا وہ سب ہی کم عقل تھے ایک تم ہی پوری عقل والے ہو جو اس طرح کی نئی بات نکالتے ہو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا حقیقت یہی ہے کہ یہ بے جان خود تمہارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کے علاوہ کچھ نہیں ان کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں اگر یقین نہیں آتا تو سن لو میں اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری دشمنی اور لڑائی ہے اور میں ان کا برا حال بنا کر

چھوڑوں گا، اگر انہیں کچھ طاقت ہے تو میرا کچھ بگاڑ کر دکھائیں۔
الغرض تمہارے ان معبودوں کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان ہاں دونوں جہاں کے پروردگار اللہ جل شانہ کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی بندگی کرنے والوں کو نفع پہونچاتا ہے اور وہی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے اس کے قبضہ میں پیدا کرنا اور مارنا ہے، کھلانا پلانا اور بیماری میں شفا دینا اس کی قدرت میں ہے اور جو بھی ہم سے گناہ کا کام ہو جاتا ہے اس کو صرف وہی معاف کرسکتا ہے۔
حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کی یہ صفات اس لئے بیان فرمائی تاکہ قوم کے لوگوں کو اپنا نفع دیکھ کر اللہ کی بندگی میں دلچسپی اور رغبت پیدا ہو۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ۝ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ

اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں

فِي الْاٰخِرِينَ ۝ وَاجْعَلْنِي مِن وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ

جاری رکھ۔ اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر۔ اور میرے باپ (کو توفیق ایمان کی دے کر اس)

مِنَ الضَّآلِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ۝

کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے، اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ اس دن میں کہ نہ مال کام

إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَبُرِّزَتِ

آوے گا اور نہ اولاد۔ مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لیکر آوے گا۔ اور خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لئے جنت نزدیک کر دی

الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ۝ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ مِن دُونِ اللّٰهِ هَلْ

جاویگی۔ اور گمراہوں (یعنی کافروں) کیلئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی۔ اور ان سے کہا جاویگا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے

يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ۝ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۝ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ

سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کرسکتے ہیں پھر وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے

اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈالدئے جاویں گے۔ وہ کفار دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے کہ خدا بیشک ہم صریح گمراہی میں تھے

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَمَا لَنَا مِنْ

جب کہ تم کو رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔ اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے گمراہ کیا۔ سو (اب) نہ کوئی ہمارا

شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

سفارشی ہے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے۔ سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی عبرت ہے اور ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک آپ کا رب بڑا زبردست

الرَّحِيْمُ ۝

رحمت والا ہے۔

ع ۵ / ۹

مناجات ابراہیم ؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مناجات اپنے رب سے کیں یہاں ان کا ذکر ہے حضرت ابراہیم ؑ فرما رہے ہیں اے میرے رب مجھے حکمت عطا فرما یعنی علم و عمل میں اعلی درجہ کا مقام اور کمال عطا فرما اور مجھے اعلی درجہ کے نیک حضرات یعنی انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں شامل فرما، اور مجھے ایسے پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرما جس سے بعد میں آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے طریقہ پر چلیں تاکہ مجھے ہمیشہ ثواب پہنچتا رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ تک حضرت ابراہیم کے دین سے تعلق اور الفت و رغبت رکھتے ہیں اور وہ اپنے کو ملت ابراہیمی کا پیروکار کہتے ہیں اگرچہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور امت محمدیہ تو مکمل طور پر ملت ابراہیمی کی پیروکار ہے اور اس کو اپنے لئے سعادت و خوش قسمتی سمجھتی ہے اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ مجھے جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے والد کو توفیق ایمان عطا فرما کر ان کی مغفرت فرما دے کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، اور اے میرے پروردگار جس دن سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کرنا۔ آگے اس دن کے ایسے اوصاف بیان فرما رہے ہیں جنہیں قوم سنکر

ڈرے اور اللہ کیطرف رجوع کرے فرمایا وہ دن ایسا ہو گا کہ نجات کے لئے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد لبس اس دن صرف اسی شخص کی نجات ہو گی جو کفر و شرک سے پاک وصاف ہو گا اور دنیا میں اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال اور نیک اولاد آخرت میں اسی وقت فائدہ دے گی جب آدمی خود کفر و شرک سے پاک ہو ورنہ نہیں، اور اس دن اللہ تعالیٰ جنت کو نیک لوگوں کے قریب کر دے گا جسے دیکھ کر وہ خوش ہوں گے کہ اس میں ہمارا داخلہ ہو گا اور اسی طرح دوزخ کو گمراہوں یعنی کافرین و مشرکین کے سامنے کر دی جائے گی جس کو دیکھ کر وہ غمگین و پریشان ہوں گے کہ ہمیں اس میں جانا پڑے گا اور اس دن گمراہوں سے کہا جائے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم پرستش اس توقع پر کرتے تھے کہ وہ تمہاری مدد کریں گے مگر تمہاری تو کیا اپنی بھی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور اس کے بعد ابلیس کا پورے لشکر، بتوں اور ان کے پوجنے والوں کو اوندھے منھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا، جہنم میں پہنچ کر کافرین و مشرکین اور ان کے معبود ان باطل آپس میں جھگڑ رہے ہونگے اور ایک دوسرے کو الزام لگا رہے ہوں گے اور اعتراف کریں گے واقعی ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم نے رب العالمین کے ساتھ بتوں کو یا شیاطین کو شریک عبادت کیا، یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی اور پھر حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے آج ہماری مدد نہ بت کر رہے ہیں نہ ہی شیاطین ہمارے معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی نہیں جو سفارش کر کے رب العالمین کے عذاب سے ہی ہمیں بچالے، اور پھر تمنا کریں گے کیا ہی اچھا ہو جو ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا مل جائے تو ہم سچے پکے مسلمان بن جائیں گے، اخیر میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت و نصیحت ہے کہ اس میں غور کر کے قیامت کے ہولناک مناظر سنکر ایمان لے آئے، مگر اس کے باوجود اکثر مشرکین مکہ ایمان نہیں لائے، بلاشبہ آپ کا پروردگار بڑا زبردست اور رحمت والا ہے کہ فوری عذاب دے سکتا ہے مگر مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي

قوم نوحؑ نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کی برادری کے بھائی نوحؑ نے فرمایا کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانتدار

لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

پیغمبر ہوں۔ سو تم لوگ اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہنا مانو۔ اور تم سے کوئی (دنیوی) صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ

تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو

وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا

مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان کے کام سے مجھ کو کیا بحث۔ ان سے حساب کتاب لینا بس

عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١١٥﴾

خدا کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو۔ اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔ میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي

وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم اے نوحؑ باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دئے جاؤ گے۔ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی اے میرے پروردگار میری

كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنجَيْنَاهُ

قوم مجھ کو جھٹلا رہی ہے۔ سو آپ میرے اور ان کے درمیان میں ایک فیصلہ کر دیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دیجئے۔ تو ہم نے

وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً

(انکی دعا قبول کی اور) انکو اور جو انکے ساتھ بھری کشتی میں (سوار) تھے انکو نجات دی۔ پھر اسکے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ اس میں بڑی عبرت

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے۔

قوم کا حضرت نوحؑ کو جھٹلانا

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو شرک سے باز رہنے کیلئے اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں پوری دیانتداری سے اس کے احکام تم کو پہنچا تا ہوں اور میں اس پر تم سے کوئی دنیوی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا۔ مگر قوم نے آپ کی اس خیرخواہ نصیحت اور دعوت حق کو ٹھکرا دیا اور آپ کو جھٹلایا اور کہنے لگے اے نوح ع کیا ہم تمہاری مانیں گے حالانکہ کچھ رذیل و نیچ لوگ اپنے مفاد کے لئے آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں ایسی صورت میں ان کا ایمان بھی قابل قبول نہیں، ہم عزت دار اور شریف لوگ ان کم ذات لوگوں کے ساتھ مل کر آپ کی مجلس میں کیسے شریک

ہو سکتے ہیں پہلے اپنے پاس سے ان کو بھگا دیجئے تب ہم سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا مجھے کسی کی رزالت و شرافت سے کیا بحث میرا کام تو ایمان کی دعوت دینا ہے جو اس کو دل سے قبول کرے گا وہ اپنی آخرت کو کامیاب بنا لیگا اور تمہیں ان غریب لوگوں کے دلوں پر شک کرنے کا کوئی حق نہیں کیوں کہ دلوں کا حال اللہ جانتا ہے وہی حساب وکتاب لیگا۔ میں تو ظاہر کو دیکھتا ہوں اور ظاہری طور پر انہوں نے ایمان قبول کر لیا ہے بس میں ان ایمانداروں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہیں کر سکتا، اور سن لو میں تو واضح طور پر اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں آگے اپنا نفع نقصان تم سمجھو۔

اس لاجواب گفتگو کو سنکر یہ لوگ کہنے لگے اے نوحؑ تم بھی سن لو اگر اپنی اس تبلیغ سے تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو سنگسار کر دیں گے۔

غرضیکہ حضرت نوح ان کی دھمکیاں سنتے رہے اور برابر تبلیغ کرتے رہے مگر یہ راہ راست پر نہ آئے جب ان کے دین پر آنے کی امید ختم ہوگئی تو حضرت نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میرے اور ان کے درمیان میں عملی فیصلہ فرما دیجئے یعنی انھیں ہلاک کر دیجئے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انھیں ہلاکت سے بچا لیجئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور پھر ایک عظیم پانی کے طوفان سے سب کو ہلاک کر دیا صرف ایمان والے حضرت نوحؑ کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو کر بچے

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان (کی برادری) کے بھائی ہودؑ نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ میں

اقوال وتحقیق

المرسلین ،،سوال،، یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ انھوں نے صرف اپنے پیغمبر کو جھٹلایا پھر تمام پیغمبروں کے جھٹلانے کا کیا مطلب، جواب اس کا یہ ہے کہ جو تعلیم ایک پیغمبر کی ہوتی ہے وہی تقریباً دوسرے کی ہوتی ہے تو ایک کی تعلیمات واحکامات کو جھٹلانے کا حاصل یہی ہے کہ انھوں نے تمام رسولوں کے لائے ہوئے احکامات کو جھٹلایا، یہاں حضرت نوح علؑ کو جو بھائی فرمایا گیا ہے اس سے برادری کا بھائی مراد ہے اور اس سے قوم کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنا مقصود ہے کہ یہ تمہارا اپنا ہی بھائی ہے لہذا جو کچھ تمہیں نصیحت کر رہا ہے وہ تمہاری ہمدردی کے لئے کر رہا ہے۔ (بایماءِ بیان القرآن)

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ بس میرا

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝

صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو، جس کو محض فضول بنا

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝

ہو۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب کسی پر دار و گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر بن کر دار و گیر کرتے ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو۔ مواشی اور بیٹوں

بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی۔ مجھ کو تمہارے حق میں (اگر ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ

اندیشہ ہے۔ وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو۔ یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک عادت

الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا

(اور رسم) ہے۔ اور ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا۔ غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (آندھی کے عذاب سے)

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ہلاک کر دیا۔ بے شک اس میں بھی بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے۔

قوم عاد کی دو بُری عادتیں

قوم عاد نے اپنی برادری کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا جبکہ حضرت ہود نے ان کو رب العالمین کی بندگی کی تعلیم دی اور شرک و کفر سے منع کیا اور ان کی ان دو بُری عادتوں کا ذکر کیا جو ایمان قبول کرنے میں رکاوٹ بنی ہیں ایک یہ کہ تم دنیا کے اتنے حریص ہو یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہمیشہ دنیا

ہی میں رہنا ہے اس لئے بہت بڑے اور بہت مضبوط مکان بناتے ہو یعنی پورے کے پورے محل اور قلعے بناتے ہو حالانکہ تمہاری ضرورت اس سے کم میں آرام سے پوری ہو سکتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو مکان ضرورت کے مطابق بنانا چاہیئے یہ نہ ہو کہ بلاضرورت بہت وسیع وبلند عمارات نام و نمود کے لئے بنائے۔ دوسرے یہ کہ تمہاری طبیعتیں اتنی سخت ہیں کہ اگر کسی سے ان بن ہو جاتی ہے تو ظلم پر اتر آتے ہو حتی کہ قتل تک کر دیتے ہو بس اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو ظلم و کفر چھوڑ کر ایمان قبول کر لو، اور اپنے اس حقیقی محسن و منعم کی پرستش میں لگ جاؤ جس نے تم کو اولاد دی، چوپائے دیئے، باغات وغیرہ دیئے اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خوب غور سے سن لو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم پر سخت عذاب نہ آجائے، وہ لوگ کہنے لگے ہم پر ہرگز عذاب نہیں آئے گا الغرض جب انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت حق کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی کا عذاب بھیجا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ واقعہ بھی عبرت و نصیحت سے بھرپور ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ اِنِّيْ لَكُمْ

قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان سے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانت دار

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ

پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ؕ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۝ۙ فِيْ جَنّٰتٍ

تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاویگا جو یہاں موجود ہیں یعنی

وَّعُيُوْنٍ ۝ۙ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ۚ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں۔ اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر

فٰرِهِيْنَ ۝ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ۚ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ

اتراتے ہوئے مکان بناتے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور ان حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو۔ جو سرزمین میں فساد

فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ قَالُوٓا إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝ مَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ

کیا کرتے ہیں۔ اور اصلاح (کی بات) نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ تم بس ہماری طرح کے

مِّثْلُنَا ۚ فَأْتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّـٰدِقِينَ ۝ قَالَ هَـٰذِهِۦ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ

ایک (معمولی) آدمی ہو سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ صالحؑ نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک باری اس

يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا

کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری اور اس کو برائی کیساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آپکڑے۔ سو

نَـٰدِمِينَ ۝ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَـَٔايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝

انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پھر پشیمان ہوئے پھر عذاب نے ان کو آلیا۔ بیشک اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

اور بے شک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

قوم ثمود کا حضرت صالحؑ کی تکذیب کرنا

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم ثمود کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا فرمایا کہ کفر و شرک چھوڑ دو، اور کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم پہاڑوں میں اپنے تراشے ہوئے مکانات، باغات اور کھیتی میں مست رہو گے یہ چیزیں چھوڑ کر تمہیں رب العالمین کے پاس نہیں جانا ہے، یاد رکھو یہ سب چیزیں چھوڑ کر تمہیں رب العالمین کی عدالت میں جانا ہے جہاں تم سے ایک ایک بات کے متعلق باز پرس ہوگی حضرت صالح کی یہ تقریر سنکر قوم والے کہنے لگے کہ آپ پر تو کسی نے جادو کرا دیا ہے جس کی وجہ سے آپ نبوت کا دعوی کرنے لگے ہو یہ تو سمجھو کہ تم ہماری ہی طرح ایک معمولی آدمی ہو نبی کیسے ہو سکتے ہو اور اگر تم اپنے دعوی نبوت میں سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹنی معجزہ ہی تو ہے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے پہاڑ سے پیدا ہوئی ہے بس اس کا احترام کرو ایک دن یہ پانی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور اور اس کو کسی قسم کی تکلیف مت دینا نہیں تو تم پر سخت عذاب آجائے گا مگر ان بدبختوں نے حضرت صالح اور ان کے احکامات کو جھٹلایا اور اتنا بڑا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد

بھی حضرت صالحؑ کی ہدایت کو ٹھکرا دیا اور اس اونٹنی کو مار ڈالا حسب وعدہ اللہ کے عذاب نے ان کو گھیر لیا اور ہلاک کر ڈالا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي

قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔

لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ

صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمام دنیا جہاں والوں میں سے تم مردوں سے فعل کرتے ہو۔ اور تمہارے رب

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ

نے جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کئے رہتے ہو۔ بلکہ تم حد سے گذر جانے والے لوگ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے

يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي

لوطؑ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ لوطؑ نے دعا کی

وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے متعلقین کو انکے اس کام سے نجات دے۔ سو ہم نے انکو اور انکے متعلقین کو سب کو نجات دی۔ بجز ایک بڑھیا

الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

کے کہ وہ رہ جانیوالوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا۔ سو کیا برا مینہ تھا جو ان

لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

لوگوں پر برسا جن کو ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے

قوم لوط کی گندی حرکت اور اسکا انجام

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا

دیکھو تم اللہ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ چکے ہو بڑی شرم کی بات ہے کہ تم اپنی شہوت لڑکوں سے پوری کرتے ہو جبکہ اللہ نے تم کو پاک صاف بیویں مرحمت فرما رکھی ہیں، قوم کے لوگ کہنے لگے لوطؑ یا تو تم ہمیں نصیحت کرنے سے باز آجاؤ اور جو ہم کر رہے ہیں ہمیں آزادی سے کرنے دو نہیں تو ہم تمہیں اپنی بستی سے باہر نکال دیں گے، حضرت لوطؑ نے فرمایا میں تمہاری اس دھمکی سے نصیحت کرنا نہیں چھوڑوں گا مجھے تمہاری اس حرکت سے سخت نفرت ہے، جب قوم نے اپنے پیغمبر کی سنی ان سنی کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا، حضرت لوط علیہ السلام جب عذاب آنا دیکھا تو اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو اور میرے متعلقین کو اس عذاب سے بچالے اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام متعلقین کو اس عذاب سے بچائے رکھا سوائے ایک بوڑھی عورت کے یہ حضرت لوطؑ کی بیوی تھی جو حد درجہ نافرمان (کافرہ) اور قوم کے اس گندہ فعل سے راضی وخوش تھی اللہ نے اس کو بھی عذاب کی لپیٹ میں لے لیا اور پوری قوم پر پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کر ڈالا۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ

اصحاب الایکہ نے (بھی جن کا ذکر سورۂ حجر کے اخیر میں گذر چکا ہے) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان سے شعیبؑ نے فرمایا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا

صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو۔ اور اسی طرح

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ

مچایا کرو۔ اور (اس خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر

مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ

تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ اور تم تو محض ہماری طرح ایک آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تم

عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔ شعیب (علیہ السلام) بولے تمہارے اعمال کو میرا رب خوب جانتا

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ

ہے۔ سو وہ لوگ ان کو جھٹلائے گئے پھر ان کو سائبان کے واقعہ نے آپکڑا۔ بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ اس (واقعہ)

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۰ ۱۴

میں (بھی) بڑی عبرت ہے۔ اور ان (کفارِ مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے

قوم شعیبؑ پر عذاب خداوندی

بَن یعنی جنگل میں بسنے والوں نے اپنے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا جب کہ آپ نے انھیں کفر وشرک سے باز رہنے اور پورا پورا تولنے کی اور زمین میں فساد مچانے یعنی ڈاکہ ڈالنے اور دوسروں کے حقوق دبانے سے رک جانے کی نصیحت فرمائی، تو انھوں نے بھی قوم ثمود کی طرح اپنے پیغمبر پر بھی الزام لگایا کہ تم پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے تب ہی تو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہو حالانکہ تم ہماری ہی طرح ایک معمولی آدمی ہو (یعنی پیغمبر تو کسی فرشتہ کو ہونا چاہئے تھا) ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگرا دو تو ہم سمجھیں واقعی تم اللہ کے نبی ہو، حضرت شعیبؑ نے فرمایا عذاب لانے والا میں کون ہوتا ہوں میں خود رب العالمین کے حکم کا تابع اور ماتحت ہوں بس تمہارے اعمال کو میرا رب ہی خوب جانتا ہے اس کے قبضہ میں تم کو عذاب دینا ہے، اس کے باوجود بھی وہ آپ کو جھٹلاتے ہی رہے تو اللہ نے ان پر سائبان کا عذاب نازل فرمایا جس کا واقعہ یہ ہوا کہ اللہ نے اس قوم پر گرمی مسلط فرمادی کہ نہ گھر میں چین نہ باہر چین گرمی کی شدت سے حد درجہ پریشان، قریبی جنگل میں اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا بھیج دیا اس کے سائے کو سائبان سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ نے اس سائے کے چاروں طرف ٹھنڈی ہوائیں چلادیں، اس ٹھنڈے موسم کو دیکھ کر پوری قوم اس سائے کے نیچے آکر جمع ہوگئی فوراً ہی اللہ نے اس بادل کے ٹکڑے سے پانی کے بجائے آگ برسانا شروع کر دی جس سے پوری قوم جل کر بھسم ہوگئی۔

وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ۙ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ آپ کے قلب پر صاف عربی زبان

مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ۙ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ ؕ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمۡ

میں تاکہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔ اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے۔ کیا ان لوگوں

يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ﴿۱۹۷﴾ وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ

کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی (غیر عربی) پر

الۡاَعۡجَمِيۡنَ ۙ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ؕ﴿۱۹۹﴾

نازل کر دیتے۔ پھر وہ ان کے سامنے اسکو پڑھ بھی دیتا یہ لوگ تب بھی اسکو نہ مانتے۔

قرآن کے آسمانی کتاب ہونیکا ثبوت

اس سورۂ شعرا کے شروع میں قرآن کریم کا ذکر تھا اور اس کے جھٹلانے والوں کو عذاب کی دھمکی دی گئی تھی درمیان میں جھٹلانے والی چند قوموں کے واقعات ذکر کئے گئے یہاں سے پھر قرآن کریم ہی کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اتارا، جبرئیل امین ؑ لے کر اترے اور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاک وصاف قلب پر اتاری گئی شگفتہ عربی زبان میں ہے۔ قرآن کریم رب العالمین کا کلام ہے اس کا ایک ثبوت اور دلیل تو یہ ہے کہ قرآن کریم کا ذکر پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء اس کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں باوجود تحریف وتبدیل کے آج بھی ان کتابوں میں قرآن اور نبی آخرالزماں کی بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ قرآن کے زیادہ تر مضامین پہلی آسمانی کتابوں میں پائے جاتے ہیں خصوصاً واقعات، توحید، رسالت مرکر زندہ ہونا اور حساب وکتاب دینا وغیرہ۔

اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ علماء بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ قرآن وہی کتاب اور محمد عربی وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت اور اطلاع پہلے سے آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے، چنانچہ بعض نے (جو ایمان لے آئے) اس کا کھل کر اعلان کیا اور بعض نے چھپ کر اپنی خاص مجلسوں میں، ممکن ہے مشرکین مکہ یہ اعتراض کرتے کہ محمد عربی تو فصحائے عرب میں سے ہیں، آپ نے خود قرآن بنالیا

ہے حالانکہ قرآن اس حدِّ اعجاز کو پہونچا ہوا ہے کہ اس جیسا کلام کوئی بھی انس وجن نہیں بنا سکتا مگر ان کی ہٹ دھرمی اور بدبختی کا یہ عالم ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو فرض کرو کسی غیر عربی انسان پر بھی اتارتے تب بھی یہ لوگ اس کو ماننے والے نہ تھے اس وقت کچھ اور اشکالات پیدا کرتے حضرت شاہ مولانا عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں کافر کہتے تھے کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان بھی عربی ہے شاید یہ کلام خود ہی کہہ لاتا ہو، ہاں اگر عجمی پر (جو عربی نہ جانتا ہو) قرآن اترتا تو ہم یقین کرتے، مگر یہ اس وقت بھی نفس کے دھوکہ میں پڑکر دوسری قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا کرتے، مثلاً اس کو کوئی سکھا جاتا ہے وغیرہ۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ

ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ

الْاَلِیْمَ ۝ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ

لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو (مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے۔ جو اچانک ان کے سامنے آکھڑا ہوگا اور ان

مُنْظَرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ۝ ثُمَّ

کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر (اس وقت جان کو بنے گی) کہیں گے کہ کیا ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں۔ اے

جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں پھر جس کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آپڑے۔ تو ان کا وہ

قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰی ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝

عیش کس کام آسکتا ہے اور جتنی بستیاں ہم نے غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے آئے۔ اور ہم ظالم نہیں ہیں

حضورؐ کو تسلی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمارہے ہیں کہ یہ کافرین ومشرکین اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک (یعنی مرتے وقت) ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور اس وقت کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا اس وقت یہ تمنا کریں گے کہ ہمیں کچھ مہلت دی جائے تاکہ ہم ایمان قبول کر کے عمل صالح کرلیں مگر یہ وقت

مہلت کا نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہلے تو تم عذاب کی جلدی مچا رہے تھے اور اب مہلت مانگنے لگے یاد رکھو ہم کسی بستی اور قوم پر عذاب بھیجنے سے پہلے خوب مہلت دیتے ہیں اور اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ان کو ہوشیار کرتے ہیں جب وہ خبردار نہیں ہوتے تو انھیں ڈرایا جاتا ہے جب وہ ڈرتے بھی نہیں اور غفلت ہی میں پڑے رہتے ہیں تو ان پر عذاب بھیج دیا جاتا ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور اس (قرآن) کو شیاطین لیکر نہیں آئے اور یہ ان کے مناسب ہی نہیں۔ اور وہ اس پر قادر بھی نہیں

لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ وَاَنْذِرْ

کیونکہ وہ شیاطین (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں سو تم خدا کیساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا

عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ہونے لگے اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپکی

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝

راہ پر چلیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔ اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے جو

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

آپ کو جس وقت کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ آپکی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

قرآن شیطانی کلام نہیں

بعض مشرکین کا خیال تھا کہ کوئی جن (شیطان) آکر قرآن محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھا جاتا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوگئی تھی تو ایک عورت نے حضور کو کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے، ان آیات میں اسی خیال کی تردید کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ قرآن آسمانی کتاب ہے جس کو محمد عربی کے پاس جبرئیل ع لائے ہیں، یہ شیطان کا کلام نہیں کہ نعوذ باللہ شیطان نے حضور کو سکھایا ہو، شیاطین کے بس کی بات نہیں کہ وہ قرآن بنا سکیں کیونکہ شیاطین کا مزاج گمراہی اور فساد پھیلانا ہے اور قرآن وہ پاکیزہ کتاب ہے جو ہدایت کی

کی روشنی پھیلاتی ہے الغرض قرآن اور شیاطین کے مزاج میں کوئی مناسبت نہیں۔
جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ قرآن خدا کی کتاب ہے اللہ کا پیغام اور حکم نامہ ہے اس میں شیطان کا ذرہ برابر دخل نہیں تو پھر جم کر اس کی ہدایات کے مطابق چلو بالخصوص شرک وکفر سے بچو۔ اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر وشرک کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈرائیے کیونکہ جو رشتہ دار جتنا قریبی ہوگا وہ اسی قدر ہمدردی کا مستحق ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے تمام خاندان والوں کو اکٹھا کر کے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔
اور فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ آپ پر ایمان لے آئے ہیں خواہ وہ آپ کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں سب ہی کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیجئے۔ اور جو لوگ آپ کے ڈرانے کے بعد بھی کفر وشرک پر جمع رہیں تو آپ صاف فرما دیجئے میں تمہارے کفریہ افعال سے بیزار ہوں، اور آپ مخالفین (کافرین وغیرہ) سے خواہ وہ کتنے ہی ہوں قطعاً خوف نہ کھائے اپنے خالق ومالک پر بھروسہ رکھئے وہ ہر حال میں آپ پر نظر عنایت رکھتا ہے وہ آپ کو اس وقت بھی برابر دیکھتا ہے جب آپ رات کی تاریکی میں تہجد کی نماز میں مصروف ہوتے ہیں اور اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں غرضیکہ خلوت وجلوت ہر حال میں اللہ رب العزت کی نظر عنایت وحفاظت آپ پر رہتی ہے اس لئے آپ بلا خوف وخطر لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہیے اور کفر وشرک سے ڈراتے رہئے

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ

(اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں (سنو) ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو دروغ گفتار بڑے

السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ

بدکردار ہوں اور جو کان لگا دیتے ہیں۔ اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔ اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔

كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔ اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ

جو کرتے نہیں۔ ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اسکے کہ ان پر ظلم ہو چکا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۝۲۲۷

ع ۱۱
۱۵

ہے بدلہ لیا۔ اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ انکو لوٹ کر جانا ہے۔

عظمت قرآن

یہاں پھر قرآن عظیم کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے اسکے شیطانی کلام کی پرزور لفظوں میں تردید کی گئی ہے ارشاد ہے کہ قرآن تو کلام الٰہی ہے جو بواسطہ حضرت جبرئیل امین کے سرتاج الانبیاء محمد عربی م پر نازل فرمایا گیا یہ شیطانی کلام ہرگز نہیں کیونکہ شیطان اپنا کلام ان لوگوں کے پاس لاتا ہے جو جھوٹے دغاباز اور بدکار ہوں اسی طرح کے لوگوں سے وہ خوش رہتا ہے، نیک لوگوں سے توشیطان ویسے ہی نالاں اور بیزار رہتا ہے، اور شیطان کے کلام کی حقیقت اس سے زائد کچھ نہیں کہ اتفاقاً کبھی کوئی غیبی بات نامکمل سن لیتا ہے تو اس میں دس باتیں جھوٹی اپنی طرف سے ملاکر اپنے کاہن و جادوگر دوستوں کو بتلا دیتا ہے۔

حضور شاعر نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافرین ومشرکین کبھی کاہن کہتے کبھی شاعر اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح شاعر کے کلام کا خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح آپ کے کلام کا حال ہے، یہاں اس کی تردید اس طور پر فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کے صحبت یافتہ لوگ بے راہ ہوتے ہیں کیونکہ شعرا جو کچھ کہتے ہیں وہ بلا تحقیق کے خیالی ہوتا ہے اور اللہ کا پیغمبر جو کچھ فرماتا ہے وہ تحقیق شدہ الٰہی کلام ہوتا ہے جس سے بے راہ و گمراہ ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں بلکہ اس نورانی کلام اور پاکیزہ صحبت سے تو ہدایت نصیب ہوتی ہے چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر آپ کا کلام اور قرآن سن کر لاکھوں گمراہ لوگ ہدایت پر آئے اور پھر دوسروں کیلئے راہ ہدایت ثابت ہوئے۔

اور شاعروں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کی تعریف کرنے پر آئیں تو اس کو تمام خوبیوں اور کمالات کا مرکز بنا دیں اور جب کسی کی برائی کرنے لگیں تو تمام دنیا کی برائی اس میں جمع کر دیں دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر دیں۔

غرضیکہ جب جھوٹ، مبالغہ اور تخیلات کی وادی میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا، اور جو کچھ کہیں عمل اس کے خلاف ہو۔ شاعر اعظم حالی مرحوم نے مسدس میں شاعروں کے جھوٹ کا نقشہ خوب کھینچا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم کہ جو بات فرمائی سچی اور تحقیق شدہ فرمائی اور جو کچھ فرمایا بالکل وہی نقشہ ان کی عملی زندگی سے ظاہر ہوا۔

اوپر عمومی طور پر شعرا کی مذمت کی گئی اب استثناء کرکے فرمایا جارہا ہے کہ وہ شعرا اس میں داخل نہیں جن کے کلام میں خالق دوجہاں کی تعریف ہو نیکی اور اچھائی کی ترغیب ہو کفر و شرک اور گناہ کی برائی ہو اور جو کچھ کہیں وہ تحقیق اور حق کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔

ان آیات میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جن اشعار میں کسی کی ہجو یا برائی ہو جو فی نفسہ غلط اور ممنوع ہے مگر جواباً ایسے اشعار کہنا بھی صحیح ہے، حضرت حسان بن ثابت رضؓ وغیرہ حضرات صحابہ رضؓ کے اشعار اسی طرح کے تھے۔

شعر و شاعری کا حکم

شعر و شاعری کی قرآن و حدیث میں مذمت بھی کی گئی ہے اور احادیث کے ذخیرہ میں اس کا اچھائی کے ساتھ ذکر بھی ہے بہت سے صحابہ کرامؓ کا شعر و شاعری کرنا اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کرام سے اشعار سننا احادیث کے ذخیرہ میں موجود ہے۔

اس سے حضرات مفسرینؒ نے یہ اخذ کیا ہے کہ شعر و شاعری فی نفسہ غلط اور ممنوع نہیں بلکہ اگر کلام بےہودہ اور فحش ہے تو غلط ہے اور اسی طرح اگر شاعر اس میں ایسا منہمک ہو جائے کہ عبادات وغیرہ سے بھی غافل ہو جائے تو ممنوع ہے اور اگر اشعار میں اچھائی کی تعلیم دی گئی ہے اور شاعر عبادات سے اور اپنے اہل و عیال کے لئے حلال روزی کمانے سے بھی غفلت نہیں کر رہا ہے تو پھر کوئی ممانعت نہیں۔

آیاتہا ۹۳ (۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۴۸) رکوعاتہا ۷

سورۂ نمل مکہ میں نازل ہوئی اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾

طٰس یہ (آیتیں جو آپ پر نازل کی جاتی ہیں) آیتیں ہیں قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی۔ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری سنانے والی ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

جو ایسے ہیں کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (یہ تو ایمان والوں کی صفت ہوئی اور) جو لوگ

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ

آخرت پر ایمان نہیں، کہتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے سخت

الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ

عذاب (ہونیوالا) ہے۔ اور وہ لوگ آخرت میں سخت خسارہ میں ہیں اور آپ کو بالیقین ایک بڑی حکمت والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا

عَلِیْمٍ ۝

جارہا ہے۔

تفسیر سورۂ نمل سورہ نمل کی ان آیات میں ان ایمان والوں کو آخرت کے راحت و آرام اور جنت کی خوش خبری دی گئی ہے جو شریعت کے احکامات کا مکمل اتباع کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں جو بدنی عبادات سب سے اہم ہے اور اسی طرح زکوٰۃ کی بھی پابندی کرتے ہیں جو مالی عبادات میں سب سے اہم ہے۔ اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں جو کہ عقیدہ کے لحاظ سے سب سے اہم ہے، غرضیکہ ایمان، عقیدہ اور جانی و مالی عبادات میں وہ شریعت کے مکمل تابع ہیں، اور اس کے برخلاف وہ لوگ جو آخرت پر ایمان و یقین نہیں رکھتے وہ اپنی نظر میں غلط کاموں ہی کو اچھا سمجھے ہوئے ہیں کہ نہ ان کے عقیدے صحیح نہ اعمال، ایسے لوگوں کو ان آیات میں وعید سنائی گئی ہے کہ ان کو مرنے کے وقت سے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور پھر مرنے کے بعد آخرت کے سخت عذاب میں مبتلا ہو جائیںگے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ

(لہذا آپ انکے انکار سے غمگین نہ ہو) اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی وہاں سے کوئی

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی

خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینکو۔ سو جب اسکے پاس پہنچے تو ان کو آواز دی گئی کہ

النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ

جو اس آگ کے اندر ہیں (یعنی فرشتے) ان پر بھی برکت ہو اور جو اسکے پاس ہے اس پر بھی برکت ہو اور رب العالمین پاک ہے اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا

(جو بے کیف کلام کر رہا ہوں) اللہ ہوں زبردست حکمت والا اور تم اپنا عصا ڈال دو سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے

وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا

جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰ ڈرو نہیں، ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي

ہاں مگر جس سے کوئی قصور ہو جاوے پھر (برائی ہو جانے کے) بعد بجائے اس کے نیک کام کرلے تو میں مغفرت والا رحمت والا ہوں اور تم اپنا ہاتھ

جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ

اپنے گریباں کے اندر لیجاؤ وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا نو معجزوں میں سے ہیں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اسکی قوم کی

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ

طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانیوالے لوگ ہیں۔ غرض ان لوگونکے پاس جب ہمارے معجزے پہنچے جو نہایت واضح تھے) تو وہ

مُبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

لوگ بولے یہ صریح جادو ہے (اور غضب تو یہ تھا کہ) ظلم اور تکبر کی راہ سے ان (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے حالانکہ ان کے دلوں نے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

ان کا یقین کر لیا تھا سو دیکھئے کیسا انجام ہوا ان مفسدوں کا۔

حضرت موسیٰ کا طور پر جانا

ان آیات میں اس وقت کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مدین سے مصر آرہے تھے تو کوہ طور کے قریب رات کو پہنچے رات بھی اندھیری تھی اور سردی بھی زیادہ تھی اور مصر کا راستہ بھی بھول گئے تھے۔ بہرحال حضرت موسیٰ نے یہاں پڑاؤ ڈالا اسی درمیان اچانک ان کو کچھ فاصلہ پر آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو آپ نے اپنے گھر والوں سے (بیوی خادم وغیرہ جو بھی ہمراہ تھے) کہا میں نے طور کیطرف آگ دیکھی ہے میں وہاں سے تمہارے لئے آگ لاتا ہوں تاکہ تم سینک کر اس سے کچھ گرماہٹ حاصل کرو، اور اگر کوئی راستہ بتانے والا مل گیا تو راستہ کی خبر لاتا ہوں۔ غرضیکہ حضرت موسیٰ آگ کے پاس پہونچے تو منجانب اللہ آواز دی گئی اے موسیٰ ہم تم پر

برکت ہو، حضرت موسیٰؑ یہ غیبی آواز بلاسمت سن رہے تھے مگر اس کا مبدا وہ آگ تھی، ایسے موقع پر شیطان انسان کا رخ شرک وبت پرستی کیطرف پھیر دیتا ہے اس لئے اس سے بچانے کے لئے آگے ارشاد ہے اے موسیٰؑ تمہارا پروردگار شرک سے پاک ہے، وہ رب العالمین ہے، اور حضرت موسیٰ سے فرمایا یہ جو تمہارے ہاتھ میں لاٹھی ہے اس کو زمین پر ڈالدو زمین پر ڈالتے ہی وہ اژدہا بن کر چلنے لگا، یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰؑ ڈر کر بھاگنے لگے اللہ نے فرمایا اے موسیٰ ڈرو نہیں ہم نے تم کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا ہے اور لاٹھی کا اژدہا بن جانا یہ تمہاری نبوت کے لئے بطور معجزہ دلیل ہے بس تم کو ڈرنا نہیں چاہئے ڈرنا اس شخص کو چاہئے جس سے کوئی غلطی ہو جائے اور اگر ایسا شخص بھی توبہ کرے اور اس کی جگہ نیک کام کرے تو میں اس کی غلطی بھی معاف کر دیتا ہوں، یہ سب حق تعالیٰ نے اس لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ سے ایک قبطی کا قتل ہو گیا تھا کبھی آپ اپنے اس فعل سے پریشان رہیں اس لئے یہ اصول بیان فرماکر آپ کو مطمئن کر دیا۔

حضرت موسیٰؑ کو دوسرا معجزہ یہ عطا فرمایا گیا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ خوب روشن وچمکدار ہوتا اور پھر جب اس کو دوبارہ گریبان کے اندر ڈال کر نکالتے تو اپنی اصل حالت پر آجاتا، اس کے علاوہ اور بھی سات معجزے آپ کو عطا کئے گئے، جو آپ وقتاً فوقتاً قوم کو دکھا کر خدا کے عذاب سے ڈراتے اور ایمان کی دعوت دیتے تھے مگر یہ ایسی بدبخت قوم تھی کہ ان معجزے اور حضرت موسیٰؑ کی نبوت کا دل میں یقین ہونے کے باوجود بھی انکار ہی کرتے رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں غرق کیا اور آخرت میں جلنے کی سزا ہوئی۔

۹ نبوت موسیٰؑ پر نو نشانیاں

حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت پر نو نشانیاں، نو علامتیں، نو معجزے عطا فرمائے جن کا ذکر سورۂ اسرا کی اس آیت "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ" وہ نو نشانیاں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے قول کے مطابق یہ ہیں، ۱ لاٹھی ۲ ہاتھ کا چمکدار ہو جانا ۳ قحط ۴ پھلوں کی کمی ہو جانا ۵ بارش کا طوفان ۶ ٹڈیوں کا تسلط ۷ گھن کے کیڑوں کا مسلط ہو جانا ۸ مینڈکوں کا عذاب ۹ ہر چیز میں خون کا گرنا[1]

---

[1] ان نشانیوں کا تفصیلی ذکر آسان تفسیر پارہ نمبر ۹ ص۱۸ تا ص۲۱ پر موجود ہے ایک بار پھر سے اسکا ←

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا

اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو (شریعت اور ملک داری کا) علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا

ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی، اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد ان) کے قائم مقام سلیمانؑ ہوئے اور انہوں

النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

نے کہا کہ اے لوگو ہم پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے اور ہمکو ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں۔ واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف

الْمُبِيْنُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ

فضل ہے، اور سلیمانؑ کے لئے ان کا لشکر جمع کیا گیا ان میں جن بھی تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی اور ان کو (چلنے کے وقت) روکا جاتا تھا۔

يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا کہ اے چیونٹیو

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ

اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو۔ کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں۔ سو سلیمانؑ اس کی

ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ

بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ اور کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا

وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ

کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں

الصّٰلِحِيْنَ ۝

میں داخل رکھئے۔

مطالعہ کر لیا جائے، اور جو قصہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اس کا بھی تفصیلی ذکر آسان تفسیر پارہ ۱۶ صفحہ ۴۹ پر گذر چکا۔　محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ

بے مثال سلطنت سلیمانی

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور جانشین ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد وسلیمانؑ کو نبوت کے ساتھ بے مثال سلطنت وحکومت بھی عطا فرمائی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں، جنوں، پرندوں، چرندوں، درندوں وغیرہ پر حکومت عطا فرمائی تھی اور ایسی بے نظیر وزبردست حکومت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ تمام عطا فرمائی تھیں اور پرندوں وغیرہ کی زبانیں بھی آپ بخوبی سمجھ لیتے تھے، ایک بار آپ کا عظیم الشان لشکر چلا جارہا تھا اتفاق سے ایک ایسے میدان سے گذرا جہاں چیونٹیوں کی بستی تھی تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو سلیمان کا لشکر ہمیں بے خبری میں کچل دے، حضرت سلیمان چیونٹی کی بات سنکر اس کی سمجھداری پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہ العلمین آپ مجھے ہمیشہ شکر کرنے والا بنا دیجئے اور مجھے ہمیشہ ایسے نیک کام کی توفیق بخشیں جن سے آپ خوش ہوتے ہیں۔

چیونٹی کی خصوصیات

قرآن کی ان آیات میں چیونٹی کا ذکر آیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے متعلق بعض اہم معلومات لکھ دی جائیں۔ چیونٹی بہت سمجھدار جانور ہے اس کی سونگھنے کی قوت بھی بہت تیز ہوتی ہے انسانوں کی طرح انہیں بھی الگ الگ خاندان ہوتے ہیں آپس میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے، اجتماعی نظام اس کا بہت مستحکم ہوتا ہے، خطرہ کی آہٹ سنکر ایک چیونٹی اپنے بل سے باہر نکلتی ہے اور پھر واپس جاکر باہر کے تفصیلی حالات سے تمام چیونٹیوں کو آگاہ کرتی ہے ان کی مستقل بستیاں ہوتی ہیں جہاں یہ بڑے سلیقہ سے اپنے گھر بناتی ہیں۔ بعض مفسرین نے بہت سے ملکوں میں ان کی بستیوں کا پتہ دیا ہے، موسم سردی کے لئے یہ اپنی خوراک کا اسٹاک کرلیتی ہیں اور اناج کے دانہ کے دو ٹکڑے کرکے رکھتی ہیں تاکہ وہ اگ نہ جائے۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو (ہدہد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔ کیا کہیں غائب

عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۱ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ

ہوگیا ہے میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ یا وہ کوئی صاف حجت میرے سامنے پیش کرے سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آگیا

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ۝ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً

اور کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔ میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت

تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ۝ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ

کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اسکے پاس ایک بڑا تخت ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم

لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا

کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے انکے اعمال (کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور انکو راہ (حق)

یَهْتَدُوْنَ ۝ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَیَعْلَمُ

سے روک رکھا ہے۔ سو وہ راہ پر نہیں چلتے۔ کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر

مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ قَالَ سَنَنْظُرُ

لاتا ہے اور تم لوگ جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور

اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ

وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمانؑ نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا خط لیجا اور اسکو اسکے پاس ڈالدینا پھر ہٹ جانا

عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ۝

پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں۔

ہُدہُد کا ملکۂ سبا کی خبر لانا

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے اڑنے والی فوج یعنی پرندوں کا جائزہ لیا تو ان میں ہُدہُد کو حاضر نہ پایا تو فرمایا میں اس کو غیر حاضری کی سخت سزا دوں گا اور بہت ممکن ہے ذبح ہی کر ڈالوں یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کرے۔ مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ نے کسی ایسے مقام پر قیام فرمایا جہاں پانی نہیں تھا اور ہدہد کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ زمین کے نیچے کی چیزوں اور زمین کے نیچے بہتے ہوئے پانی کے چشموں کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح بعض حضرات نے فرمایا کہ ہدہد زمین کے اندر کینچوے کو بھی دیکھ لیتا ہے اور بعض دفعہ ایک

ایک اور دو، دو بالشت زمین کھود کر کینچوے نکال لیتا ہے) الغرض حضرت سلیمان کا مقصد یہ تھا کہ ہدہد سے معلوم کریں کہ اس مقام پر پانی کہاں ہے اور کتنی نیچائی میں ہے اس کے بعد آپ جنوں کو حکم دیکر ان سے زمین کھودوا کر پانی نکلواتے تھے۔

کچھ دیر بعد ہدہد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا حضور میں قوم سبا (سبا ملک یمن کا ایک شہر ہے) کی ایک ایسی عورت[1] کی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو بھی علم نہیں (اس سے پتہ چلا نبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے) یہ اپنی قوم پر حکومت کرتی ہے اس کے پاس حکومت سے متعلقہ فوج وغیرہ تمام چیزیں موجود ہیں۔ اور اس کے پاس ایک عظیم الشان تخت بھی ہے جس پر وہ بیٹھتی ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بلقیس کے تخت کی لمبائی اسی ہاتھ چوڑائی چالیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اس پر قیمتی موتیوں کا کام تھا اور اعلیٰ قسم کے ریشمی پردے لٹکے ہوئے تھے اور خود اس کا اور اس کی پوری قوم کا یہ حال ہے کہ خالق دوعالم کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کرتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہدہد تیری سچائی کا ہمیں ابھی پتہ چل جائیگا تو اس کے پاس ہمارا یہ خط لے جا اور اس کے پاس ڈال کر ذرا ہٹ جانا، یہ آداب شاہی کے پیش نظر فرمایا کہ ایسا نہ کرنا وہیں اس کے روبرو ڈٹا کھڑا رہے بلکہ ایک جانب کونہ وغیرہ میں ٹھہر جانا اور سننا وہ آپس میں کیا گفتگو کرتے ہیں ہمارے خط پر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ

بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار میرے پاس ایک خط نہایت باوقعت ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے بسم اللہ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا

الرحمٰن الرحیم۔ (اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل

اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا

دربار تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو۔ میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے

[1] مورخین و مفسرین نے اس عورت کا نام ملکہ بلقیس لکھا ہے۔ محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ۔

قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۝ قَالَتْ اِنَّ

لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک

الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ

(کا قاعدہ ہے کہ) جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار

يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

ہیں انکو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے کیا لیکر آتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ

سو جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس پہنچا فرمایا کیا تم لوگ (یعنی بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو۔ سو اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ

رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے۔ ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہوگے تم ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ سو

لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکیگا اور ہم انکو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دینگے اور وہ (ہمیشہ کیلئے) ماتحت ہو جاوینگے

حضرت سلیمان کا خط بلقیس کے نام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ہد ہد نے اپنی چونچ میں پکڑ کر ملکۂ بلقیس تک پہونچایا، ملکہ نے خط پڑھ کر اپنے مشیر کاروں کو جمع کیا اور کہا میرے پاس عجیب طریقہ سے ایک بہت ہی اہم اور معزز خط شہنشاہِ سلیمان کا پہونچا ہے جس میں لکھا ہے کہ تم لوگ میرے مقابلہ میں زور آزمائی اور تکبر مت کرو فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ، اس سے حضرت سلیمانؑ کا مقصد انھیں کفر و شرک سے باز رکھنا اور ایمان قبول کر لینے کی دعوت دینا تھا، ان لوگوں کو یا تو پہلے ہی سے حضرت سلیمانؑ کی بے مثال حکومت اور توحید پرستی کا علم ہو گا یا خط آنے کے بعد تحقیق کر لی ہو گی بہر حال ملکۂ بلقیس نے یہ خط سنا کر مشورہ چاہا تو تمام ارکان سلطنت نے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے مطابق ہر طرح تیار ہیں اگر جنگ کرنا آپ بہتر سمجھیں تو ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں، ملکۂ بلقیس نے کہا میں ان سے جنگ تو مناسب نہیں سمجھتی کیونکہ بادشاہ جب کسی ریاست پر حملہ آور ہوتے ہیں

تو اس ریاست کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کا اثر ختم کرنے کے لئے انھیں ذلیل و خوار کرتے ہیں لہذا جنگ کر کے مصیبت میں نہ پڑا جائے، سردست ہم ایسا کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے پاس کچھ ہدیے اور تحفے بھیجتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں ہمارے لوگ کیا جواب لاتے ہیں۔

ملکۂ بلقیس نے جو تحفے بھیجے اس میں کچھ سونے کی اینٹیں تھیں، کچھ جواہرات تھے، اور سو غلام اور سو باندیں تھیں مگر باندیوں کو مردانہ لباس میں اور غلاموں کو زنانہ لباس میں بھیجا گیا تھا اور اسی کے ساتھ ملکہ کا ایک خط بھی تھا جس سے حضرت سلیمان ؑ کا امتحان مقصود تھا کہ کیا واقعۃً وہ ہمیں دین اسلام ہی پر لانا چاہتے ہیں یا دنیوی لالچ اور ملک گیر حکومت کی حوس ہے۔

ان تحفوں کی تفصیل اللہ نے آپ کو پہلے ہی بتلا دی تھی لہذا آپ نے جنوں کو حکم دیا کہ دربار سے تین میل تک سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش بچھا دیا جائے، اور راستہ کے دونوں طرف عجیب و غریب جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے جو پیشاب و پاخانہ بھی اسی فرش پر کریں اور دربار کو خاص انداز سے مزین کیا جائے، دائیں بائیں چار ہزار کرسیاں بچھائی جائیں ایک طرف علما ان پر بیٹھے ہوئے ہوں اور دوسری طرف ارباب سلطنت، اور پورے ہال کو جواہرات سے سجا دیا جائے الغرض بلقیس کے قاصدوں کے آنے سے پہلے پہلے آپ کے حکم کی تعمیل ہوگئی اور پورا علاقہ جگمگا اٹھا، قاصدوں نے جب سونے چاندی کے فرش پر جانوروں کو پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے حقیر ہدیوں کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے اور اس کے بعد تمام مناظر دیکھ کر بے حد مرعوب ہوئے آخر دربار میں پہنچ کر حضرت سلیمانؑ سے ملاقات کی تو آپ بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ان کا خوب اعزاز و اکرام اور مہمان نوازی کی اور رخصت ہوتے وقت بلقیس کے تمام سوالوں کے جواب ان کو دیئے اور فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو اللہ نے مجھے جو مال و دولت دیا ہے وہ تمہارے مال و دولت سے بہت بہتر ہے، کیونکہ تمہارے پاس صرف دنیا ہے اور میرے پاس دین و دنیا دونوں ہیں لہذا ہم یہ ہدیے نہیں لیں گے تم انھیں لے کر اپنی ملکہ کے پاس جاؤ اور ان لوگوں سے کہو اگر وہ اب بھی ایمان لے آئیں تو بہتر ہے نہیں تو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کا ان سے ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم انھیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور پھر ہمیشہ ہماری رعایا بنکر رہنا پڑے گا۔

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ قَالَ

سلیمان علیہ السلام (کو وحی سے یا کسی طرح وغیرہ کے ذریعہ سے اسکا چلنا معلوم ہوا تو انہوں) نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو

عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ

اس (بلقیس) کا تخت قبل اسکے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے ۔ ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں

لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ

حاضر کر دونگا قبل اسکے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہوں (اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر) امانت دار ہوں جسکے

يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ

پاس کتاب کا علم تھا۔ اس نے کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں۔ پس جب سلیمانؑ نے اسکو اپنے روبرو رکھا

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ

دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے

غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝

شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے کریم ہے سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کیلئے اسکے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں کہ اسکو اسکا پتہ لگتا ہے یا اسکا ان میں شمار ہے جن کو پتہ نہیں لگتا۔

حضرت سلیمان کے دربار سے قاصد کی واپسی

قاصد نے واپس آکر ملکہ بلقیس سے پورا قصہ بیان کیا اور ساتھ ہی جنگ کا پیغام سنا دیا، حالات سن کر بلقیس کو یقین ہو گیا کہ سلیمانؑ صرف زبردست بادشاہ ہی نہیں بلکہ اللہ نے ان کو علم اور نبوت کی دولت سے بھی نواز رکھا ہے لہذا ان سے جنگ کرنا خدا سے مقابلہ کرنا ہے جس کی ہم میں طاقت نہیں یہ کہہ کر حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضری کی تیاری شروع کر دی اور پھر تمام ارکان سلطنت اور لشکر کے ساتھ ملک سلیمان کیطرف کوچ کر دیا۔ جب ملک شام کے قریب پہونچی تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں کو مخاطب کرکے فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں حاضر کر دے، اس سے حضرت سلیمان کا مقصد بلقیس پر اپنی خداداد عظمت و قدرت کا اظہار کرنا تھا تاکہ وہ سمجھے کہ یہ صرف ایک عظیم بادشاہ ہی نہیں بلکہ ان کو منجانب اللہ کوئی خاص منصب بھی عطا فرمایا گیا ہے اور یہ چیز اس کے ایمان قبول کرنے میں مددگار ثابت ہو بہرحال ایک قوی ہیکل جن (دیو) نے عرض کیا میں آپ کا دربار ختم ہونے سے پہلے تخت بلقیس حاضر کر دوں گا، مگر حضرت سلیمانؑ اس سے بھی پہلے حاضر چاہتے تھے کیونکہ لشکر بلقیس دربار سلیمانی

سے صرف تین میل فاصلہ پر آچکا تھا، اس پر ایک ایسے شخص نے جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا کہا میں آنکھ جھپکنے تک لاسکتا ہوں۔ حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اس شخص سے مراد خود حضرت سلیمان ؑ ہیں کیونکہ کتاب الٰہی کا علم سب سے زیادہ انہی کو تھا اور اپنے معجزہ سے آنکھ جھپکنے میں لاسکتے تھے، مگر دوسرے مفسرینؒ نے فرمایا کہ وہ شخص حضرت سلیمان ؑ کے اصحاب میں سے تھا ابن اسحٰقؒ نے اس کا نام آصف بن برخیا بتلایا ہے اور یہ کہ وہ حضرت سلیمان ؑ کا دوست تھا بعض روایات میں ہے کہ آپ کا خالہ زاد بھائی بھی تھا اس کو اسم اعظم کا علم حاصل تھا جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے اور جو مانگا جائے اللہ کیطرف سے عطا کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سلیمان ؑ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ یہ کام اپنی امت کے کسی آدمی سے کرا دیا جائے جس سے بلقیس پر اور زیادہ اثر ہو اس صورت میں تخت کا آنا آصف بن برخیا کی کرامت سمجھی جائیگی جب یہ تخت آگیا تو حضرت سلیمان ؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا یہ کام میرے رب کے فضل سے ہوا ہے، اور فرمایا کہ اس تخت کا رنگ روپ بدل دو مثلاً ہیرے جواہرات کی جگہ بدل دو اسی طرح دوسری اور چیزوں کی جگہ بدل دو پھر دیکھیں وہ اپنے تخت کو باسانی پہچانتی ہے یا نہیں، اس سے مقصد ملکۂ بلقیس کی عقل وفہم کو آزمانا تھا کہ ہدایت پانے کی صلاحیت واستعداد اس میں کہاں تک موجود ہے۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا

سو جب بلقیس آئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی ہاں تو ایسا ہی ہے اور ہم لوگوں

وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی تحقیق ہو چکی ہے اور ہم مطیع ہو چکے ہیں۔ اور اس کو غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا۔ وہ کافر قوم

كٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ

میں کی تھی۔ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (وہ چلیں راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سے بھرا ہوا

سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ

سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں اس وقت سلیمان ؑ نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے بلقیس کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا۔

ع ۳
۱۸

وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

اور میں اب سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔

ملکۂ بلقیس کی دربار سلیمانی میں حاضری

جب حضرت سلیمانؑ تمام تیاری کرا چکے اور بلقیس کا تخت بھی محل سلیمانی میں پہونچ چکا۔ اس وقت بلقیس حاضر ہوتی ہے، اس سے کہا گیا (خواہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا یا کسی معزز درباری کے ذریعہ کہلایا) کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے بلقیس نے جواب میں نہ ہاں کہا نہ نہیں بلکہ جواب دیا گویا یہ وہی تخت ہے، اس سے ظاہر کر دیا کہ تخت تو وہی ہے البتہ اس میں کچھ رد و بدل کر دی گئی ہے، بلقیس سمجھ گئی میرے تخت کا یہاں اس طور پر آ جانا حضرت سلیمان کا ایک معجزہ ہے لہٰذا عرض کیا یہ معجزہ دکھلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہم کو اسی وقت یقین ہو گیا تھا جس وقت قاصد نے آپ کے حالات سنائے تھے کہ آپ محض ایک بادشاہ ہی نہیں بلکہ اللہ کے مقرب ترین بندہ بھی ہیں اسلئے ہم نے اسی وقت سے فرمانبرداری اور تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔

دعوت ایمانی پہونچنے سے لیکر دربار سلیمانی میں حاضری تک درمیانی چند روز جو ملکۂ بلقیس نے ایمان قبول نہ کیا قرآن اس کی وجہ بیان کرتا ہے کہ اس کو جھوٹے معبودوں کے خیال اور قوم کی تقلید نے روک رکھا تھا (قومی عادات اکثر انسان کے سوچنے سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں) مگر پیغمبر کی صحبت میں پہونچنے کے بعد وہ رکاوٹ ختم ہو گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ معجزہ اور شان پیغمبری دکھانے کے ساتھ ساتھ اس کو شان سلطنت اور دنیوی شوکت بھی دکھلا دی جائے تاکہ یہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی عظیم نہ سمجھے اس لئے ایک شیش محل بنوا کر اس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر اسکو شیشہ سے پاٹ دیا، شیشہ ایسا صاف و شفاف تھا دیکھنے میں نظر نہ آتا تھا اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا کہ محل میں جانے کے لئے اس پر جانا لازمی تھا، بہر حال ملکۂ بلقیس کو اس محل میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا جب وہ حوض پر پہونچیں تو اس میں اندر اترنے کے لئے اپنے دامن اٹھائے اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، حضرت سلیمان نے فرمایا اس حوض پر شیشہ پڑا ہوا ہے اس پر بلا خطر چلئے دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں، یہ پورا محل ہی شیشوں سے بنایا گیا ہے، یہ تمام مناظر دیکھ کر ملکۂ بلقیس اپنے دل میں کہنے لگی یہاں تو دنیوی صنعت کاری کے

بھی ایسے عجیب و غریب نمونے ہیں جو میں نے آج تک نہ کہیں دیکھے نہ سنے، غرضیکہ بلقیس کے دل میں حضرت سلیمان کی عظمت پیدا ہوئی اور بے ساختہ بول اٹھی اے میرے پروردگار میں نے اب تک اپنے نفس پر ظلم کیا کہ کفر و شرک میں مبتلا رہی اور اب میں حضرت سلیمان کا طریقہ اختیار کر کے رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔

کیا حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے نکاح کر لیا تھا

قرآن کریم کی ان آیات میں بلقیس کے واقعہ کو اسی پر ختم کر دیا ہے وہ ایمان قبول کر چکی تھی اب رہا یہ مسئلہ کہ حضرت سلیمانؑ سے اس کا نکاح ہوا کہ نہیں اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے نکاح کر لیا تھا اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر یمن واپس بھیجدیا تھا آپ ہر مہینہ وہاں تشریف لے جاتے اور تین دن قیام کرتے تھے آپ نے بلقیس کے لئے ملک یمن میں لاجواب تین محل تیار کرا دیے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو

فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

اچانک ان میں دو فریق ہو گئے جو باہم جھگڑنے لگے۔ صالح نے فرمایا کہ اے بھائیو تم نیک کام سے پہلے

الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ

عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو تم لوگ اللہ کے سامنے معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہو کہ تم پر رحم کیا جاوے۔ وہ لوگ

مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝ وَكَانَ فِي

کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں صالحؑ نے فرمایا کہ تمہاری نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ

الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا

لوگ ہو کہ عذاب میں مبتلا ہو گے۔ اور اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں فساد کیا کرتے تھے۔ اور اصلاح نہ کرتے تھے۔

بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

انہوں نے کہا کہ آپس میں سب اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالحؑ اور ان کے متعلقین کو ماریں گے پھر ہم انکے وارث سے کہہ دیں گے کہ

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ

ہم ان کے متعلقین اور خود از کے مارے جانے میں موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔ اور اُنہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ

تدبیر ہم نے کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ سو دیکھئے ان کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا

غارت کر دیا۔ سو یہ ان کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں۔ ان کے کفر کے سبب سے بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے دانشمندوں کیلئے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی۔

قوم ثمود کی نافرمانی اور اسکا انجام

حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم ثمود کو ایمان کی دعوت دی اور کفر و شرک سے باز رہنے کے لئے فرمایا، تو ان میں باہم اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا اور اس کے نتیجے میں دو جماعتیں بن گئیں ایک نے ایمان قبول کر لیا دوسری کفر پر قائم رہی، ان کو حضرت صالح ؑ نے خوب سمجھانے کے بعد عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ عذاب ہی کا مطالبہ کرنے لگے آپ نے فرمایا افسوس ہے تم پر توبہ و ایمان اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا و آخرت میں فائدہ دے الٹا عذاب الٰہی مانگنا شروع کر دیا ارے کمبختو اگر عذاب آگیا تو تمہاری تمام اکڑ بھوں رکھی رہ جائے گی، تباہ ہو جاؤ گے، ابھی بھی موقع ہے توبہ و استغفار کر کے عذاب الٰہی سے پناہ چاہ لو، کہنے لگے اے صالح جب سے تیرا منحوس قدم آیا ہے اس وقت سے ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جا رہی ہیں گھر گھر میں جھگڑا و اختلاف ہے حضرت صالح نے فرمایا کم عقلو یہ تمہارے اعمال کفریہ کا نتیجہ ہے۔

اس قوم میں نو ۹ آدمی نہایت ہی شری مزاج کے تھے جنکا کام صرف فساد مچانا تھا ان کے ساتھ اور بہت سے ہم مزاج لوگ بھی تھے، سرغنہ ان سب کے یہی نو تھے، ایک دن رات کے وقت ان سب نے قسم کھا کر عہد کیا کہ ہم صالح اور اس کے ساتھیوں کے گھروں پر رات کے وقت حملہ کر کے سب کا کام تمام کر دیں گے اور اگر ان کے متعلقین نے خون کا دعویٰ کیا تو کہہ دیں گے ہم

اس موقع پر موجود ہی نہ تھے ہمیں اس کا قطعاً کوئی علم نہیں، اس طرح اس ایمان والی جماعت کا صفایا بھی ہو جائے گا اور ہم بھی ہر طرح سے محفوظ رہیں گے۔

بہر حال اس عہد کے بعد وہ ایک رات حملہ کے ارادہ سے چلے مگر اللہ نے ان کے حملے سے اپنے مومن بندوں کو اس طرح محفوظ کر دیا کہ جیسے ہی یہ لوگ ایک پہاڑ کے برابر سے گذرنے لگے تو ایک بڑا پتھر بحکم خدا رڑھک کر ان پر آ گرا جس سے دب کر ان سب نے وہیں دم توڑ دیا

اللہ تعالیٰ لوگوں کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں دیکھا تم نے اس شریر قوم کا انجام کہ حملہ آوروں کو ہم نے پتھر سے کچل دیا اور باقی لوگوں پر آسمانی عذاب نازل کر کے ہلاک کر ڈالا آج بھی اے مکہ والو تم ملک شام جاتے وقت راستہ میں وادی القری میں ان کی بستی کے کھنڈرات دیکھتے ہو، اللہ کی قدرت اور رحمت دیکھئے کہ اس بستی سے مومن بندوں کو چن چن کر عذاب سے بچا لیا اور تمام کافرین کو تباہ کر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس واقعہ میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ وہ اس سے نصیحت و سبق حاصل کر کے اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچا کر اس کے عذاب و قہر سے محفوظ رہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تھا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ حالانکہ سمجھدار ہو۔ کیا تم مردوں کے ساتھ

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ

شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اسکی برائی میں کوئی شبہ نہیں) بلکہ تم جہالت کر رہے ہو۔ سو ان کی قوم سے کوئی جواب نہ

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝

بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوطؑ کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

سو ہم نے لوطؑ کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا۔ بجز ان کی بیوی کے کہ اس کو ہم نے ان ہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں ہ

نوٹ:۔ یہ واقعہ سورۂ اعراف وغیرہ میں بھی گزر چکا ہے مزید تفصیل کے لئے وہاں رجوع کیا جائے

محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ

گئے تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سوان لوگوں کا کیا بُرا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے۔ آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ

الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اسکے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

ع ۴ ۱۹

قوم لوط کی گندی عادات اور اسکا انجام

حضرت لوطؑ کی قوم گندہ اور بے حیا کام میں مبتلا تھی۔ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کیا کرتے تھے، حضرت لوطؑ نے انھیں سمجھایا اور اس گندی خصلت سے باز رہنے کو کہا تو بجائے اس کے کہ نصیحت قبول کرتے الٹا طنز کرنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکالدو، جب نصیحت کرتے کرتے مدت دراز گذر گئی اور یہ اپنی ہی حالت پر قائم رہے تو اللہ نے اپنا عذاب نازل فرما دیا کہ آسمان سے پتھروں کی بارش فرما کر ان سب کو مع حضرت لوطؑ کی بیوی کے (کیونکہ یہ ان بدمعاشوں کی مدد کیا کرتی تھی) ہلاک کر ڈالا، حضرت لوط اور انکے مومن ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا۔

نوٹ یہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ سورۂ اعراف وغیرہ میں گذر چکا) **قل الحمد**. پچھلی امتوں کے کچھ واقعات اوران پر عذاب آنے کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں کہ پچھلی امتوں کی طرح آپ کی امت پر عام عذاب نازل نہیں ہو گا جس سے پوری امت کا صفایا ہو جائے، اور آپ انبیاء سابقین اور اللہ کے مقرب بندوں پر سلام بھیجئے۔

اس پارہ کے بالکل آخری جملہ آللّٰہ الخ میں پھر توحید کیطرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مذکورہ واقعات سن کر اب تو اے کافرو تمہارے لئے یہ سمجھنا آسان ہو گیا ہو گا کیا ایک کامل قدرت والے اللہ کی بندگی صحیح ہے یا عاجز و کمزور بہت سی مخلوق کو اس کی خدائی میں شریک کرنا۔

بحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ پارہ وقال الذین ۱۹ کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی۔

(حاصل بیان القرآن، معارف القرآن، فوائد عثمانیہ، تفسیر مظہری
قصص القرآن وغیرہم)

طالب دعا
محمد یعقوب قاسمی غفرلہ

تلخیص بخاری شریف

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری“ کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ”تلخیص بخاری شریف“ میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ وتشریح آسان و عام فہم انداز میں بالخصوص عام اردوداں طبقہ کے لیے مستند ومعتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

”تلخیص بخاری شریف“ کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

رحمت کے خزانے

یہ مبارک کتاب اعمال حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیث پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے استاذ محترم، محدث جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ”المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح“ کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداداللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اردو ترجمہ ”رحمت کے خزانے“ کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت احادیث پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

یہ ایک ایسی پُر اثر کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے پُر امید کر کے گناہوں سے سچی توبہ کرنے پر مجبور کرتی ہے نیز بڑے بڑے گناہوں سے لت پت لوگ کس طرح توبہ کر کے ولی اللہ بن گئے، ایسے پُر اثر واقعات پر مشتمل اصلاحی وانقلابی کتاب ہے، اس کو قاری محمد اسحاق ملتانی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر

آسان تفسیر

پارہ ۲۵

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

موبائل: 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان وعام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے
آسان تفسیر
اردو
ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ
مرتب
محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
پارہ ۲۰ امّن خلق
(شائع کردہ)
ادارہ دعوت وتبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

یا وہ ذات جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور اس نے آسمان سے تمہارے لئے

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ

(پانی) برسایا پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ اگائے تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درختوں کو اگا سکو

مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ

کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (مگر مشرکین پھر بھی نہیں مانتے) بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ (دوسروں کو) خدا کے برابر ٹھیراتے ہیں یا وہ ذات جس نے

اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ

زمین کو قرارگاہ بنایا اور اسکے درمیان درمیان نہریں بنائیں اور اسکے ٹھیرانے کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں زیادہ تو سمجھتے بھی نہیں۔ یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اسکو پکارتا ہے اور (اسکی) مصیبت

خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ

کو دور کردیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔ یا وہ ذات جو تم کو خشکی

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ

اور دریا کی تاریکیوں میں رستہ سوجھاتا ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو (بارش کی امید دلا کر دلوں کو) خوش کردیتی ہیں۔ یا اللہ کے ساتھ کوئی اور

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ

معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے۔ یا وہ ذات جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر اسکو دوبارہ زندہ کریگا اور جو کہ آسمان اور زمین سے

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

تم کو رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ آپ کہیے (کہ اچھا) تم (انکے استحقاق عبادت پر) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو۔

قدرت خداوندی پر دلائل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و توحید پر کچھ دلائل بیان فرمارہے ہیں تاکہ کافر و مشرک ان میں غور کریں اور توحید کا دامن تھام کر اپنی دنیا و آخرت کامیاب بنائیں۔

ارشاد ہے اے کافرو! کیا عبادت و بندگی کے لائق وہ بے جان بت ہیں جن کو تم پوجتے ہو اور اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، یا خالق کائنات اور قادر مطلق کی وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جس نے آسمان و زمین بنائے، اور آسمان سے پانی برسا کر زمین سے کھیتی اور باغ وغیرہ اگائے، جس سے تمہیں اناج، سبزی اور پھل وغیرہ کھانے کو ملتے ہیں اور اس ذات نے اس زمین کو مخلوق کے قرار گاہ بنایا۔ اس میں ندیاں اور دریا بنائے، اور اس کی کپکپاہٹ ختم کرنے کو جگہ جگہ پہاڑ بنائے، تاکہ مخلوق آرام سے اس پر زندگی بسر کرے اور اس کی پیدا شدہ چیزوں سے فائدہ اٹھائے، اور وہ ذات ایسی ہے جو بے کس و بے قرار آدمی کی دعا سنتی اور قبول کرتی ہے۔ اور خشکی و دریا کے اندھیرے میں ستاروں، قطب نما اور دیگر آلات کے ذریعہ تمہیں راستہ دکھاتی ہے، اور بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلا کر تمہیں بارانِ رحمت کی خوشخبری دیدیتی ہے، اور اسی ذات نے تمام مخلوقات کو ابتدا میں پیدا کیا اور وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گی۔ اے کافرین و مشرکین ان سب باتوں میں غور کرکے بتاؤ کیا ایسی باکمال صفات والی ذات مستحق عبادت ہے یا تمہارے بنائے ہوئے بت وغیرہ۔ اس کے بعد اپنے پیارے نبی کو مخاطب کرکے فرمایا اگر وہ ان واضح باتوں کو سنکر بھی یہی کہیں کہ ہاں دوسرے معبود (بت وغیرہ) بھی مستحق عبادت ہیں تو ان کے اس دعوے پر آپ ان سے ان کے دعوے کی دلیل طلب کیجیے، اس سے ان کا سچ جھوٹ کھل کر سامنے آجائے گا، مگر ان کے پاس دلیل کہاں ہے وہ تو بس اندھی تقلید کرتے ہیں کہ ہمارے بڑے اس طرح کرتے تھے ہم بھی کریں گے آپ کے کہنے سے اس راستہ کو نہیں چھوڑیں گے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾

آپ کہہ دیجیے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ان (مخلوقات) کو یہ خبر نہیں کہ وہ

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ

کب دوبارہ زندہ کیے جاویں گے بلکہ آخرت کے بارے میں (خود) ان کا علم نیست ہو گیا بلکہ یہ لوگ اس سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ کافر یوں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ

کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مرکر) خاک ہو گئے، اور ہمارے بڑے بھی تو کیا ہم (زندہ کرکے قبروں سے) نکالے جائیں گے اس کا تو ہم سے اور ہمارے بڑوں سے (محمد سے) پہلے

اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرمین کا انجام

ع ۵ / ۸ / ۱

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ

کیا ہوا اور آپ ان پر غم نہ کیجیے، اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہو جیے۔ اور یہ لوگ یوں

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ الَّذِي

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو (بتلاؤ) آپ کہہ دیجیے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اس میں سے

تَسْتَعْجِلُونَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝ وَإِنَّ

کچھ تمہارے پاس ہی آلگا ہو۔ اور آپ کا رب لوگوں پر بڑا فضل رکھتا ہے۔ ولیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے اور آپ کے رب

رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

کو سب خبر ہے جو کچھ ان کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی مخفی چیز نہیں جو

إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔

قیامت کے انکار کی وجہ اور اس کا جواب

کافرین ومشرکین قیامت کا انکار کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ آج تک ہمیں معلوم کرنے پر بھی نہیں بتایا گیا کہ قیامت کب آئے گی اس سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کوئی چیز نہیں بلا وجہ ہمیں اس سے ڈرایا جاتا ہے، ان آیات میں ان کو جواب دیا گیا کہ قیامت کی تعینِ وقت کا علم غیب کی بات ہے اور غیب کی بات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں آسمان و زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، فرشتے، انسان، جنات کسی کو بھی غیب کا علم نہیں، ہاں اگر اپنی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کوئی غیب کی بات بتلانا چاہتا ہے تو بتلا دیتا ہے، مگر اس نے بہت سی چیزوں کو پردۂ غیب ہی میں رکھا ہے ان ہی میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ ان کافرین ومشرکین کا حال یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق نہ کر کے اپنی عقل دوڑانا شروع کر دی اور اس کے نتیجہ میں کبھی قیامت کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں شک کرنے لگے اور کبھی اس کا انکار ہی کر دیا اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، جس طرح کے دعوے آپ ہم سے کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور پھر حساب وکتاب ہو کر سزا وجزا ملے گی، یہی باتیں آپ سے پہلے بھی ہمارے بڑوں سے کہا کرتے تھے

مگر آج تک ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی قبر سے اٹھکر زندہ ہوا ہو اور اسے سزا ملی ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمارہے ہیں کہ ہماری زمین میں گھوم کر دیکھو ان نافرمان لوگوں کو کس طرح سزائیں دی جارہی ہیں آج بھی بہت سی قوموں کی بستیاں اُجڑی ہوئی اور الٹی ہوئی پڑی ہیں۔ بس سمجھ لو کہ جس طرح ہم دنیا میں کسی قوم کو سزا دیدیتے ہیں اسی طرح تمام نافرداں کو آخرت میں نہ ور سنگین سزا دیں گے۔

ان کافرین کو جب اس طرح کی باتیں سنائی جاتی ہیں تو بجائے اس کے کہ راہ حق اختیار کریں اُلٹا وہی عذاب اور سزا مانگنے لگتے ہیں کہ آخر یہ عذاب ہم پر آئے گا کب۔ آ کیوں نہیں جاتا اگر تم اپنی اس خبر میں سچے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ہمارے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے بہت ممکن ہے وہ عذاب تمہارے سروں پر آگیا ہو مگر میرا پروردگار بڑا ہی فضل والا ہے وہ عذاب تم پر مسلّط کرنے میں جلدی نہیں کرتا کہ شاید تمہیں توبہ کی توفیق ہوجائے اور اس عذاب سے محفوظ ہوجاؤ۔

ان آیات میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی بھی دی گئی ہے کہ آپ کے اسقدر سمجھانے پر بھی یہ راہ حق اختیار نہیں کرتے تو آپ بہت زیادہ غمگین اور فکرمند نہ ہوں ہم ایسے ضدّی لوگوں سے خود نمٹ لیں گے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَإِنَّهُ

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بالیقین

لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

وہ ایمانداروں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ بالیقین آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کریگا اور وہ زبردست

الْعَلِيمُ ۝ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۝ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ

اور علم والا ہے۔ سو آپ اللہ پر توکل رکھیے یقیناً آپ صریح حق پر ہیں۔ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن

سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (بچاکر) رستہ دکھلانے والے ہیں آپ تو

تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝

صرف ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ ماننے (بھی) ہیں۔

قرآن فیصلہ کن کتاب ہے

قرآن کریم کے نزول سے پہلے آسمانی علوم کے سب سے بڑے عالم، علماء بنی اسرائیل سمجھے جاتے تھے، مگر ان میں آپس میں عقائد، اعمال اور قصص و روایات میں زبردست اختلاف تھا، قرآن کریم نے آکر ان کا قولی فیصلہ کیا اور ایمان والوں کی رہبری کی۔ بس قرآن نے یہاں ان کا قولی فیصلہ کردیا اور عملی فیصلہ اس کا آخرت میں حق تعالیٰ کریں گے کہ قرآن کے فیصلہ ماننے والوں کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور نہ ماننے والوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی گئی، کہ آپ ان کی فریب کاریوں سے پریشان نہ ہوں، اللہ پر بھروسہ رکھیں، اللہ سیدھے راستے پر چلنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور آپ سیدھے راستے پر قائم ہیں اللہ آپ کی مدد و نصرت فرمائے گا۔ اور ان کافرین و مشرکین کا بالکل یہی حال ہے جیسے مردہ ہو اس کو کوئی بات سنائی جائے تو وہ اس کو نہ سن سکے گا یا اسی طرح کسی ایسے بہرے کو جو آپ کی طرف پیٹھ کرکے چلا جارہا ہو، اس کو کوئی بات سنائی جائے وہ نہ اس بات کو سنے گا اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ اٹھائے گا، بس یہی حال ان کافرین کا ہے کہ ان کے دل مرچکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہوچکے ہیں انہیں کوئی نصیحت فائدہ دینے والی نہیں۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ

اور جب وعدہ (قیامت کا) ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک (عجیب) جانور نکالیں گے کہ وہ ان

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

سے باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

قربِ قیامت میں ایک جانور زمین سے نکلیگا

اور جب قیامت کا وعدہ پورا ہونے کو ہوگا یعنی قیامت بالکل قریب آجائے گی، یہ وہ وقت ہوگا جس دن سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلیگا اس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ایک عجیب قسم کا جانور زمین سے نکالیں گے، حضرت طلحہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہ جانور مکہ شریف میں صفا پہاڑ سے نکلیگا اور اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پہنچ جائے گا، لوگ اسکو

دیکھ کر بھاگنے لگیں گے، ایک جماعت رہ جائے گی یہ جانور ان کے چہروں کو ستاروں کی طرح روشن کر دے گا، اس کے بعد وہ زمین کی طرف نکلے گا اور ہر کافر کے چہرہ پر کفر کا نشان لگا دیگا کوئی اس کی پکڑ سے بھاگ نہ سکے گا یہ ہر کافر و مومن کو پہچانے گا، یہ لوگوں سے باتیں کریگا کہ کافر لوگ اللہ کی آیتوں بالخصوص قیامت سے متعلق آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے مگر اب قیامت آپہنچی اور اس کی نشانیوں میں سے ایک میں ابھی آیا ہے، کافرین و منکرین قیامت اس وقت قیامت پر یقین لائیں گے۔ آخرت پر ایمان لائیں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہیں ہوگا کیونکہ ایمان قبول ہونے کا وقت گذر چکا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے گا اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہے اور یہ وہی وقت ہوگا۔

ایک جانور کے ذریعہ یہ سب کچھ کرنا کافروں کو یہ بات جتلانے کیلئے ہے کہ جو بات تم نے پیغمبروں کی زبانی نہیں مانی وہ آج ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے اس سے درحقیقت ان منکرین آخرت کا مذاق اڑانا ہے۔

تنبیہ ۱- اس جانور کے متعلق صحیح روایات و احادیث میں تقریباً اسی قدر ہے جتنا یہاں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ بعض کتابوں میں کچھ ضعیف و اسرائیلی روایات لکھی گئی ہیں وہ قابلِ قبول نہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کو روکا

جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَوَقَعَ

جائیگا۔ یہانتک کہ جب حاضر ہو جادیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا

علمی میں بھی نہیں لائے، بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے اور ان پر وعدہ پورا ہو گیا بوجہ اس کے کہ (دنیا میں) انہوں نے زیادتیاں

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن بنایا جس میں دیکھیں بلاشبہ اس میں بڑی بڑی دلیلیں ہیں ان (ہی) لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

منکرین کو محشر کیطرف دھکیلا جائے گا

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ لوگونکو قبروں سے زندہ کرکے اٹھائیں گے تو ہر امت میں سے یعنی پچھلی امتوں میں سے بھی اور امت محمدیہ میں سے بھی ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو اللہ کی آیات کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان سب کو میدان محشر کی طرف روانہ کیا جائے گا، چونکہ ان کی تعداد بے شمار ہوگی اس لئے اگلے حصّہ کو روکا جائے گا تاکہ پچھلا حصّہ ان سے آملے اور پھر ایک جگہ جمع ہوکر ایک ساتھ میدان محشر میں جائیں، جب یہ لوگ میدان محشر میں پہونچ جائیں گے اور حساب شروع ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیوں جھٹلایا تم نے میری آیتوں کو تم نے ان میں غور وفکر بھی نہیں کیا بلا سوچے سمجھے ہی انکار کردیا، اور یاد کرو تم نے اس کے علاوہ بھی اور کیا کیا حرکتیں کیں مثلاً انبیاء ؑ اور مومنین کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں جو آیات کے جھٹلانے سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

جب ان کا جرم ثابت ہوچکے گا تو یہ کوئی عذر بھی نہیں کرسکیں گے بس سزا کے مستحق ہو جائیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ ان قیامت کے انکار کرنے والوں نے آنکھ بند کرکے انکار کردیا اس پر بھی غور نہیں کیا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ سو کر اس میں آرام کرسکیں یہ آرام یعنی نیند موت کے مشابہ ہے اور دن بنایا تاکہ اس میں اپنے تمام کام انجام دے سکیں، نیند کے بعد بیداری گویا موت کے بعد زندگی ہے بس اس سے ان کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ جس طرح اس دنیا میں عارضی موت یعنی نیند کے بعد زندگی یعنی بیداری ہے اسی طرح دنیا کی موت کے بعد آخرت میں زندہ کیا جائے گا۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

اور جس دن صور میں پھونک ماری جاویگی سو جتنے آسمان اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاوینگے مگر جس کو خدا چاہے، اور سب کے سب

اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ

اسی کے سامنے دبے جھکے رہیں گے اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے ان کو خیال کر رہا ہے کہ یہ جنبش نہ کریں گے

السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے پھریں گے یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے۔

اقوال و تحقیق

وَزَعَ کے معنی بعض مفسرین رحمہم اللہ نے دَفَعَ کے لئے ہیں یعنی ان کو دھکے دیکر میدان محشر کی طرف لے جایا جائے گا۔

محمد یعقوب قاسمی غفرلہ دلوادیہ دشاگخہ

صور پھنکنے سے تمام مخلوق مرجائیگی

اسرافیل فرشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جب پہلی مرتبہ صور پھنکوائیں گے جس سے آسمان و زمین میں جس قدر فرشتے اور آدمی وغیرہ ہیں سب گھبرا جائیں گے اور پھر مر جائیں گے علاوہ ان کے جنکو اللہ بچالے۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل ؑ حضرت میکائیل ؑ اسرافیل ؑ اور ملک الموت اور وہ فرشتے ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، پھر ان کی بھی بغیر صور پھنکے ہی موت ہو جائے گی، اس صور کے چالیس سال بعد پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے تمام مخلوقات زندہ ہو جائے گی۔

صور پھنکنے سے یہ تغیر (موت) جانداروں میں آئے گی اور جو غیر جاندار چیزیں ہیں پہاڑ وغیرہ ان کے متعلق ارشاد ہے کہ اے لوگو! جن بڑے بڑے پہاڑوں کو دیکھ کر تم اس وقت یہ خیال کرتے ہو کہ یہ اسی طرح ہمیشہ زمین میں جمے رہیں گے کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، مگر قیامت کے دن یہ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور بادل کی طرح تیز رفتار ہوں گے۔ پہاڑوں کو روئی کے گالوں کی شکل میں بدل دینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ اللہ نے ان پہاڑوں کو اس وقت بنایا جب ان کا وجود نہیں تھا اور وہ جب چاہے گا ان کے وجود کو ختم کر دے گا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ جَآءَ

جو شخص نیکی لاویگا سو اس شخص کو اس سے بہتر (اجر) ملیگا اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اس روز امن میں رہیں گے۔ اور جو شخص بدی لاویگا تو وہ لوگ

بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جاینگے (اور کہا جائیگا) تم کو تو اپنی عملوں کی سزا دیجارہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

تفسیر

ان آیات میں حشر میں حساب و کتاب ہو جانے کے بعد انجام کا ذکر ہے اس روز جو مومن دنیا سے نیک عمل لیکر جائیں گے ان کو ان کے عمل سے بہتر چیز یعنی جنت کی لازوال نعمتیں ملیں گی اور ہر قسم کے عذاب و تکلیف سے ہمیشہ کے لیے نجات پائیں گے اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ و مامون رہیں گے یعنی حساب و کتاب سے فارغ ہو جانے کے بعد ہر قسم کے غم و فکر سے مطمئن رہیں گے۔

اور جو لوگ دنیا سے بدی یعنی کفر و شرک لے کر جائیں گے ان کو اوندھے منہ آگ میں ڈالدیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم کو ان ہی اعمال کی سزا دیجارہی ہے جو تم دنیا میں

کیا کرتے تھے مطلب یہ کہ یہ سزا تمہیں بے وجہ نہیں دیجا رہی ہے کہیں تم اس کو اپنے اوپر ظلم و زیادتی سمجھو۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ

مجھکو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کیا کروں جسنے اسکو محترم بنایا ہے اور سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھ کو حکم

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ

ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور یہ کہ میں قرآن کریم پڑھ پڑھکر سناؤں سو جو شخص راہ پر آویگا سو وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے راہ پر

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ

آویگا اور جو شخص گمراہ رہیگا تو آپ کہہ دیجیے میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں اور آپ کہہ دیجیے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی

فَتَعْرِفُوْنَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

کیلئے ثابت ہیں وہ تمکو عنقریب اپنی نشانیاں دکھلا دیگا سو تم ان کو پہچان لوگے اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو۔

ع ۳

بندگی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے مجھے تو اللہ کی طرف سے یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکہ معظمہ کے رب حقیقی کی عبادت و بندگی کروں، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے محترم بنایا اور عزت و شرف بخشا اسی لیے اس کی طرف رب کی اضافت کی گئی، نہیں تو ہر چیز کا رب اور مالک اللہ ہی ہے اور مجھکو یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں عقائد و اعمال میں ربّ مکہ ہی کا فرماں بردار رہوں اور مجھکو یہ حکم بھی ملا ہے کہ تم لوگوں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں یعنی خدا کے احکامات کی تبلیغ کرتا رہوں، جو شخص میری اس تبلیغ کے بعد اللہ کے راستہ پر آجائے گا وہ اپنا ہی فائدہ کرے گا یعنی اللہ کے عذابات سے بچکر جنت میں داخل ہوگا، اور جو شخص میری اس تبلیغ کے بعد بھی اللہ کے راستے پر نہیں آئے گا گمراہ ہی رہیگا تو وہ اپنا ہی نقصان کریگا کہ مستحق جہنم ہوگا۔ بس میں تو اللہ کا پیغمبر اور قاصد ہوں کہ اس کے احکام پہنچا کر تمہیں ڈراتا ہوں تاکہ غلط راستہ چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کرلو۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جلدی تم کو قیامت کے واقعات دکھائے گا جس سے تم کو ان باتوں کی حقانیت سمجھ میں آجائے گی جو آج میں تم کو بتلا رہا ہوں مگر اس وقت کا ماننا کچھ کارگر نہ ہوگا، اور آج اس دنیا میں تم جو جو حرکتیں کر رہے ہو وہ سب اللہ کو معلوم ہیں

اسکی تمہیں پوری پوری سزا دی جائیں گی۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۂ نمل کی تفسیر مکمل ہوئی۔
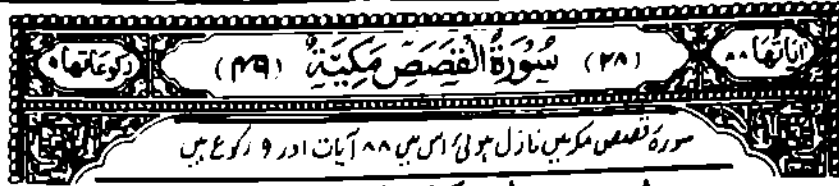
(۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۴۹)

اٰیاتھا ۸۸ — رکوعاتھا ۹

سورۂ قصص مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۸۸ آیات اور ۹ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طسم۔ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں ہم آپ کو موسیٰؑ اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھکر سناتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

رکھتے ہیں۔ فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴

گھٹا رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زور

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

زمین میں گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو مالک بنائیں اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون

الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ

اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ (ناگوار) واقعات دکھلائیں جن سے وہ

مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶

بچاؤ کر رہے تھے

تفسیر سورۂ قصص:- سورۂ قصص کی ان آیات میں اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ اور فرعون ملعون کا قصہ[1] پہلے مختصر طور پر اور پھر تفصیلی طور پر بیان فرمایا

[1] یہ قصہ سورۂ کہف، طٰہٰ، نمل وغیرہ میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ

ہے، ارشاد ہے کہ فرعون نے ملک مصر میں بڑا ظلم وستم ڈھا رکھا ہے اس نے وہاں کے رہنے والوں کے دو گروہ کر رکھے تھے، ایک قبطی، ان کو عزت بخش رکھی تھی، دوسرے بنی اسرائیل، ان کو ذلیل وخوار کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو مار ڈالتا اس ڈر سے کہیں وہ اس کی حکومت نہ چھین لیں اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تاکہ انہیں اپنی باندیاں بنائے اور ان سے ہر طرح کی خدمت لے۔

مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ ان کمزور و ذلیل بنی اسرائیلیوں کو عزت بخشے اور ان کی طاقت بڑھائے اور فرعون اور اس کی قبطی قوم کو ذلیل وخوار کرے ان کی طاقت گھٹائے اور جس چیز یعنی حکومت کے چھن جانیکا انہیں ڈر ہے وہ ان کے سامنے آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون نے مع اپنی قوم کے غرق ہوا، اور اسرائیلیوں کو عزت و سلطنت ملی۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ، پھر جب تم کو ان کی نسبت اندیشہ ہو تو ان کو دریا میں ڈالدینا اور نہ تو

وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ

اندیشہ کرنا اور نہ غم کرنا ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس پہنچادینگے اور ان کو پیغمبر بنادیں گے تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اٹھا لیا تاکہ وہ ان

اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ

لوگوں کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین بہت چوکے اور فرعون کی بی بی نے کہا کہ یہ (بچہ)

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ

میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچادے یا ہم اسکو بیٹا ہی بنالیں اور

نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

ان لوگوں کو انجام کی خبر نہ تھی۔

حضرت موسیٰ ع کو دریائے نیل میں بہا دیا گیا

فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر اس کو یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو تباہ و برباد کرے گا، لہٰذا اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے فرعون نے یہ تدبیر اختیار کی کہ قوم بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہوتا اس کو قتل کرادیتا۔ اسی زمانہ میں حضرت موسیٰ ع پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو الہام کیا کہ جب تک تم

اپنے بچے موسیٰ کو چھپا سکو دودھ پلاتی رہو اور جب فرعون کے لوگوں سے خطرہ محسوس ہو تو بچہ کو ایک صندوق میں رکھکر دریائے نیل میں بہا دینا۔ اور تم اس کے غرق ہونے اور اس کی جدائی سے غمگین مت ہونا، ہم جلد ہی بچہ تمہارے پاس واپس بھجوا دیں گے اللہ کو اس بچہ سے بڑے کام لینے ہیں، اور خوشخبری بھی سنادی کہ تیرا یہ بچہ اللہ کا رسول بنے گا۔

بہر حال حضرت موسیٰ عؑ کی والدہ دودھ پلاتی رہیں اور جب اس راز کے کھل جانیکا اندیشہ ہوا تو بچہ کو لکڑی کے صندوق میں بند کرکے دریا رنیل میں بہادیا، اس دریا سے کٹ کر ایک ندی فرعون کے محل میں جاتی تھی، اللہ نے اس صندوق کا رُخ اس ندی کی طرف موڑ دیا اور یہ صندوق محل میں پہنچ گیا فرعون کے لوگوں نے ندی سے اس صندوق کو نکالا، فرعون اور اس کے متعلقین صندوق میں بچہ کو دیکھکر بہت چونکے مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا یہ بچہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو دیکھکر ہمارا دل خوش ہوا کریگا آپ اس کے قتل کا ارادہ نہ کریں، بہت ممکن ہے بڑا ہو کر یہ ہمارے کچھ کام آئے، یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

اور موسیٰ عؑ کی والدہ کا دل بیقرار ہوگیا قریب تھا کہ وہ موسیٰ عؑ کا حال ظاہر کردیتیں اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کیے رہیں کہ یہ

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ

یقین کیے رہیں، انہوں نے موسیٰ عؑ کی بہن سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا سو انہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ

خبر نہ تھی، اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی سو وہ کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں

بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

جو تمہارے لیے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ دل سے اسکی خیر خواہی کریں غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا تا کہ انکی آنکھیں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ ع

ٹھنڈی ہوں اور تا کہ غم میں نہ رہیں اور تا کہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے۔

ع ۱۳/۴ الربع

والدہ موسیٰ عؑ کی بیقراری

حضرت موسیٰ عؑ کو دریا میں بہا دینے کے بعد آپ کی والدہ کا دل بے چین ہوگیا اور رات بھر طرح طرح کے خیالات دل میں آتے رہے صبح ہوتے ہوتے بے چینی و بیقراری اس قدر بڑھی کہ قریب

تھا آپ بچہ کا حال ظاہر کر دیتیں کہ میرا بچہ اس طرح سے دریا میں بہہ رہا ہے مجھے واپس لا دو، مگر اللہ کے وعدے نے (کہ ہم بچہ تیرے پاس بھجوا دیں گے) ان کے دل کو مضبوط کئے رکھا۔ غرضیکہ اپنے دل پر قابو پاکر انہوں نے موسیٰؑ کی بہن مریم سے کہا بیٹی ذرا پتہ تو لگا کر آ۔ میرا بیٹا کہاں ہے کس حال میں ہے؟ بہن نے جستجو شروع کی تو پتہ چلا کہ موسیٰؑ فرعون کے محل میں پہونچ چکے ہیں اور کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پی رہے ہیں یہ خبر پاکر مریم محل میں پہنچی، یا تو پہلے سے محل میں اسکا آنا جانا ہوگا یا کسی حیلہ اور ترکیب سے محل میں پہنچی، غرضیکہ اس نے دیکھا کہ موسیٰ کسی کا دودھ نہیں پکڑ رہے ہیں اور مع فرعون کے سب لوگ پریشان ہیں، مریم نے موقع غنیمت سمجھا اور کہا کہ میں ایک شریف گھرانہ کی عورت کا پتہ دیتی ہوں اسکے بھی دودھ پلواکر دیکھ لیا جائے، فوراً ہی والدۂ موسیٰ کو طلب کیا گیا جیسے ہی والدہ نے موسیٰ کو گود میں لیا ویسے ہی موسیٰ چھاتیوں سے چمٹ گئے اور دودھ پینے لگے، والدۂ موسیٰ نے فرعون سے اجازت چاہی کہ میں بچہ کو گھر لے جاکر دودھ پلاتی رہوں اور کبھی کبھی محل میں بچہ کو لے کر حاضر ہو جایا کروں، فرعون نے اجازت دیدی۔ الغرض اس طرح اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا کہ ہم تیرے بچہ کو واپس تیرے پاس بھجوا دیں گے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ

اور جب اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور درست ہو گئے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک کاروں کو یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور موسیٰ شہر میں

دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا

ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بیخبر تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو انکی برادری میں کا تھا اور دوسرا ان کے مخالفین میں سے تھا۔

مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ

سو وہ جو ان کی برادری کا تھا اس نے موسیٰؑ سے اس کے مقابلہ میں جو ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰؑ نے اسکو گھونسا مارا سو اسکا کام ہی تمام

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ

کر دیا۔ موسیٰؑ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی، بیشک شیطان کھلا دشمن ہے۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہو گیا ہے آپ معاف کر دیجئے

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں

سو کبھی میں قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝ مجرموں کی مدد نہ کروں گا

حضرت موسیٰ عؑ کے ہاتھوں ایک قبطی کا قتل

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکمت کی باتیں سکھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ موسیٰ عؑ شروع ہی سے نیک کردار تھے اور ہم ایسے نیک و صالح کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

قرآن نے یہاں دو لفظ ذکر کیے ہیں ۱۔ اَشُدَّهٗ ۲۔ وَاسْتَوٰیٓ، حضرت ابن عباس رضؓ کے قول کے مطابق یہ وقت بھرپور جوانی کا ہوتا ہے یعنی ۳۳ سال سے چالیس کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے، اس عمر میں آپ کو احکام الٰہیہ کا علم دیا گیا اور نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا گیا۔

آگے آیت میں حضرت موسیٰ عؑ کے اس وقت کا قصہ ذکر فرمایا جب وہ فرعون کے یہاں پرورش پا رہے تھے کہ ایک دن وہ شہر میں ایسے وقت پہنچے جب لوگ بے خبر پڑے سو رہے تھے یا تو رات کا ابتدائی حصہ تھا یا دوپہر کا، غرضیکہ اس وقت میں آپ نے دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں آپ ان کے قریب پہنچے ان میں ایک حضرت موسیٰ عؑ کی برادری کا اسرائیلی تھا دوسرا فرعونی قبطی تھا اور فرعون کے ملازمین میں سے تھا، فرعونی اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا لہٰذا حضرت موسیٰ عؑ نے اس کو سمجھایا کہ ظلم و زیادتی مت کر جھگڑا ختم کر، مگر وہ نہ مانا اور برابر زیادتی ہی کرتا رہا تو حضرت موسیٰ عؑ نے جھگڑا ختم کرنے کی غرض سے قبطی کے ایک گھونسا مارا اچانک وہ گھونسا ایسا لگا کہ قبطی نے دم توڑ دیئے اور وہ مرگیا حضرت موسیٰ عؑ خلاف توقع اس حادثہ سے گھبرائے اور اپنے رب سے توبہ و استغفار کی اور عرض کیا مجھ سے یہ شیطانی حرکت ہوگئی ہے بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اللہ نے آپ کی اس غلطی کو معاف فرمادیا اور اس کا اظہار کوہ طور پر فرمایا جب آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

توبہ کے بعد آپ نے اپنے رب سے یہ بھی عرض کیا اے میرے رب جیسے آپ نے اپنے فضل سے مجھے راحت، عزت اور قوت عطا فرمائی ہے اور میری کوتاہیوں کو معاف کیا ہے اس کے شکریہ میں آئندہ میں کسی مجرم کی مدد نہ کروں گا۔ یا تو وہ فریادی اسرائیلی آپ کو کسی غلطی پر معلوم ہوا ہوگا اس کو مجرم مان کر آپ نے یہ دعا کی، یا پھر یہ مطلب ہے کہ کافر جو اللہ کے مجرم ہیں ان کی کبھی تیری اس دی ہوئی طاقت سے مدد و نصرت نہیں کروں گا، یا پھر یہ مطلب ہے کہ اس طاقت سے میں کبھی شیطان کے مشن کو مدد نہیں دوں گا بلاشبہ شیطان بھی اللہ کا صریح مجرم ہے۔

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ

پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور دہشت کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے امداد چاہی تھی وہ پھر ان کو پکار رہا ہے

يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ

موسیٰ علیہ السلام اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بے راہ ہے سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو ان دونوں کا مخالف تھا وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ

بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا

کیا مجھکو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی قتل کر چکے ہو بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح کرانا نہیں

بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

چاہتے ۔ اور ایک شخص شہر کے کنارہ سے دوڑتے ہوئے آئے، کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں

الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ

کہ آپ کو قتل کردیں سو آپ چل دیجیے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں بس موسیٰ ع وہاں سے نکل گئے

بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ

خوف اور دہشت کی حالت میں کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار

رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع

مجھکو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجیے۔

ع ۲ ۵

حضرت موسیٰ ع کے قتل کا حکم

جو حادثہ حضرت موسیٰ ع کے ہاتھوں ہوا اسی دہشت میں آپ کی پوری رات گذری اور صبح کے وقت بھی یہی خوف دامن گیر تھا کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں، پھر وہی کل والا فریادی اسرائیلی کسی سے جھگڑا کر رہا ہے اس نے آپ کو دیکھتے ہی پھر فریاد شروع کردی آپ نے سوچا یہ روز جھگڑتا ہے اسی کی غلطی ہوگی لہذا اس کو ڈرانے کے لیے، آپ نے اس کے اوپر گھونسا اٹھایا تو یہ فوراً چلانے لگا کہ کل تو اس قبطی کو مار ڈالا آج کیا مجھے مارنے کا ارادہ ہے یہ چلاتا ہوا بھاگ گیا۔ جس سے اس کا آج جھگڑا ہو رہا تھا اس نے یہ ماجرا دیکھا تو سمجھ گیا کہ کل کے مقتول کے قاتل موسیٰ ہیں لہذا اس نے جاکر دربار میں پورے واقعہ کی اطلاع کردی۔ فرعون نے فوراً اجلاس بلاکر موسیٰ کے قتل کا حکم نافذ کردیا، اس اجلاس میں حضرت موسیٰ ع کا ایک شخص ہمدرد بھی تھا اس نے فوراً آکر آپ کو مطلع کردیا اور مشورہ دیا کہ آپ یہ شہر چھوڑ کر تشریف لیجائیں چنانچہ آپ نے اس شخص کے مشورہ پر عمل کیا اور شہر چھوڑتے وقت اپنے پروردگار سے دعا کی اے میرے رب

مجھے ان ظالموں سے بچا، ایسا نہ ہو پیچھے سے آکر گھیر لیں، اور مجھے کہیں راحت کی جگہ پہنچا جہاں جا کر میں چین و سکون کی زندگی بسر کر سکوں۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ

اور جب موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف ہو لئے کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھکو سیدھا رستہ چلا دے گا اور جب مدین کے پانی پر پہنچے

مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۥ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ

تو اس پر آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے۔ اور ان لوگوں سے ایک طرف کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی

تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝

ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں بولیں کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک یہ چرواہے پانی پلا کر جانوروں کو ہٹا

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝

کر نہ لیجاویں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں پس موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے پانی پلایا پھر ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر دعا کی کہ اے

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا

میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ مجھکو بھیج دیں میں اس کا حاجتمند ہوں۔ سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی کہنے لگی کہ میرے

سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ مِنَ

والد تم کو بلاتے ہیں۔ تاکہ تمکو اسکا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر پانی پلا دیا تھا۔ سو جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ

کہا کہ اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے۔ ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط امانت دار ہو۔

الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ

وہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔ پھر اگر تم دس

ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ

سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھکو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ

موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ بات میرے اور آپکے درمیان ہو چکی میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو بھی پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا اور ہم جو بات چیت

ع ۳ ۶

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے۔

حضرت موسیٰ ع کی مدین کو روانگی

حضرت موسیٰ علیہ نے اپنے رب سے دعا کرکے اور اس کی ذات پر بھروسہ کرکے اپنا سفر شروع کر دیا اور دل ہی دل میں اپنے رب پر یقین کرکے کہنے لگے امید ہے میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا اور کسی امن کی جگہ پہونچا دیگا اور پھر آپ ایک راستہ پر ہو لیے اور شہر مدین پہونچے یہ ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے مصر سے آٹھ منزل دور ہے یہاں فرعون کی حکومت نہ تھی، یہاں آپ ایک کنویں کے قریب پہونچے جہاں بہت سے آدمی جمع تھے اور کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے اپنے جانوروں کو پلا رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ دو لڑکیاں اپنی بکریاں لیے کافی دیر سے ایک طرف کھڑی ہیں، آپ نے ان سے پوچھا تم یہاں کیسے کھڑی ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی بکریوں کو پانی پلانے آئے ہیں، ہمارے گھر میں کوئی بھائی وغیرہ ایسا نہیں جو انہیں پانی پلا سکے۔ ہمارے والد صاحب بھی بہت بوڑھے اور کمزور ہیں لہذا ہمیں پانی پلانے مجبوراً آنا پڑتا ہے ہم آکر ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہیں، اول تو شرم وحیا مانع ہے کہ ہم مردوں کے بیچ میں گھس کر پانی پلائیں دوسرے ان مردوں کے مقابلہ میں ہم کمزور لڑکیوں میں اتنی طاقت وہمت کہاں کہ ان سے پہلے پانی پلا سکیں، لہذا ہم انتظار کرتی رہتی ہیں اور جب سب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تب ہم اپنی بکریوں کو پانی پلاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ عہ کو ان کی یہ باتیں سنکر ان پر رحم آیا اور خود پانی کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور پھر وہاں سے ہٹ کر کسی درخت یا پہاڑ کے سائے میں جاکر بیٹھ گئے اور بارگاہ خداوندی میں دعا کی اے میرے رب میں اسوقت سخت ضرورتمند ہوں مجھے کوئی بھی کم یا زیادہ نعمت عطا فرما۔ مفسرین رح نے لکھا ہے کہ اس سفر میں حضرت موسیٰ عہ کے پاس کھانے وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا راستہ میں درختوں کے پتے کھا کھا کر گذارہ کیا لہذا تکان بھی بہت زیادہ تھی، حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور اس کا یہ انتظام فرمایا کہ جب لڑکیاں اپنے گھر وقت مقررہ سے پہلے پہنچی تو ان کے والد محترم نے وجہ معلوم کی تو انہوں نے پورا واقعہ ذکر کر دیا اور یہ بھی عرض کیا کہ وہ کوئی مسافر ہے بھوکا پیاسا اور تھکا ہوا۔ لڑکیوں کے والد ایک پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو نہایت رحم دل اور مہمان نواز تھے اور ان کو کسی نیک وصالح لڑکے کی ضرورت بھی تھی جو ان کا کام کاج کر سکے۔ آپ اپنی پیغمبرانہ نورانی فراست اور موسیٰ عہ کے احوال سنکر سمجھ گئے کہ

لڑکا نہایت صالح اور شریف ہے لہٰذا اس کو بلوا بھیجا۔ بس ان میں سے ایک لڑکی جو شرماتی ہوئی چلتی تھی جو کہ شریف خاندان کی پہچان ہے حضرت موسیٰ عؑ کے پاس آئی اور اپنے والد کا پیغام دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں اولاد ابراہیم سے ہوں، مناسب نہیں سمجھتا کہ بلاوجہ لڑکی پر نظر پڑے لہٰذا میں آگے آگے چلتا ہوں تم پیچھے سے راستہ بتاتی رہنا غرضیکہ اسی طرح گھر پہونچے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر حضرت شعیب عؑ کے پوچھنے پر آپ نے اپنے تمام حالات سنائے۔ ان بزرگ نے موسیٰ عؑ کو تسلی دی اور فرمایا تم ذرا بھی خوف نہ کرو اب تم ان ظالموں سے بچ آئے ہو یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔

ان میں سے ایک لڑکی بولی ابّا جان اب ہم سیانی ہوگئی ہیں ہمارا گھر سے باہر جانا مناسب نہیں آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے بہترین نوکر وہ ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانتدار و شریف بھی اور یہ خوبیاں ان میں موجود ہیں، اس پر وہ بزرگ موسیٰ عؑ سے کہنے لگے میں چاہتا ہوں ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، حاصل یہ کہ آٹھ سال کی نوکری اس نکاح کا مہر ہے اور اگر تم دس سال نوکری کروگے تو یہ تمہارا ہم پر احسان ہوگا۔ اور فرمایا کہ تم مجھکو انشاءاللہ معاملہ کا بہتر آدمی پاؤگے میں تم پر دارو گیر اور سختی کا معاملہ نہیں کروں گا میرے ساتھ رہ کر تم گھبراؤگے نہیں بلکہ انس و الفت محسوس کروگے۔

حضرت موسیٰ عؑ اس معاملہ پر راضی ہوگئے اور عرض کیا بس بات آپ کے اور میرے درمیان پکّی ہے میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کو گواہ بناتا ہوں۔ حدیث پاک میں ہے کہ موسیٰ عؑ نے پورے دس سال نوکری انجام دی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح لکھتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا وطن چھوڑنے کے آٹھ سال بعد مکہ مکرمہ فتح کیا اگر چاہتے اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے مگر اپنی خوشی سے مزید دو سال کی مہلت دیکر دس سال بعد شہر خالی کرایا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ

غرض جب موسیٰ اس مدت کو پورا کرچکے اور اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے، تو ان کو کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دکھلائی دی۔ انہوں نے اپنے گھر

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ

والوں سے کہا کہ تم ٹھیرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس وہاں سے انگارہ لے آؤں تاکہ تم سینکو۔ سو جب وہ اس

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي

آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین

الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰىٓ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ اَنْ

ہوں۔ اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ سو انہوں نے جب اسکو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور مڑ کر

اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓي اَقْبِلْ

بھی نہ دیکھا (حکم ہوا) آگے کو آؤ اور ڈرو مت تم امن میں ہو۔ تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو وہ بلا کسی مرض کے نہایت

وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ

روشن ہو کر نکلے گا اور خوف کے واسطے اپنا ہاتھ اپنے (گریبان) سے بدستور ملا لینا سو یہ دو سندیں ہیں تمہارے رب کی طرف

سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ

سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کیواسطے کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب

وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ

میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھکو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھکو قتل کر دیں۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے

اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ

زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دے دیجئے کہ وہ میری تقریر کی تائید اور تصدیق کرینگے۔ کیونکہ مجھکو

اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا

اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں ارشاد ہوا کہ ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت

فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ڔ بِاٰيٰتِنَآ ڔ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝

عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی ہمارے معجزے لیکر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا (ان لوگوں پر) غالب رہوگے

دس سال بعد مدین سے واپسی

شہر مدین میں حضرت موسیٰ عا نے دس سال کی مدت پوری کی اور حضرت شعیب عا سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر ملک مصر یا شام کی طرف روانہ ہوئے، درمیان میں رات کے وقت ایک موقع پر راستہ بھول گئے موسم بھی سردی کا تھا تو وہیں رک گئے، اچانک ایک روشنی آگ کی شکل کی دیکھی تو گھر والوں سے فرمایا تم یہیں ٹھیرو میں تمہارے لیے آگ لیکر آتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو اور وہاں کوئی شخص موجود ہوگا اس سے راستہ بھی دریافت کرتا آؤں گا۔

غرضیکہ جب آپ اس میدان کی داہنی جانب تھے تو اس درخت سے (جس کو انہوں نے دور سے

روشن آگ محسوس کیا تھا) آواز آئی اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنا عصا زمین پر ڈالدو، ڈالا تو وہ لہراتا ہوا سانپ بن گیا تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا پھر آواز آئی اے موسیٰ گھبراؤ نہیں واپس آؤ تم ہر طرح امن میں ہو یہ تو ہم نے تمہیں ایک معجزہ دیا ہے اور دوسرا معجزہ یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو اور پھر نکالو تو وہ بلا کسی برص وغیرہ مرض وعیب کے صاف طور پر نہایت روشن وچمکدار ہوگا اور پھر تم اس ہاتھ کو اپنے گریبان میں واپس لے جانا تو وہ پھر اپنی اصلی حالت پر ہو جائے گا۔ اور فرمایا کہ ہم نے تم کو اپنی نبوت ورسالت سے سرفراز فرمادیا ہے اور بطور دلیل وثبوت کے یہ دو معجزے تمہیں عنایت فرمائے ہیں، بس یہ دونوں معجزے لیکر تم فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جاؤ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں انہوں نے زمین پر بڑا فساد مچا رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا اے میرے رب میں آپ کا حکم ماننے کیلئے تیار ہوں مگر مجھے آپ کی خاص امداد کی ضرورت ہے کیونکہ مجھ سے ایک آدمی کا خون ہوگیا تھا کہیں وہ مجھے اس کے بدلے قتل نہ کردیں، تبلیغ بھی نہ ہونے دیں، اور دوسری بات یہ کہ میری زبان بھی زیادہ رواں نہیں ہے کچھ لکنت کا اثر ہے میرے بھائی ہارون کی زبان صاف بھی ہے اور اس میں خوب روانی بھی ہے لہٰذا اس کو بھی نبوت عطا فرماکر میرا مددگار بنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دونوں درخواستیں قبول کیں ۱؎ حضرت ہارون کو نبی بھی بنادیا گیا ۲؎ اور دونوں بھائیوں کو ایسی شوکت عطا فرمائی کہ جس سے فرعون اور درباری مرعوب ہوں، نیز ان معجزات کے ذریعہ تم ہی ان پر غالب رہوگے۔

نوٹ :۔ ان آیات کی تفصیل سورۂ طٰہٰ میں گزر چکی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِـَٔايَـٰتِنَا بَيِّنَـٰتٍ قَالُوا۟ مَا هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا

غرض جب ان لوگوں کے پاس موسیٰ ؑ ہماری صریح دلیلیں لیکر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کہ افترا کیا جاتا ہے۔ اور ہم نے

سَمِعْنَا بِهَـٰذَا فِىٓ ءَابَآئِنَا ٱلْأَوَّلِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّىٓ أَعْلَمُ بِمَن جَآءَ

ایسی بات کبھی نہیں سنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو۔ اور موسیٰ ؑ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ میرا پروردگار اس شخص کو

بِٱلْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِۦ وَمَن تَكُونُ لَهُۥ عَـٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۖ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ۝

خوب جانتا ہے جو صحیح دین اسکے پاس سے لیکر آیا ہے اور جس کا انجام اس عالم سے اچھا ہونیوالا ہے بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ

اور فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا تو اے ہامان تم ہمارے لیے مٹی کو آگ میں پکوا کر

عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ

پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

ہی سمجھتا ہوں

حضرت موسیٰ ؑ کا دربار فرعون میں معجزات دکھانا

جب حضرت موسیٰ ؑ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے ہوئے واضح دلائل لیکر پہونچے اور لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا چمکدار ہو جانا، معجزات دکھائے تو یہ لوگ ان معجزات کو دیکھکر کہنے لگے یہ سب جادو کا کمال ہے تم بلاوجہ اللہ پر الزام لگاتے ہو کہ میں اس کا رسول ہوں، اور جو باتیں تم کہہ رہے ہو کہ تمام مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا، مرنے کے بعد پھر ان کو زندہ کر کے ان سے حساب و کتاب لیگا اور عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے وغیرہ، یہ باتیں ہم نے اپنے بڑوں سے کبھی نہیں سنیں۔

حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا جو لوگ کھلی نشانیاں دیکھکر بھی حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ان کا انجام ذلت ونا کامی ہے اور میرا رب خوب جانتا ہے کہ میں تمہارے پاس صحیح دین لیکر آیا ہوں جس کو میں تمہیں معقول دلائل سے سمجھا چکا ہوں، اور آخرت میں انجام اسی کا بہتر ہوگا جو اللہ کے صحیح دین پر چلے گا۔

حضرت موسیٰ ؑ کی تقریر سنکر فرعون کو اندیشہ ہوا کہیں مجھے خدا ماننے والے حضرت موسیٰ ؑ کے بتلائے ہوئے دین پر نہ چلنے لگیں لہذا لوگوں کو جمع کر کے کہنے لگا مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود نظر نہیں آتا۔ اور پھر بطور مذاق کے کہنے لگا شاید موسیٰ کا خدا آسمان میں ہو زمین پر تو ہے نہیں، بس اے ہامان تم خوب پختہ اینٹیں بنوا کر میرے لیے ایک بہت اونچا محل بنواؤ تاکہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں اور مجھے یقین ہے کہ وہاں بھی موسیٰ کا خدا نہیں ہوگا۔

پختہ اینٹوں کی سب سے پہلی عمارت

فرعون نے اپنے وزیر ہامان کے ذریعہ پختہ اینٹوں کا ایک بہت بلند محل تیار کرایا، اُس زمانہ میں اس سے اونچی عمارت کوئی نہ تھی۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ پختہ اینٹوں سے یہ سب سے پہلی تعمیر تھی اس سے پہلے پختہ اینٹوں سے تعمیر کا رواج نہ تھا، پختہ اینٹوں سے سب سے پہلے یہ تعمیر فرعون نے کرائی۔ تاریخی روایات میں ہے کہ اس محل کی تعمیر کیلئے ہامان نے پچاس ہزار معمار لگائے، مزدور اور لکڑی لوہے وغیرہ کا کام کرنے والے اس سے علاوہ تھے، جب یہ بلند و بالا محل بن کر تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو اس میں ضرب لگانے کا حکم فرمایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ضرب میں اس محل کے تین ٹکڑے کرکے گرا دیا جس سے فرعونی فوج کے ہزاروں آدمی دب کر مر گئے۔ اور فرعون کو اس محل پر چڑھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ بالآخر ذلیل و خوار ہوا۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا

اور فرعون اور اسکے تابعین نے ناحق دنیا میں سر اٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے۔ تو ہم نے اسکو اور اسکے

يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تابعین کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو دوزخ کی طرف بلاتے رہے

الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۴۱﴾

اور قیامت کے روز کوئی ان کا ساتھ نہ دیگا اور دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ

وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴿۴۲﴾

بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ فرعون اور اس کے متعلقین نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ دنیا میں ہم سے بڑا کوئی نہیں اور موسیٰ جو کہتے ہیں کہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ایک ذات ہے اور مرنے کے بعد اسی کے دربار میں حاضر ہونا ہے وہاں ہر ہر بات کا حساب و کتاب ہو کر جزا و سزا ملے گی یہ سب غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سرکشوں کو یہ سزا دی کہ دریائے قلزم میں سب کو غرق کر دیا تاکہ دوسرے لوگ دیکھ لیں کہ بدکاروں اور ظالموں کا انجام ایسا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دولت، قوت اور مرتبہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے وہ بڑا اثر رکھتے تھے پس اگر وہ چاہتے تو اپنے ملک کے لوگوں کو سیدھی راہ پر چلا سکتے تھے مگر انہوں نے ان لوگوں کو گمراہی کے راستہ پر ڈال کر دوزخ کا مستحق بنا دیا اور خود بھی دوزخ کے مستحق بنے، وہاں دوزخ کی آگ سے انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا دنیا میں تو انھیں یار و مددگار مل جاتے تھے مگر وہاں کوئی مددگار نہیں ملیگا، اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگ ان پر لعنت بھیجیں گے اور قیامت میں وہ بدحال ہوں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

اور ہم نے موسیٰؑ کو اگلی امتوں کے ہلاک کیئے پیچھے کتاب دی تھی جو لوگوں کے لیئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت اور رحمت تھی

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰؑ کو احکام دیئے تھے اور آپ ان لوگوں

مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

میں سے نہ تھے جو موجود نہ تھے۔ ولیکن بہت سی نسلیں پیدا کیں۔ پھر ان پر زمانہ دراز گذر گیا اور آپ اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے

الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا

کہ آپ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہوں ولیکن ہم ہی رسول بنا بنوالے ہیں۔ اور آپ طور کی جانب (غربی) میں اس وقت موجود

مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

نہ تھے جب ہم نے پکارا تھا ولیکن آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے، تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جنکے پاس آپ سے پہلے کوئی

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

ڈرانے والا نہیں آیا کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

تفسیر

حضرت موسیٰؑ سے پہلی قوموں کو ان کی سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے تباہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ کو توریت عطا فرمائی، جو بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی، لوگوں کو ہدایت پر چلانے والی، اور مستحق رحمت بنانے والی کتاب تھی، تاکہ لوگ اسے پڑھکر اللہ کو یاد کریں اللہ کے بھیجے ہوئے احکامات سمجھیں اور ان پر عمل کریں اور عبرت و نصیحت حاصل

کریں۔
حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں توریت ہی کا درجہ ہے اور آج جبکہ اسکے ماننے والوں نے اس کو ضائع کردیا ہے تو قرآن ہی اس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کررہا ہے۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور ختم ہو چکا اور آپ کے بعد بہت سے نبی بھی سامان ہدایت مہیا فرماکر چلے گئے اور پھر ایک لمبی مدت گذرنے پر لوگ برائی میں مبتلا ہو گئے اور ہدایت و اصلاح کے حاجت مند ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا اور آپ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کے لیے آپ کی زبانی لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ واقعات سنائے جن پر ایک لمبی مدت گذر چکی تھی اور اب ان کا کوئی صحیح علم رکھنے والا نہ تھا، مثلاً کوہ طور کا واقعہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تھا، اسی طرح مدین کا واقعہ جہاں موسیٰ علیہ السلام ایک لمبی مدت تک مقیم رہے، ان واقعات کو آپ نے اس انداز سے پیش کیا گویا آپ موقع پر موجود تھے اور پورا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے حالانکہ ان واقعات کے مدتوں بعد آپ دنیا میں تشریف لائے، بس پھر ان واقعات کو بالکل صحیح طور پر بیان فرمانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان واقعات کا علم آپ کو اللہ نے دیا ہے۔ بس اسی طرح آپ لوگوں کو وہ باتیں سنائیں جن سے ہمارا ڈر ان کے دل میں بیٹھے اور یہ برائی سے بچیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے

اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ

پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم آپکے احکام کا اتباع کرتے اور ایمان لانیوالوں میں ہوتے سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا

عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

تو کہنے لگے کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی کیا جو کتاب موسیٰ کو ملی تھی اس کے قبل یہ لوگ اسکے منکر نہیں ہوئے یہ لوگ تو یوں کہتے

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ فَاْتُوْا

ہیں کہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تو دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو تم کوئی

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٩ فَاِنْ لَّمْ

اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر یہ لوگ آپ کا کہنا

يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ

نہ کریں تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدون

هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٠

اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اسکے پاس) ہو (اور) اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ع ۵ ۸

رسول بھیجنے کی حکمت

اگر لوگ ذرا سا غور و فکر کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسول بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود انہی کا فائدہ ہے کہ رسول کی اچھی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں اور برائی سے بچکر اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکتے ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اگر رسول نہ آتے اور لوگوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آجاتا تو یہ لوگ کہنے لگتے یا اللہ اس عذاب سے پہلے ہمارے پاس رسول کیوں نہ آیا تاکہ ہم اس کے ذریعہ ایمان لاکر تیری نافرمانی سے بچتے، اور اب جبکہ وہ رسول تشریف لائے جو تمام رسولوں میں سب سے اعلیٰ شان والے ہیں تو اب بہانہ بناتے ہیں کہ اس رسول کو ویسے معجزات کیوں نہیں دے گئے جیسے حضرت موسیٰ کو دے گئے تھے، اور ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ مکمل اسی طرح کیوں نازل نہیں کیا گیا جس طرح حضرت موسیٰ عا کو توریت ایک ہی دفعہ میں مکمل عطا فرمادی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ موسیٰ عا کے معجزات اور توریت کو بھی تو سب لوگوں نے نہیں مانا تھا اس میں بھی طرح طرح کے شبہات پیدا کر دیے تھے اور موسیٰ عا کو جادوگر بتلاکر ہمارے تمام احکامات کو ٹھکرایا تھا۔

آسمانی کتابوں میں سے سب سے اہم یہی دو کتابیں توریت اور قرآن کریم ہیں تم ان کو نہیں مانتے تو ان سے بہتر کوئی کتاب لے آؤ، اگر لے آئے تو میں (محمد عربی ص) اسی کی پیروی کردوں گا، مگر تم قیامت تک ہرگز ایسی کتاب نہیں لاسکتے کیونکہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور اللہ کے کلام کا مقابلہ تمام بڑے سے بڑے انسان ملکر بھی نہیں کر سکتے۔ جب یہ سنکر لوگ آپ کے فرمانے پر کوئی کتاب کبھی نہ لائیں اور آپ کی بات بھی قبول نہ کریں تو سمجھ لیجیے کہ انہیں آپ کے دین کے بارے میں

حقیقت میں کوئی شبہ تو ہے نہیں، بس صرف ہٹ دھرمی اور اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے آپ کا دین قبول نہیں کرتے کہ اس کو مان کر اپنی من مانی چھوڑنی پڑیگی۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

اور ہم نے اس کلام کو ان لوگوں کیلئے وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ یہ لوگ نصیحت مانیں جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتابیں دی ہیں وہ اس پر

هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ

ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو اس سے پہلے

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ

بھی مانتے تھے۔ ان لوگوں کو انکی پختگی کیوجہ سے دوہرا ثواب ملیگا اور وہ لوگ نیکی سے بدی کا دفعیہ کر دیتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا

خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کیا ہمارے سامنے آویگا اور تمہارا کیا تمہارے

عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝

سامنے آویگا ہم تمکو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

پورا قرآن ایک بار نازل نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں منکر لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ مکمل قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا، فرمایا کہ قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا دفعتاً فوقتاً ہم نے اس لیے نازل فرمایا ہے تاکہ بار بار تازہ بتازہ سننے سے نصیحت حاصل ہو اور اس میں غور کرنے اور یاد کرنے میں بھی سہولت و آسانی ہو۔

اب تک ان لوگوں کا ذکر تھا جو دین اسلام کو نہیں مانتے اور اس میں طرح طرح کے اعتراضات و شبہات پیدا کرتے ہیں، اب یہاں سے ان لوگوں کا ذکر ہے جو آپ کی رسالت اور دین کو مانتے ہیں، ارشاد ہے کہ جو انصاف پسند اہل کتاب ہیں یعنی یہود و نصاریٰ وہ پہلے توریت و انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور جب قرآن نازل ہوا اور اس کو انہوں نے سنا تو اس پر ایمان لے آئے کہ یہ کلام اللہ کا ہے اور محمد عربی اللہ کے رسول ہیں ہماری کتابوں میں آپ کے آنے کی خوشخبری دی گئی تھی۔

ان اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ دوہرا ثواب عطا فرمائیں گے ایک پہلی کتاب پر ایمان لانے کا

دوسرا قرآن کریم پر ایمان لانے کا، اور ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے ساتھ کوئی برائی کرتا ہے تو یہ اس کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اگر ان سے کبھی کوئی گناہ کا کام ہو جاتا ہے تو اس کی تلافی میں فوراً نیک کام کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جو کچھ مال و دولت ہم نے دیا ہے یہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں اور رشتہ داروں کو حقوق بھی ادا کرتے ہیں اور فضول و لغو باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور اسطرح لوگوں سے اپنے کو علیحدہ رکھتے ہیں۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا

بِالْمُهْتَدِينَ ۝

علم اسی کو ہے

شان نزول

مسلم شریف میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے آپ نے بہت کوشش بھی کی کہ کسی طرح آپ کے چچا ابوطالب ایمان لے آئیں مگر انہوں نے آخر دم تک کلمہ نہیں پڑھا جس سے آپ رنجیدہ خاطر تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ کے قبضہ و قدرت میں نہیں کہ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آئیں، آپ کا کام صرف دین کی تبلیغ کرنا ہے ہدایت پر لانا یا نہ لانا یہ ہمارے اختیار میں ہے اور مزید فرمایا کہ ہدایت کی قدرت تو کسی کو کیا ہوتی ہمارے سوا کسی کو اس کا علم بھی نہیں کہ کون ہدایت پانے والا اور ایمان قبول کرنے والا ہے۔

وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیے جائیں، کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کو ملتے ہیں ولیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور ہم بہت سی ایسی بستیاں

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ

ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھے سو یہ ان کے گھر ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے

إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ

مگر تھوڑی دیر کیلئے، اور آخر کار ہم ہی مالک رہے اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جبتک کہ ان کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے کہ وہ ان لوگوں کو

يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا

ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے، اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں۔ اور جو کچھ تمکو دیا دلایا

ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ

گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور یہیں کی زینت ہے اور جو (اجر و ثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس

اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾

سے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے کیا تم لوگ (اس تفاوت کو) نہیں سمجھتے۔

کفار مکہ کی بہانہ بازی

کفار مکہ حارث بن عثمان وغیرہ نے اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بیان کی کہ اگرچہ ہم آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو حق مانتے ہیں مگر قبول اس ڈر سے نہیں کرتے کہ اگر ہم نے آپ کا دین قبول کرلیا تو سارا عرب ہمارا دشمن ہوجائے گا اور ہمیں ہمارے شہر مکہ سے نکال دیگا، ہم بے گھر ہو کر کھانے پینے سے ترس جائیں گے۔

ان کے اس بہانہ کے ان آیات میں جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ کہ ان کا یہ بہانہ کرنا غلط ہے کیونکہ مکہ میں رہنے والوں کی حفاظت کا اللہ نے پہلے ہی سے یہ انتظام فرما رکھا ہے کہ اس جگہ کو پرامن مقام بنا رکھا ہے اور ہر جگہ سے یہاں پھل کھنچے چلے آتے ہیں، آج بھی مکہ شہر میں تقریباً ہر ملک کی چیز بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے یہ محض اہل مکہ پر اللہ کا فضل ہے۔

الغرض عرب کے تمام قبیلے باوجود آپسی سخت دشمنی کے اس بات پر متفق تھے کہ حرم مکہ میں قتل و مار دھاڑ کرنا حرام ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی حالت میں تو تمہیں پناہ دی اور رزق پہونچایا کیا وہ ایمان و تقویٰ کی حالت میں تمہیں ہلاک کردے گا۔ ایسا نہیں، ہاں اگر آزمائش کے طور پر اللہ کی طرف سے کوئی پریشانی آجائے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو اللہ کے عذاب سے

ڈرو، اور پچھلی قوموں کے حالات دیکھو جنہوں نے کفر و سرکشی کی تو اللہ نے انہیں تباہ و برباد کر ڈالا، آج ان کی بستیاں کھنڈر ہوئی پڑی ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں سوائے اسکے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر رُک جائے، یا کچھ لوگ ان بستیوں کو عبرت کی غرض سے دیکھنے آجائیں، افسوس ہے تمہاری بے عقلی پر کہ ایمان سے خطرہ محسوس کرتے ہو کفر سے نہیں حالانکہ اصل خطرہ کی چیز کفر ہے بس اس سے بچو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ کسی بستی کو اس وقت تک تباہ و برباد نہیں کرتا جب تک کہ اس علاقہ (ملک) کے اہم مقام پر غافل لوگوں کو ہوشیار کرنے کیلئے پیغمبر نہ بھیجدے یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی، جیسا کہ مفسرین رح نے اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام شہروں میں مبعوث ہوتے ہیں کیونکہ قصبات و دیہات شہروں کے تابع ہوتے ہیں جو بات شہر میں پھیل جاتی ہے وہ خود بخود قصبہ و دیہات میں بھی پہونچ جاتی ہے۔ تمام روئے زمین کا صدر اور اہم مقام شہر مکہ معظمہ ہے اسی لئے سب سے عظیم پیغمبر، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں مبعوث فرمایا گیا۔

ان آیات کے اخیر میں فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی اور یہاں کا عیش و آرام چند روزہ ہے، اور آخرت کا عیش و آرام ہمیشہ ہمیش کا، اور پھر دنیا کا عیش و آرام آخرت کے عیش و آرام سے بہت کم درجہ کا ہے، بس عقلمندی یہی ہے اس عیش و آرام کو اختیار کیا جائے تو ہمیشہ کا بھی ہے اور اعلیٰ درجہ کا بھی۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اسکو پانیوالا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جسکو ہم نے دنیوی زندگی کا چند

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

روزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں سے ہوگا جو گرفتار کرکے لائے جاوینگے اور جسدن خدا تعالیٰ ان کافروں کو پکار کر کہے گا کہ

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

وہ میرے شریک کہاں ہیں جنکو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے جن پر خدا کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہوگا وہ بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بیشک یہ وہی لوگ ہیں

اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ

جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی بہکایا جیسا ہم خود بہکے تھے اور ہم آپ کی پیشی میں ان سے دستبرداری کرتے ہیں یہ لوگ ہمکو نہ پوجتے تھے اور کہا جاویگا

اُدْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

کہ اپنے ان شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے سو وہ جواب بھی نہ دیں گے اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے اے کاش یہ لوگ راہ راست پر ہوتے

يَهْتَدُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ

اور جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھیگا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا سو اس روز ان سے سارے مضامین گم ہو جاوینگے تو وہ آپس میں پوچھ پاچھ

الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

بھی نہ کر سکیں گے البتہ جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آوے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ

فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔

مومن وکافر برابر نہیں ہوسکتے

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ مومن وکافر انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ مومن سے ہم نے جنت کے عیش و آرام کا وعدہ کر رہا ہے جو اس کو ضرور مل کر رہے گا، اور کافر دنیا میں کچھ دن مزے کرنے کے بعد آخرت میں ہمارے پاس گرفتار کر کے لایا جائے گا اور پھر اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے پوچھیں گے تمہارے وہ معبود یعنی شیاطین کہاں ہیں جنہیں تم نے ہمارا شریک بنا رکھا تھا آج انہیں اپنی مدد کیلئے بلاؤ تو سہی، شرکا سمجھ جائیں گے کہ اگرچہ سوال مشرکین سے ہے مگر درحقیقت ڈانٹا ہمیں جارہا ہے لہٰذا یہ شیاطین جن کا ان کو بہکانے میں زبردست ہاتھ تھا جواب دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بہکانے کا ہم پر الزام لگایا جارہا ہے ہم نے انہیں گمراہی کے لیئے مجبور نہیں کیا تھا مگر ان کے سامنے شرک کی ایک بات پیش کی تھی جس کو ان کے نفسوں نے اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے قبول کر لیا اور تیری نافرمانی کا راستہ قبول کر لیا۔ مشرکین کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، لو شیاطین نے تو تم سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا اب اپنے معبودوں سے مدد مانگ لو چنانچہ یہ اپنے ان دیوتاؤں اور بتوں کو پکاریں گے جن کے سامنے جھکا کرتے تھے اور انہیں پکار پکار کر تھک جائیں گے مگر کوئی جواب نہ ملیگا۔ اللہ ان کے سامنے عذاب لے آئیں گے یہ اسے دیکھکر گھبرا جائیں گے اور کہیں گے اے کاش ہم دنیا میں سیدھا راستہ اختیار کر لیتے

تو آج اس مصیبت سے بچ جاتے۔
توحید کے متعلق باز پرس کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان مشرکین و کافرین سے نبوت و رسالت کے متعلق سوال کریں گے کہ ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے دنیا میں اپنے رسول بھیجے، کیا تم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا؟ یہ سوال سنکر بوکھلا جائیں گے اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑے گا اور اتنا بھی ہوش نہیں رہے گا کہ آپس میں مشورہ کرکے ہی جواب دیدیں۔
اے لوگو آخرت کی کامیابی ایمان اور عمل صالح پر ہے لہذا جو کافر و مشرک توبہ کرکے ایمان لے آئے اور عمل صالح اختیار کرلے وہ آخرت میں کامیاب ہوگا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے ان لوگوں کو تجویز کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۞ وَهُوَ اللّٰهُ

پاک اور برتر ہے اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو انکے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جسکو یہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞

اسکے سوا کوئی معبود نہیں، حمد کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کی ہوگی تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

ہر چیز میں اللہ کا اختیار ہے

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کے اختیار سے وجود میں آتی ہے وہ بہت بڑی قدرت والا اور حقیقی مستحق عبادت ہے، وہ شرک سے بری و بے نیاز ہے۔
ارشاد ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنا اللہ کے اختیار سے ہے اور کسی چیز یا کسی ذات کو کسی کام کیلئے منتخب و پسند کرلینا یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور پھر جو احکام چاہے ان کے ذریعہ انسانوں تک پہونچائے، اور اللہ کو یہ بھی قدرت ہے کہ جیسے وہ تمہاری ظاہری باتوں کو جانتا ہے ایسے ہی تمہارے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے، صحیح معنی میں اللہ ہی تمام تعریف و بندگی کا مستحق ہے، الغرض ہر کام میں اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور ہر شخص کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ قیامت کے دن ہر ایک سے حساب و کتاب لے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو

يَأْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

تمہارے لیے روشنی کو لے آوے تو کیا تم سنتے نہیں آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا

سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ کیا تم دیکھتے نہیں اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن

تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا

کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ (دن میں) اسکی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

کر فرماویگا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے، اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو سو ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ سچی بات خدا ہی کی تھی اور جو

فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ع

کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہے گا۔

اصل قدرت اللہ ہی کو ہے

مشرکین کو مخاطب کرکے فرمایا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ رات کی تاریکی ہی رکھیں یا ہمیشہ دن کا اجالا ہی رکھیں تو تمہارا کونسا ایسا معبود ہے جو تمہارے لیے، اس نظام کو صحیح کرسکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ قدرت اللہ کے سوا کسی میں نہیں مگر افسوس اے مشرکین تم اتنی واضح بات بھی نہیں سمجھتے اور شرک میں مبتلا ہو۔ بس یہ اللہ ہی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے دن کا اجالا عطا فرمایا تاکہ روزی تلاش کی جاسکے اور رات کی تاریکی عطا فرمائی، تاکہ آرام و سکون سے نیند پوری کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکین سے پکار کر فرمائیں گے جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے آج وہ کہاں گئے۔ اس طرح انہیں پکار کر شرمندہ اور مایوس کرنا ہے کہ آج تمہارے معبود تمہاری مدد نہیں کررہے ہیں اور پھر ان کے شرک پر اللہ تعالیٰ ایک

گواہ بھی قائم فرمائیں گے یعنی جس امت میں جو نبی بھیجا تھا وہ گواہی دیگا اے پروردگار
میں نے تیرا دین ان کو پیش کر دیا تھا مگر انہوں نے اس کو ٹھکرا کر کفر و شرک اختیار کیا۔ اس
وقت ان کو معلوم ہوگا کہ سچی اور حق بات اللہ ہی کی ہے اور عبادت کے لائق صرف اللہ ہی
کی ذات ہے واقعتاً کوئی اس کا شریک نہیں دنیا میں انبیاء جو بات ہمیں بتلاتے تھے وہی صحیح
تھی اور مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے وہ سب غلط تھے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ

قارون موسیٰؑ کی برادری میں سے تھا سو وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اسکو اسقدر خزانے دیئے تھے کہ انکی کنجیاں کئی کئی زور

مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا

آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں جبکہ اسکو اسکی برادری نے کہا کہ تو اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھکو

تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ

خدا نے جو کچھ دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور جسطرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ

الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ

احسان کیا ہے تو بھی احسان کیا کر دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بیشک اللہ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔ قارون کہنے لگا کہ

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا

مجھکو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں

أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ

ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع ان کا زیادہ تھا اور اہل جرم سے

الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن

ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے) سوال نہ

ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝

کرنا پڑے گا۔

قارون کا قصّہ

پچھلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ دنیا کی دولت میں مست ہو کر آخرت کو نہیں بھولنا چاہیئے نہیں تو پھر تباہی ہے اسی مناسبت سے یہاں قارون کا قصّہ بیان فرمایا گیا ہے۔

قارون بنی اسرائیل میں سے تھا حضرت ابن عباس رض کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ ع کا چچا زاد بھائی تھا، فرعون لعین نے اس ملعون کو قوم بنی اسرائیل کا سردار بنا دیا تھا جس کے سبب وہ اپنی قوم پر خوب ظلم و ستم کرتا اور فرعون کے منشار کے مطابق ان کو دبا کر رکھتا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر قارون نے فرعون کے دربار سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔

جب فرعون غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ ع کے حکم کے مطابق زندگی گذارنے لگے اب اس کے لیے دولت کے راستے بند ہو گئے اور فرعونی طاقت کے بل بوتے پر یہ جو اپنی قوم پر حکومت کرتا تھا وہ سلسلہ بھی بند ہو گیا تو اس کو حضرت موسیٰ ع سے حسد و جلن پیدا ہوئی، گرچہ ظاہر میں یہ مسلمان تھا توریت کا حافظ بھی تھا اور دینی علم حاصل کرنے میں بھی لگا رہتا تھا مگر تھا منافق، دل صاف نہ تھا حضرت موسیٰ ع و ہارون ع کی عزت و شہرت سے جلتا اور کہتا آخر میں بھی تو ان کا قریبی رشتہ دار ہوں اور بھائی ہوں ان کی اس عزت و شہرت میں میرا حصہ کیوں نہیں جبکہ میرے پاس دولت کے خزانے ہیں، چنانچہ اس نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ ع سے یہی شکایت بھی کی تو آپ نے جواب میں فرمایا یہ سب اللہ کا عطا کردہ ہے اس میں میری ذات کا کوئی دخل نہیں۔

جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ ع نے لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا تو قارون کہنے لگا اب تک موسیٰ ع جو احکام لائے وہ ہم نے مانے مگر اب وہ ہماری دولت پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں یہ ہم سے برداشت نہ ہوگا اس نے اپنے ہم خیال کچھ اور لوگ بھی تیار کر لیے۔ آخر اس ملعون نے حضرت موسیٰ ع کو بدنام کرنے کے لیے ایک گھناؤنا پروگرام یہ بنایا کہ ایک عورت کو لالچ دیکر اس بات پر آمادہ کیا کہ جب کسی مجمع میں حضرت موسیٰ ع زنا کی سزا بیان کریں تو تو ان کا اپنے ساتھ ملوّث ہونا ظاہر کرنا، چنانچہ بھرے مجمع میں اس عورت نے آپ پر الزام لگا دیا۔ حضرت موسیٰ ع نے اصول کے مطابق اس کو سخت قسم کی قسمیں کھلائیں اور جھوٹ تہمت لگانے پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو اس نے سچ اگل دیا اور پھر پورے مجمع میں اس بات کا اعلان کیا کہ یہ ذلیل حرکت بہلا پھسلا کر مجھ سے قارون

نے کرائی ہے، حضرت موسیٰ بالکل پاکباز ہیں۔ اس وقت حضرت موسیٰ نے اس ملعون کے لیئے بددعا کی تو وہ مع اپنی اس تمام دولت کے جس پر اس کو بڑا غرور تھا زمین میں دھنسا دیا گیا۔

تفسیر آیات

اس پورے رکوع میں قارون کے متعلق بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ یہ موسیٰ کی قوم میں سے تھا اس کے پاس اس قدر دولت تھی کہ اس کی چابیاں کئی طاقتور آدمی اٹھاتے ہوئے تھک جاتے تھے یعنی جن تجوریوں اور صندوقوں میں اس کا مال تھا وہ بے شمار تھے اور ان کی چابیاں بھی اسقدر تھیں کہ کئی کئی آدمی اٹھاتے اور وہ بھی تھک جاتے۔

قارون کا غرور اور قوم کی نصیحت

مال کی زیادتی کی وجہ سے قارون کے اندر بے پناہ غرور وتکبر پیدا ہو گیا اور اسی دولت کے نشہ میں وہ اپنی قوم کو بھی ستانے لگا۔ قوم کے کچھ دانشور لوگوں نے اس کو نصیحت کی کہ اس دولت پر گھمنڈ مت کر، گھمنڈ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے تجھکو جو دولت دی ہے اس کو صحیح طریقہ سے اپنے اوپر استعمال کر اور دوسرے ضرورت مند لوگوں کے کام میں لگا کر اپنی آخرت بنا۔ اس دولت کے غرور سے تو زمین میں فساد مت مچا، فساد پھیلانے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

یہ نصیحت سنکر قارون نے وہی جواب دیا جو ہر دور میں دولت کے نشہ والے دیا کرتے ہیں کہنے لگا آخر تم نصیحت کرنے والے ہوتے کون ہو؟ یہ دولت میں نے اپنی عقل وسمجھ، علم وہنر، محنت وجفاکشی سے جمع کی ہے، تم کہتے ہو اسے لوگوں پر خرچ کر دے، یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

ان ہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قارون کو مخاطب کر کے فرمایا، اس ناسمجھ نے یہ نہ سمجھا کہ دولت کمانے کے ذرائع اور سمجھ وہمت اس کو کس نے دی اور اس احمق نے پچھلے ان لوگوں کی حالت پر بھی غور نہ کیا جن کے پاس اس سے کہیں زیادہ دولت تھی اور ہر طرح کا سروسامان بے پناہ تھا جب انہوں نے تکبر کیا، فساد مچایا تو ہم نے انہیں تباہ وبرباد کر ڈالا اور ان کی دولت ولشکر انہیں نہ بچا سکے۔ اور یہ ہی نہیں کہ ہلاک ہو کر چھوٹ گئے بلکہ آخرت میں ان کو سخت قسم کا عذاب بھی دیا جائے گا اور ان کے گناہوں کے متعلق ان سے تحقیق بھی نہیں کی جائے گی کہ تم نے یہ گناہ کیا تھا یا نہیں کیونکہ ان کا جرم واضح ہے اور پھر فرشتوں

نے لکھ کبھی رکھا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ

پھر وہ اپنی آرائش سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا

لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔ اور جن لوگوں کو فہم عطا ہوئی تھی وہ کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو۔ اللہ

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا

تعالیٰ کے گھر کا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ ان ہی کو دیا جاتا ہے جو صبر

الصّٰبِرُوْنَ ۞ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ

کرنے والے ہیں۔ پھر ہم نے اس قارون کو اور اسکے محلسرائے کو زمین میں دھنسا دیا۔ سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اسکو اللہ کے (عذاب سے)

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۞ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ

بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا اور کل جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ

تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

اللہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے زیادہ روزی دید یتا ہے اور جسکو چاہے تنگی دینے لگتا ہے اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

دیتا بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو

الْكٰفِرُوْنَ ۞

فلاح نہیں ہوتی۔

ع ٨ / ١١

تفسیر ایک دن قارون عمدہ قسم کا لباس فاخرہ پہن کر مع اپنے یاران و خدام کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ اس کو دیکھ کر دنیا پر ریجھنے والوں کو رشک ہوا کہنے لگے قارون کیسا خوش قسمت ہے اس کو تمام عیش و آرام اور زیب و آرائش کی چیزیں میسر ہیں اور یہ بڑے مزے کی زندگی بسر کر رہا ہے، کاش ہمیں بھی یہ چیزیں نصیب ہوتیں تو ہم بھی مزے اڑاتے۔ ان ناسمجھوں کو لوگوں نے سمجھایا جن کو دین موسوی

کا علم حاصل تھا کہا ارے احمقو! اس عارضی چمک دمک پر کیوں للچاتے ہو یہ بہت جلد ختم ہو جانیوالی ہے مومنین صالحین کو جو دولت آخرت میں ملنے والی ہے یہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں وہ دولت ان ہی لوگوں کو ملے گی جنہوں نے اپنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزاری دنیا کی چیزوں کو دیکھ کر للچائے نہیں بلکہ جو کچھ اللہ نے عطا کر دیا اسی پر صبر و شکر کیا۔

قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا

جب قارون کا ظلم و ستم اور گھمنڈ حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکو مع اس کے محل اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا، اس آفت سے یہ اپنے آپ کو نہ خود بچا سکا اور نہ ہی اس کے وہ حمایتی بچا سکے جن پر اسے بڑا فخر تھا۔

کل جو لوگ قارون کی شان و شوکت دیکھکر طرح طرح کی آرزوئیں کر رہے تھے آج قارون کو دھنسا ہوا دیکھکر ان کی آنکھیں کھل گئیں کہنے لگے اگر ہم پر اللہ کا احسان و کرم نہ ہوتا تو ہمارے ساتھ بھی قارون جیسا معاملہ ہوتا اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں بچا لیا۔ اور کہنے لگے کہ مال و دولت تو اللہ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہتا ہے فراخی سے عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی سے عطا فرماتا ہے مالداری اس بات کا ثبوت نہیں کہ اللہ مالدار سے خوش ہے اور غریب سے ناراض۔ بس اللہ کو تو اطاعت و شکر گزاری پسند ہے جو ناشکرے اور منکر ہیں وہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا

یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کیلئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی

فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۞ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا

لوگوں کو ملتا ہے جو شخص نیکی لیکر آدے گا اسکو اس سے بہتر (بدلہ) ملیگا اور جو شخص بدی لے کر آدے گا

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا

سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ

یَعْمَلُوْنَ ۞

کرتے تھے۔

اصل کامیابی:۔ قارون کو ناسمجھ لوگوں نے بڑا خوش قسمت سمجھا حالانکہ

اصل خوش قسمت وہ ہے جس کو آخرت کی فلاح و نجات نصیب ہو کیونکہ دنیا کا راحت و آرام ہمیشہ رہنے والا نہیں، دنیا مسافر خانہ ہے اصل گھر تو آخرت کا ہے اور آخرت میں ان ہی لوگوں کو فلاح و کامیابی اور راحت و آرام ملیگا جو تکبر و گھمنڈ نہیں کرتے یعنی اپنے مقابلہ میں دوسروں کو حقیر و ذلیل نہیں سمجھتے اور نہ ہی زمین میں فساد مچاتے ہیں یعنی لوگوں پر ظلم و ستم نہیں کرتے، اور اسی کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی کرتے ہیں، فرض و واجبات کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکی و بدی کا اصول بیان فرمایا اور اس میں درحقیقت اللہ کے رحم و کرم کو دخل ہے، فرمایا جو شخص ایک نیکی کرے گا ہم اس کا بدلہ اس سے زیادہ دیں گے جس کا حدیث پاک میں کم از کم دس گنا بیان فرمایا گیا ہے اس سے زائد وہ کریم کتنا عطا فرمادے یہ اسکے فضل پر موقوف ہے، اور بدی کے بدلہ اتنی ہی سزا دی جائے گی جتنی اس نے بدی کی ہے اس میں زیادتی نہیں کی جائے گی۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ

جس خدا نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن میں پھر پہنچا دیگا آپ فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا

اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ

ہے کہ کون سچا دین لیکر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں ہے اور آپ کو یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جاویگی

تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا

مگر محض آپکے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجیے اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکے

لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَادْعُ

تو ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے اور مشرکوں میں شامل

اِلٰی رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ

نہ ہو جیے اور اینک آپ شرک سے معصوم ہیں اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا اسکے سوا کوئی معبود نہیں سب چیزیں فنا ہونے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

والی ہیں بجز اسکی ذات کے اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔

ع ۹ ۱۲

شانِ نزول

یہ آیت ہجرت کے وقت نازل ہوئی جب مشرکین مکہ نے آپ کو زیادہ پریشان کر کے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تو یہ آیت نازل فرماکر اللہ نے آپ کو اطمینان وتسلی دی کہ جس ذات نے آپ پر قرآن کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ کو فرض کیا ہے وہی ذات آپ کو آپ کے اصلی وطن یعنی مکہ شریف فتح وغلبہ کے ساتھ واپس پہنچائے گی اس وقت آپ آزاد اور صاحب سلطنت ہوں گے۔

قرآن فتح وکامیابی کا ذریعہ ہے

اس آیت میں آپ کو مکہ میں دوبارہ فاتحانہ واپسی کی خوشخبری اس عنوان سے دی گئی ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہی آپ کو دشمنوں پر غالب کرکے دوبارہ مکہ شریف لوٹائے گا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل ہی اس مددِ خداوندی اور کامیابی کا ذریعہ ہوگا۔

کفار ومشرکین آپ کی نبوت کے واضح دلائل اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی آپ کو غلطی پر اور اپنے کو حق پر سمجھتے تھے، لہٰذا اس آیت کے اس حصہ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ الخ میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون سچا دین لیکر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔ یعنی میرے حق ہونے پر اور تمہارے گمراہ ہونے پر واضح دلائل موجود ہیں مگر جب تم ان سے کام نہیں لیتے تو پھر جواب یہی ہے کہ اللہ کو معلوم ہے وہ آخرت میں بتلا دیگا جزا وسزا دیکر۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ اللہ نے محض اپنی رحمت سے آپ کو نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا آپ کو تو اس کی توقع بھی نہ تھی کہ قرآن جیسی عظیم کتاب آپ کو عطا کی جائے گی یہ محض اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمائی ہے، پس ہر کام میں اللہ پر بھروسہ رکھیے وہی کامیاب فرمائے گا۔ بس اب آپ قرآن کی تبلیغ کیجیے اور اس میں اپنی قوم کی کچھ رعایت نہ کیجیے اور نہ ان مشرکین سے تعلق رکھیے، مستحق عبادت صرف اللہ کی ذات ہے اور ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ کی ذات کے اور ایک دن سب کو اللہ ہی کی عدالت میں حاضر ہونا ہے وہاں صرف اسی کا حکم چلے گا۔

الحمدللہ سورۂ قصص کی تفسیر مکمل ہوئی۔

(۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

سورہ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۶۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں
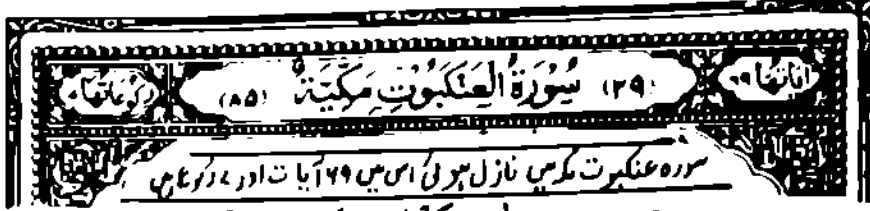
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

الٓمّٓ ۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور انکو آزمایا نہ جاویگا ۔ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝

آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا ۔ ہاں کیا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

جو لوگ برے برے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے ۔ ان کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے ۔

سورۂ عنکبوت کی وجہ تسمیہ

اس سورۃ کا نام عنکبوت (بمعنی مکڑی) اس لئے رکھا گیا کہ اس سورۃ میں ایک جگہ کفار و مشرکین کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ مکڑی کا جالا بہت کمزور ہوتا ہے ۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی جانچ نہیں کی جائیگی ، مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ مختلف قسم کی آزمائشیں کرتے ہیں جو اللہ کا جس قدر مقرب ہوتا ہے اس کی اتنی ہی زیادہ آزمائش ہوتی ہے ۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سب سے زیادہ اور سخت آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اور اس کے بعد صالحین کی ، پھر درجہ بدرجہ جس کا جیسا ایمان ہے ۔

شان نزول

یہ آیت اگرچہ اپنے شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے کہ ان صحابۂ کرام رضؓ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے جن کو ہجرت مدینہ کے وقت کفار و مشرکین نے خوب ستا رکھا تھا مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے کہ ہر زمانہ کے علماء و صلحاء کی مختلف قسم کی آزمائش ہوتی

چلی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔
آگے ارشاد ہے کہ ہم پہلی امت کے لوگوں کو بھی مختلف قسم کی آزمائشوں میں آزما چکے ہیں اور اس سے ہمارا مقصد سچے، جھوٹے، نیک و بد کو الگ الگ کرنا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کون اپنے ایمان میں مخلص ہے اور کون منافق۔ کیونکہ بسا اوقات مخلص و منافق کا آپس میں ملے رہنا بڑا نقصان دہ ہوتا ہے۔
اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ الخ اس آیت میں کفار کی بدانجامی سنا کر مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے ارشاد ہے کہ وہ کفار و مشرکین جو غلط حرکتیں کرتے ہیں مسلمانوں کو ستاتے ہیں کیا ہماری گرفت سے بچ نکلیں گے، ایسا نہیں بلکہ انہیں ضرور عذاب دیا جائے گا۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ

جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے سو اللہ تعالیٰ کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے اور جو شخص

جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے محنت کرتا ہے خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم انکے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

گناہ انسے دور کردینگے اور ان کو ان کے اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔

تفسیر

جن مسلمانوں نے اللہ کی خوشنودی کے لیے سختیاں جھیلیں، مشرکین و کافرین کے ظلم و ستم برداشت کیے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم اللہ کے حضور میں حاضر ہو گے تو تم سے کیا گیا وعدہ پورا ہوگا کہ تم کو اللہ کا دیدار و خوشنودی اور جنت کا عیش و آرام نصیب ہوگا۔ بلاشبہ اللہ ہر بات کو سننا اور دیکھنے والا ہے کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔
اس کے بعد فرمایا گیا کہ یاد رکھو تمہیں جو سختیاں جھیلنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود تمہارا ہی نفع ہے کیونکہ جو شخص بھی کسی قسم کی محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے کرتا ہے اللہ کو کسی کی کوئی ضرورت نہیں وہ مستغنی و بے نیاز ہے۔
اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم اپنی رحمت سے ان کے گناہ معاف کر دیں گے جن میں بعض گناہ جیسے کفر و شرک ہے وہ ایمان لانے سے دور

ہوجاتا ہے اور بعض گناہ توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں اور بعض گناہ نیک کام کرنے سے اور بعض محض اللہ کے فضل سے اور بعض گناہ سزا پاکر ختم ہو جاتے ہیں، اور ہم ان کے ایمان واعمال صالحہ کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا

لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

شریک ٹھہرائے جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تمکو تمہارے سب کام جتلا دوں گا

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝

اور جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم ان کو نیک بندوں میں داخل کر دیں گے۔

واقعہ شان نزول

یہ آیت حضرت سعد بن وقاص رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی یہ ان دس صحابۂ کرام رضؓ میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی، حضرت سعد رضؓ اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار اور خدمت گذار تھے جب یہ ایمان لے آئے اور ان کی والدہ (جو کہ مشرک تھیں) کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا جب تک تو ایمان نہیں چھوڑے گا میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی چاہے مر جاؤں، جب انہیں اسی حالت میں تین رات دن گذر گئے تو حضرت سعد رضؓ ان کے پاس حاضر ہوئے. ماں کی محبت بے پناہ تھی مگر اللہ کے فرمان کے سامنے کچھ نہ تھی، لہذا عرض کیا میں تمہارے لیے اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا، جب والدہ مایوس ہوگئیں تو انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا، اس پر یہ آیت وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ الخ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور اسی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا ہے کہ اگر وہ تجھے شرک کرنے پر مجبور کریں تو ان کا حکم مت مان۔ اور یاد رکھو تم سب کو مرنے کے بعد ہماری ہی عدالت میں آنا ہے اس وقت بتلا دیا جائے گا اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔ اور فرمایا کہ جو اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے باوجود ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے تو ہم ان کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کریں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذارسانی کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ

ایسا سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب اور اگر کوئی مدد آپکے رب کیطرف سے آپہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا

اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کرکے رہیگا اور منافقوں کو بھی معلوم کرکے رہیگا اور کفار مسلمانوں سے کہتے

الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ

ہیں کہ تم ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ۔ حالانکہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل

خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ

جھوٹ بک رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور (بھی)

اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ع ۱۳

لادے ہونگے) اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے بازپرس ضرور ہوگی۔

فریبی لوگ

ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر ان کے دل میں ایمان کی مضبوطی نہ تھی ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا ایمان کیوجہ سے کفار ومشرکین نے ستایا تو گھبرا کر اپنی زبان سے یا عمل سے ظاہر کرنے لگے ہم مومن نہیں، اور جب مسلمانوں کی کامیابی وترقی دیکھتے تو پھر کہنے لگتے کہ ہم تو مسلمان ہی ہیں اور اگر جہاد میں یہ لوگ مسلمانوں کے قیدی بن جاتے تو کہتے ہم دل سے تو تمہارے ہی ساتھ ہیں مومن ہیں کفار کے ساتھ تو بوجہ زبردستی کے ہوگئے تھے، مگر حقیقت حال اللہ کو خوب معلوم ہے، یہ زبان سے دعویٰ کرکے اللہ سے اپنے دل کا حال نہیں چھپا سکتے۔

کفار کی چال بازی

مسلمانوں کو بہکانے کے لئے کفار ومشرکین نے ایک چال

یہ چلی کہ مسلمانوں سے کہا تم لوگ بلا وجہ عذاب آخرت کے فکر سے ہمارے طریقے پر نہیں چلتے جب کہ ایسا نہیں ہے اور اگر تمہاری ہی بات مان لی جائے تو چلو ہم ذمہ داری لیتے ہیں کہ جو عذاب و تکلیف تمہیں آخرت میں ہوگی وہ ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو باخبر کر رہے ہیں کہ ان کی چالبازی اور دھوکہ میں مت پھنسنا یہ جھوٹ اور غلط بک رہے ہیں، آخرت میں تو ان کی یہ حالت ہوگی کہ اپنے گناہوں کا بوجھ تو اٹھائے ہوئے ہوں گے ہی، ساتھ میں مزید ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی ان پر ہوگا جن کو یہ گناہوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنے تھے۔ دنیا میں جیسی دھوکہ بازی کی یہ باتیں کیا کرتے تھے آخرت میں ویسی ہی سخت قسم کی انہیں سزا دی جائے گی۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی دعوت کی وجہ سے ہدایت پر عمل کریں گے تو ان سب کے اعمال کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے اعمال سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو شخص کسی گمراہی اور گناہ کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کے کہنے سے اس گمراہی اور گناہ میں مبتلا ہوں گے ان سب کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے پھر ان کو طوفان نے آ دبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً

پھر ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو بچا لیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کیلئے موجب عبرت بنایا۔ اور ہم نے ابراہیمؑ کو بھیجا جبکہ انہوں

لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں

تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ

کو پوج رہے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم رزق

تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡہُ

خدا کے پاس سے تلاش کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اگر تم لوگ مجھکو

وَاشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنۡ تُکَذِّبُوۡا فَقَدۡ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ وَمَا

جھوٹا سمجھو تو تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف طور پر

عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۸﴾

پہنچا دینا ہے۔

پچھلی امتوں کے حالات سے حضور صلعم کو تسلی

پیچھے دور سے بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ کفار و مشرکین حضور علیہ السلام اور آپکے ساتھی مسلمانوں کو بہت ستاتے اور ظلم و ستم کرتے تھے۔ آپ کو تسلی دینے کے لیے اب یہاں سے مختلف انبیاء علیہم السلام کے حالات کا ذکر ہے کہ ان کو کفار نے بڑی تکلیفیں پہنچائیں مگر مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور ہدایت پر قائم رہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے فرض منصبی تبلیغ دین کو برابر انجام دیتے رہے۔

یہاں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جنھوں نے تقریباً ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی، اس طویل مدت میں کفار نے آپ کو بے پناہ ستایا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، اور جب یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پھر طوفان نے ان کو آ گھیرا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس کشتی کو ہم نے دنیا والوں کے لیے نشانی بنا دیا ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ چنانچہ ایک مدت تک یہ کشتی جودی پہاڑ

اقوال و تحقیق

علہ:۔ نوسو پچاس سال عمر جو قرآن نے بیان فرمائی ہے یہ تو یقینی ہے مگر بعض روایات میں اس سے پہلے اور طوفان کے بعد کی عمر مزید ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ حضرت نوح عہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ساڑھے نوسو سال دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا اور پھر طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اسطرح گویا آپ کی کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

محمد یعقوب عفر لہ و لوالدیہ

پر لگی رہی تاکہ دیکھنے والے سبق حاصل کریں۔ بعض مفسرین رح نے نشانی کا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ یہ قصہ کشتی نوح علیہ السلام ایک نشانی بنا دی گئی ہے تاکہ اس قصے کو سنکر لوگ عبرت حاصل کریں۔ (یہ مکمل قصہ سورۂ ہود پارہ ۱۲ آسان تفسیر ص ۱۲ تا ص ۲۵ پر گزر چکا ہے۔)

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے سخت امتحانات اور آزمائشوں سے گزرے، صاحبزادے کے ذبح کرنے کا قصہ پیش آیا، آتش نمرود میں ڈالا گیا وغیرہ۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں سہتے رہے اور اپنی قوم کو یہی تبلیغ کرتے رہے کہ اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرتے رہو یہی تمہارے لئے بہتر ہے مگر افسوس جن بتوں کو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو ان ہی کی پوجا کرتے ہو، یاد رکھو یہ تمہارے جھوٹے معبود تمہیں روزی نہیں دے سکتے (عام طور پر روزی کی وجہ سے آدمی اپنا ایمان خراب کرلیتا ہے اس لئے خاص طور پر روزی کا ذکر فرمایا) رزق دینا تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے بس صرف اسی کی عبادت کرو، اس کا شکر ادا کرو اور یاد رکھو تم سب کو ایک دن اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر ہر کام کا حساب وکتاب دینا ہے وہاں کیا جواب دو گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا میں تو تمہیں اللہ کا حکم سنا چکا اب اپنا برا بھلا تم سوچو، نہیں مانو گے تو پچھلی قوموں عاد وثمود کی طرح نقصان اٹھاؤ گے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ

کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ اسکو پیدا کریگا یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان

يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ

بات ہے آپ کہیے کہ تم لوگ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اوّل بار پیدا کیا ہے پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کریگا بیشک

الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن

اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس کو چاہے گا عذاب دیگا اور جس پر چاہے رحمت فرما دیگا اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور تم نہ زمین میں ہرا

يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ

سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار اور جو لوگ خدا کی آیتوں کے اور اس کے سامنے

وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

جائے کے منکر ہیں وہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو

وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

عذاب دردناک ہوگا۔

مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ کیلئے مشکل نہیں

حضرت ابراہیم عؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اپنی ذات میں غور کرو تم کچھ نہ تھے اللہ نے تمہیں وجود بخشا اور پھر مرکر مٹی بن جانے کے بعد تمہیں اسی طرح وجود بخشے گا اور اپنی ذات کے علاوہ تم دنیا کی دوسری مخلوقات بھی گھوم پھر کر دیکھو اللہ نے انہیں کس طرح پیدا فرمایا ہے اور ایک بار انہیں فنا کرکے پھر دوبارہ وجود میں لائے گا۔ تم دوبارہ جی اٹھنے کو مشکل اور ناممکن سمجھتے ہو مگر یاد رکھو یہ کام اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اور ذرا سوچو تو سہی جس ذات نے تمہیں اور تمام مخلوقات کو پہلی مرتبہ جب کہ اس کا نقشہ اور میٹریل کبھی موجود نہیں تھا پیدا کردیا تو دوبارہ جبکہ نقشہ و نمونہ وغیرہ سب کچھ موجود ہے پھر پیدا کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے۔

اور پھر دوبارہ جی اٹھکر تمہیں اللہ ہی کے دربار میں جانا ہے وہ جس کو مستحق سزا سمجھے گا اسے عذاب دیگا اور جسے مستحق جزا سمجھے گا اسے ثواب دیگا اور یاد رکھو تم نہ زمین میں چھپ کر اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہو اور نہ آسمان میں اُڑ کر۔ اور نہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی کارساز ہے نہ مددگار یعنی اللہ کی پکڑ سے تم اپنے آپ کو نہ ہی تو اپنی تدبیر سے بچا سکتے ہو اور نہ کسی دوسرے کی حمایت و مدد سے۔

اخیر میں فرمایا گیا جو لوگ ہماری آیتوں اور مرنے کے بعد زندہ ہوکر ہمارے دربار میں حاضری کا انکار کرتے ہیں وہی ہماری رحمت سے ناامید ہوں گے اور ان ہی کو دردناک عذاب دیا جائیگا۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ

سو ان کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ کہنے لگے کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو سو اللہ نے ان کو اس آگ سے بچا لیا

النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ

بیشک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں اور ابراہیم عؑ نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر

اللّٰہِ اَوْثَانًا مَّوَدَّۃَ بَیْنِکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ

بتوں کو تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے گا اور ایک دوسرے

بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾

پر لعنت کریگا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا سو صرف لوط نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیم نے فرمایا کہ میں اپنے

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۲۶﴾

پروردگار کی طرف ترکِ وطن کر کے چلا جاؤں گا بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عنایت فرمایا اور ہم

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ

نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا اور ہم نے ان کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا اور وہ آخرت میں بھی

وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

(بڑے درجہ کے) نیک بندوں میں ہوں گے۔

حضرت ابراہیم ؑ کیساتھ قوم کا بدترین سلوک

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معقول اور مدلل باتیں سنکر جب قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے، ابراہیم کو قتل کردو یا آگ میں ڈالدو، آگ کی سختی سے گھبرا کر اگر اپنی بات سے ہٹ گیا تو نکال لیں گے ورنہ وہیں جل کر راکھ ہو جائے گا۔ بہر حال یہ طے ہوا کہ آگ میں ڈالدیا جائے، الغرض آپ کو آگ میں ڈالدیا گیا پس اللہ نے اس آگ کے انبار میں آپ کی حفاظت فرمائی اور آگ کو آپ کے لیے گلزار بنا دیا اور اس واقعہ سے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کردیا کہ جو حق پر ہوتے ہیں ان کی اس طرح حفاظت ہوتی ہے اور جو گمراہی پر ہوتے ہیں وہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں کہ اتنی بڑی طاقت ہوتے ہوئے وہ ایک آدمی کو جلا نہ سکے۔ (یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ انبیاء آسان تفسیر پارہ ۱۷ صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۹ پر بیان ہوچکا۔

انبیاء اپنی قوم پر بے پناہ شفیق و مہربان ہوتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم ؑ نے آگ سے نکل کر پھر اپنی قوم کو نصیحت شروع کردی فرمایا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر جو بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارے آپسی دنیوی تعلقات کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ

اکثر آدمی اپنے تعلقات، دوستی، رشتہ داری کے طریقہ پر رہتا ہے اس وجہ سے وہ حق بات پر غور نہیں کرتا اور حق کو سمجھکر بھی اسے اختیار کرنے سے ڈرتا ہے کہ سب دوست و رشتہ دار چھوٹ جائیں گے۔

اور یاد رکھو قیامت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ تم ایک دوسرے کے مخالف و دشمن ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے۔ مطلب یہ کہ آج جن دوستوں رشتہ داروں کیوجہ سے تم حق قبول کرنے سے گھبرا رہے ہو کل یہی تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ ایک تفسیر اس کی یہ بھی کی گئی ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں پر لعنت کریں گے کہ تم نے ہمیں وقت پر دھوکہ دیا آج تم ہمارے کسی کام نہیں آرہے ہو۔

حضرت ابراہیم عؑ نے اپنی قوم سے پھر فرمایا کہ اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اس وقت تمہارا کوئی حمایتی و مددگار بھی نہ ہوگا۔ افسوس حضرت ابراہیم عؑ کے اس قدر وعظ و نصیحت کرنے پر بھی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا سوائے ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کے، یہ آپ کا آتش نمرود والا معجزہ دیکھکر مسلمان ہوئے اور ایک آپ کی چچا زاد بہن اور بیوی سارہ مسلمان ہوئیں، قوم کے اس قدر بدترین حالات دیکھکر آپ نے فرمایا اب میں تم میں نہیں رہوں گا بلکہ اپنے رب کی بتلائی ہوئی جگہ ہجرت کرلوں گا چنانچہ آپ اپنے وطن شہر بابل سے (جو کہ عراق کا شہر ہے) ہجرت کرکے ملک شام پہونچے۔ مفسرین رح نے لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت اختیار کی، اس وقت آپ کی عمر پچھتر سال تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا اسحٰق عؑ اور پوتا یعقوب عؑ عنایت فرمایا جن کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے اور پھر اللہ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ جس قدر بھی انبیاء علیہم السلام آئے اور جن کو آسمانی کتاب دیگئی وہ سب آپ کی اولاد میں سے ہوئے، حاصل یہ کہ آپ کے بعد جس قدر بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے وہ تمام آپ کی اولاد میں سے تھے اسی لئے آپ کو "ابو الانبیاء" یعنی انبیاء علیہم السلام کا باپ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اجر عظیم عطا فرمایا کہ تمام مخلوق میں مقبول اور امام بنادیا، یہودی، نصرانی، بت پرست سبھی آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنا مقتدیٰ مانتے ہیں، اور آخرت میں بھی اللہ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کے صالحین یعنی انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں شامل رکھا۔

وَ لُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ

مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ

تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں نہیں کیا۔ کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو اور تم ڈاکہ ڈالتے ہو اور اپنی

نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ

بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو سو ان کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو

اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۞ قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۞ ع

۳
ع
۱۵

لوط نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے۔

قوم لوط کی تین گندی عادتیں

یہاں قوم لوط کی تین گندی عادتوں کا ذکر کیا گیا ہے پہلی[۱] یہ کہ تم اپنی شہوت لڑکوں سے پوری کرتے ہو، یاد رکھو یہ ایسا گندہ فعل ہے جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا (بلکہ جانور بھی اس گناہ سے بچتے ہیں) دوسری[۲] یہ کہ ڈاکہ مارتے ہو لوگوں کے قافلے لوٹ لیتے ہو تیسری[۳] یہ کہ اپنی ان گندی حرکتوں کا تذکرہ بھری مجلسوں میں بڑے فخر سے کرتے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ یہ سب کام بہت برے اور اللہ کی ناراضگی کے ہیں انہیں چھوڑ دو نہیں تو عذاب الٰہی تمہیں آ گھیرے گا۔ بجائے اس کے کہ یہ سمجھتے اور اپنی ان حرکتوں کو چھوڑتے الٹا عذاب کا مطالبہ کرنے لگے۔ کہنے لگے اے لوط اگر تو سچا ہے تو اپنے رب کا عذاب لے آ۔ جب حضرت لوطؑ ان سے مایوس ہو گئے اور سمجھ لیا کہ اب یہ راہ راست پر

اقوال و تحقیق!

تَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ (یعنی راہ مارتے ہو) اس کی تین تفسیریں کی گئی ہیں ۱ ڈاکہ مارنا ۲ خوبصورت لڑکوں کو لوگوں سے چھین لینا ۳ اولاد کی راہ مارنا یعنی جس راستہ سے اولاد پیدا ہو وہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا۔ یہ تینوں تفسیریں قوم لوط پر منطبق ہوتی ہیں کیونکہ وہ یہ سب کام کرتے تھے۔

محمد یعقوب عفرلہ ولوالدیہ

آنے والے نہیں تو اپنے پروردگار سے دعا کی اے میرے رب میری مدد و نصرت فرما اور ان لوگوں کو ہلاک فرما۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم ؑ کے پاس بشارت لیکر آئے، ان فرشتوں نے کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں وہاں کے

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۤ

باشندے بڑے شریر ہیں۔ ابراہیم ؑ نے فرمایا کہ وہاں تو لوط ہیں فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں ہیں ہم کو سب معلوم ہے۔ ہم انکو اور ان کے خاص

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ

متعلقین کو بچالیں گے بجز ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانیوالوں میں سے ہوگی اور جب ہمارے وہ فرستادے لوط ؑ کے پاس پہنچے تو لوط ؑ

رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا

ان کی وجہ سے مغموم ہوئے اور انکے سبب تنگ دل ہوئے، اور وہ فرشتے کہنے لگے آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں ہم آپ کو اور آپ کے

مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ

خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانیوالوں میں ہوگی ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ

بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک) رہنے دیے ہیں

اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔

قومِ لوط کی ہلاکت

حضرت لوط علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان لوگوں کے ہلاک کرنے کا حکم فرمادیا چنانچہ فرشتے پہلے حضرت زکریا ؑ کے پاس آئے اور ان کو بڑھاپے میں لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دی اور فرمایا ہم قوم لوط کی بستی کو ہلاک کرنے آئے ہیں وہ اپنی گندی حرکات سے کسی بھی طرح باز نہیں آرہے ہیں، حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا اس میں تو لوط ؑ بھی رہتے ہیں، فرشتوں نے عرض کیا ہم مجرم اور غیر مجرم کو خوب جانتے ہیں ہم حضرت

لوط ؑ اور ان کے متعلقین مومنوں کو اس بستی سے الگ کر دیں گے، ہاں حضرت لوط ؑ کی بیوی جو کہ مشرکہ تھی اور قوم کی گندی حرکتوں میں ان کی مدد کیا کرتی تھی وہ بھی ان ہی مجرموں کے ساتھ ہلاک کر دی جائیگی۔

حضرت ابراہیم ؑ سے یہ گفتگو کرنے کے بعد فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین نوجوان لڑکوں کی شکل میں پہونچے، حضرت لوط ؑ انہیں دیکھ کر بہت پریشان ہوئے کہ میری قوم کے لوگوں میں گندی عادت ہے وہ میرے ان مہمانوں کے ساتھ برا سلوک کریں گے اور میرے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں کہ میں مقابلہ کر کے ان لوگوں سے اپنے مہمانوں کی حفاظت کر سکوں، جب فرشتوں نے حضرت لوط ؑ کو پریشان دیکھا تو عرض کیا آپ پریشان و غمگین نہ ہولے ہم انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں، چنانچہ حضرت لوط ؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو اس بستی سے نکال کر پوری بستی کو ان عذاب کے فرشتوں نے الٹ دیا جس سے پوری بستی کے لوگ ہلاک ہوگئے۔ آج مکہ سے ملک شام کے راستے میں اس بستی کے ویرانے کھنڈرات پڑے ہیں جو لوگوں کے لیے سامان عبرت ہیں۔

(یہ قصہ بھی تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود، اعراف، حجر میں بیان ہوچکا)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان کے بھائی شعیب ؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

روز قیامت سے ڈرو اور سرزمین میں فساد مت پھیلاؤ، سو ان لوگوں نے شعیب ؑ کو جھٹلایا پس زلزلہ نے ان کو آپکڑا پھر وہ اپنے گھروں

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ

میں اوندھے گر کر رہ گئے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو ان کے رہنے کے مقامات سے نظر آرہا ہے اور شیطان نے

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا اور ان کو راہ حق سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ ہوشیار تھے اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

کو بھی ہلاک کیا اور ان کے پاس موسیٰ ؑ کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور

فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ

بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اسکے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔ سوان میں بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں بعضوں کو ہولناک

مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا

آواز نے آدبایا اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعض کو ہم نے ڈبو دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم

بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

کرتا لیکن یہی لوگ (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾

کیا کرتے تھے

سرکشوں کی تباہی

ان آیات میں کچھ اور ایسی قوموں کے مختصر تذکرے بیان کیے گئے ہیں جنہوں نے اللہ درسول کی نافرمانی کر کے ہلاکت مول لی۔ پہلے حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ ہے اللہ نے ان کو اہلِ مدین کی طرف مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی اور شرک سے بچنے کی دعوت اور زمین میں فساد مچانے سے منع کیا یعنی اپنے خالق و مالک کے ساتھ کسی کو ساجھی مت ٹھہراؤ اور نہ ہی ناپ تول میں کمی کرو، یہ برائیاں ان کے اندر تھیں، لیکن انہوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہ مانی تو عذاب الٰہی زلزلہ کی شکل میں آیا جس سے صبح کو یہ اپنے گھروں میں دب کر ہلاک ہو گئے۔

اسی طرح نافرمانی کرنے اور اپنے نبی کو جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ نے قوم عاد و ثمود کو ہلاک کر ڈالا ان کی بستیوں کے کھنڈرات بھی تم کو مکہ سے شام جاتے ہوئے نظر آئیں گے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ان کی سرکشی و نافرمانی اور اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے ان قوموں پر ظلم نہیں کیا بلکہ سرکشی کر کے خود اپنے آپ پر انہوں نے ظلم کیا ہے، پھر اللہ نے اپنے اصول کے مطابق ان پر عذاب نازل

فرما دیا۔

(یہ سب واقعات سورۂ ہود، اعراف، حجر، عنکبوت میں گزر چکے ہیں)

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور

بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ

کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾

جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج رہے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ

بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع ۱۴ ۱۶

طور پر بنایا ہے ایمان والوں کے لیے اس میں (اسکے استحقاق عبادت کی) بڑی دلیل ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے کافرین و مشرکین کے معبودوں کو مکڑی کے جالے کی مثال دیکر سمجھایا، فرمایا یہ معبودانِ باطل اتنے ہی کمزور اور بے بھروسہ ہیں جتنا کہ مکڑی کا جالا۔ مکڑی کا جالا جانوروں کے تمام گھونسلوں وغیرہ میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے ذرا سا ہاتھ لگانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ پس مکڑی کا جالا جس طرح خود بے جان ہوتا ہے اور وہ مکڑی کی کسی طرح بھی حفاظت نہیں کر سکتا اسی طرح ان مشرکین و کافرین کے معبود ہیں کہ وہ خود بھی بے جان ہیں اور اپنے ماننے والوں کی بھی کسی طرح مدد نہیں کر سکتے۔ پس زبردست غلبہ و قدرت والی ذات تو اللہ ہی کی ہے جو اپنے بندوں کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

کیا مکڑی کا جالا فقر و فاقہ لاتا ہے:۔ حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ

اپنے گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھا کرو کیونکہ ان کے لگے رہنے سے گھر میں فقر و فاقہ آتا ہے (یہ روایت اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم اس طرح کی مثالیں لوگوں کو سمجھانے کیلئے دیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں سمجھکر اپنی جہالت دور کریں مگر ان مثالوں کو وہی سمجھتے ہیں جو عالم ہیں جن کو علم دیا گیا ہے یا وہ علم کے طلبگار ہیں۔ مشرکین مکہ وغیرہ تو اس طرح کی مثالوں کو سمجھنے کے بجائے اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح کی حقیر چیزوں مکھی مچھر مکڑی وغیرہ کی مثال دینا اللہ کی عظمت کے منافی ہے اس طرح کی مثالیں دینا اللہ کے شایانِ شان نہیں۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جس چیز کی حقیقت کو سمجھایا جاتا ہے مثال اسی کے مطابق دی جاتی ہے جب کسی چیز کی کمزوری کو سمجھایا جائے گا تو ظاہر ہے مثال مکڑی مچھر اور مکھی وغیرہ ہی سے دی جائے گی نہ کہ شیر اور ہاتھی وغیرہ سے۔

اخیر میں پھر توحید کو بیان فرمایا گیا ہے کہ آسمان و زمین کو اللہ نے بنایا ہے جب اس نے ان عظیم چیزوں کے بنانے میں کسی سے مدد نہیں لی تو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں وہ کیا کسی سے مدد لیگا۔

بس پتہ چلا وہ عظیم غلبہ و قدرت والا ہے اور ایسی ہی ذات مستحق بندگی ہوتی ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

بحمد سبحانہ وتعالیٰ پارہ ۲۰ اَمَّنْ خَلَقَ ـ ۲۰ کی تفسیر
بحسن و خوبی مکمل ہوئی۔
تفسیر ہذا ذیلی کتب تفاسیر سے مستفاد ہے۔
۱ بیان القرآن ۲ معارف القرآن ۳ فوائد عثمانیہ ۴ تفسیر مظہری وغیرہم۔

طالبِ دعاء:-

محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ